وقف للہ تعالیٰ

قائداعظم

اور

پاکستان کی نظریاتی اساس

www.KitaboSunnat.com

مؤلف

عمر حیات قائم خانی

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

کتاب وسنت (محدث) لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- بسااوقات کسی کتاب کو اس کی مجموعی افادیت کے پیش نظر پبلش کر دیا جاتا ہے جس کے مندرجات سے ادارہ کا کلی اتفاق ضروری نہیں۔
- **دعوتی مقاصد** کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

وقف للہِ تعالیٰ

قائداعظم

اور

پاکستان کی نظریاتی اساس

مؤلف

عمر حیات قائم خانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قائد اعظم اور پاکستان کی نظریاتی اساس

تاریخی حقائق کی روشنی میں

مؤلف: عمر حیات قائم خانی

نظر ثانی: فیصل رحیم پنھور صاحب، سہیل احمد شارق راجپوت صاحب

اشاعت اوّل: فروری 2020ء

سیکنڈ .....نظر ثانی شُدہ..... ایڈیشن

ملنے کا پتہ

ناشر: ZAKBooks، فون: 8224645 300 92+،

ای میل: zakprint24@gmail.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"یہ لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نُور کو بجھانا چاہتے ہیں،

اور اللہ کا فیصلہ یہ ہے

کہ وہ اپنے نُور کو پُورا پھیلا کر رہے گا خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو"۔

(الصف 61:8)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انتساب

- اُن صحافیوں کے نام جو دجل کے اس دور میں آج بھی سچائی کا علم تھامے کھڑے ہیں
- اُن ڈاکٹر صاحبان کے نام جو خلق خدا کی خدمت عبادت سمجھ کر کر رہے ہیں
- اُن انجینئر حضرات کے نام جو وطن عزیز کی تعمیر و ترقی کے لیے دن رات کوشاں ہیں
- اُن وکلا کے نام جو مظلوموں کا ہاتھ تھامے ظُلم کے خلاف شمشیر بے نیام بنے کھڑے ہیں
- اُن سیاست کاروں کے نام جو قائد کے وژن اور مُصورِ پاکستان کے خواب کی تکمیل چاہتے ہیں
- اُن علماء و اساتذۂ کرام کے نام جو نسل نو کی صحیح تربیت کا فریضہ سر انجام دے رہے ہیں
- اُن طلباء و طالبات کے نام جو ایک اچھا مسلمان اور مثالی پاکستانی بن کر پوری دنیا میں اسلام اور پاکستان کا نام روشن کرنا چاہتے ہیں
- اُن ماؤں، بہنوں، نوجوانوں اور بزرگوں کے نام جنھیں فرنگی دورِ استبداد میں ستایا گیا اور جن کے پاکیزہ لہو سے وطن پاک کی مٹی سیراب ہوئی
- اُن جرنیلوں کے نام جو خالد بن ولیدؓ، محمد بن قاسمؒ، طارق بن زیادؒ اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ جیسے عزم و جذبے سے لبریز ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اندھیروں سے لڑائی کا یہی احسن طریقہ ہے
تمہاری دسترس میں ہو وہ دِیا جلا دینا!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مضامین

- عرضِ ناشر 13
- حرفِ اوّل 17
  - مقدمۃ الکتاب 20
  - حواشی 25

بابِ اوّل:

نظریۂ پاکستان سے متعلق چند شکوک و شُبہات اور ان کا اِزالہ

- نظریۂ پاکستان سے متعلق چند شکوک و شُبہات اور ان کا اِزالہ 26
  - نظریے کی افادیت اور اس کی ضرورت 27
  - پاکستان۔۔۔ایک نظریاتی ریاست 29
  - نظریۂ پاکستان کا مخالف گروہ 32
  - مخالفین کی دلیل کا شافی جواب 34
  - اسے جہالت کہیں یا منافقت؟ 40
  - سیکولر حضرات کا ایک اور دھوکہ! 45
  - فساد اور دہشت گردی کا سبب۔۔۔اسلام سے وابستگی یا بیگانگی؟ 58
  - حواشی 66

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب دوم:

تشکیل پاکستان کا تاریخی پس منظر اور قیامِ پاکستان کا مقصد

- تشکیل پاکستان کا تاریخی پس منظر اور قیامِ پاکستان کا مقصد 74

پہلی فصل:

پاکستان کیسے بنا؟

- پاکستان کیسے بنا؟ 77
- پہلا دور: انگریزوں کا برصغیر پر قابض ہونے کا طریقہ واردات 78
  - برصغیر میں انگریزوں کی آمد 79
  - فرنگی عزائم 81
  - خفیہ سازش 82
  - جنگِ پلاسی 83
  - جنگِ پلاسی کے اثرات 86
  - لالی پاپ 87
- دوسرا دور: فرنگی راج اور جنگِ آزادی؛ 88
  - (الف)؛ سامراجی رویہ 89
  - (ب)؛ خوفناک لُوٹ مار! 89
  - (ج)؛ فوجی ناانصافیاں 92
  - (د)؛ عیسائیت کا نفاذ 92

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- (و)؛ آتش فشاں پھٹنا 93
- (ہ)؛ جنگِ آزادی کے شعلے 94
- جنگِ آزادی کے بعد مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کی ایک جھلک! 95

➢ تیسرا دور: حصولِ آزادی کی ایک نئی جہت! 100

- بیداری کی لہر 101
- اصلاحی تحریکیں 102
- انڈین نیشنل کانگریس کا قیام 104
- بنگال کی تقسیم 105
- کانگریس کا بے نقاب چہرہ 105
- سیاست میں واپسی 106
- جنگ عظیم اوّل اور ہندوستانی سیاست پر اس کے اثرات 108
- امرتسر کا قتل عام 111
- تحریکِ خلافت 112
- تاریخی پس منظر 113
- خلافت کانفرنس 117
- عدم تعاون کی تحریک 119
- تحریک کا اختتام 120
- نتائج 121
- ایک اور گھاؤ! 122
- منزل کی نشاندہی 124
- کانگریسی وزارتیں 125

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- یوم نجات 127
- قرار دادِ پاکستان 128

➢ مشترکہ ہندیا منقسم ہند۔۔۔۔ فیصلہ کُن معرکہ! 131

- اگست پیشکش 132
- کرپس مشن 133
- کانگریسی ڈرامہ 134
- کابینہ مشن 136
- قتلِ عام اور ہندوؤں کے شرمناک مظالم! 138
- آزادئ ہند کا اعلان! 140
- پہلی اسلامی نظریاتی ریاست۔۔۔۔۔ پاکستان کا ظہور 141
- بابائے قوم کا قوم سے خطاب 143
- ریڈکلف کی غداریاں 144
- اِک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے! 147
- حواشی 152

دوسری فصل:

پاکستان کیوں بنا؟

➢ پاکستان کیوں بنا؟ 166

- پاکستان کی بنیاد! 167
- دو قومی نظریے کا مفہوم 167
- سرسید کی تائید 168

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- تقسیمِ ہند کا اوّلین مطالبہ 168
- اقبال اور دو قومی نظریہ 169
- چوہدری رحمت علی اور دو قومی نظریہ 171
- جناح اور دو قومی نظریہ 172
- قائدِ ملت اور دو قومی نظریہ 175
- دو قومی نظریے کے مخالفین اور ان کے عزائم! 176
- پاکستان کا مطلب کیا؟ 176
- فکرِ اقبال اور جناح کا عزم! 178
- ایک اعتراض اور اس کا جواب 180
- حواشی 182

تیسری فصل:

قائدِ اعظم کیسا پاکستان چاہتے تھے؟

- قائدِ اعظم کیسا پاکستان چاہتے تھے؟ 187
- سیکولر اِزم اور اسلام 188
- سیکولر حضرات کا منصوبہ 190
- تاریخ درست کیجیے! 191
- پاکستان۔۔۔۔۔۔ اقوالِ قائد کی روشنی میں 197
- پہلا قول: 197
- دوسرا قول: 199
- تیسرا قول: 202

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- چوتھا قول: 205
- پانچواں قول: 207
- چھٹا قول: 208
- اہم نکتہ 209
- ساتواں قول: 215
- آٹھواں قول: 217
- نواں قول: 220
- دسواں قول (جناح کی واحد خواہش) 222
- سیکولر حضرات کا بوداپن۔۔۔! 225
- جناح کی 11 اگست کی تقریر 226
- مجمل اور مفصل جوابات 226
- (الف): 226
- (ب): 227
- (ج): 228
- (د): 228
- (و): 230

➢ حاصلِ کلام 235

- حواشی 244

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عرضِ ناشر

تاریخ کیا ہے اور اس سے واقفیت کیوں ضروری ہے؟

ماضی میں گزرے حالات اور حادثات و واقعات کے دُرست تحریری علم کا نام تاریخ ہے۔ تاریخ سے واقفیت اس لیے ضروری ہے کہ اس کے ذریعے ہم گزشتہ حالات پر سیر حاصل بحث کر کے اپنے حال کو بہتر بنا سکتے ہیں، اپنے مستقبل کی منصوبہ بندی کر سکتے ہیں، اپنے بزرگوں کے کارناموں سے آگاہ ہو سکتے ہیں، سابقہ اقوام کے تجربات سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں اور اُس منزل تک رسائی پا سکتے ہیں جس کے حصول پر ہمارے بزرگ گامزن تھے۔ ہر قوم کی ایک اپنی تاریخ ہے اور جو قوم اپنے ماضی سے جس قدر مضبوط تعلق رکھتی ہے، اُسی قدر اس کا تابناک مستقبل ہوتا ہے۔ ماضی، حال اور مستقبل؛ ان تینوں کا باہم ایک مربوط رشتہ ہے۔ اس رشتے میں سے آپ کسی ایک چیز کو بھی نظر انداز نہیں کر سکتے۔ کیونکہ حال کو سمجھے بغیر آپ اپنے مستقبل کی بہتر منصوبہ بندی نہیں کر سکتے اور مستقبل کی منصوبہ بندی کے لیے آپ کو اپنے ماضی سے تعلق قائم رکھنا ہو گا۔ بصورتِ دیگر آپ نے اگر اپنے ماضی کو نظر انداز کر دیا تو آپ تاقیامت اس منزل کو نہ پا سکیں گے جس کا خواب آپ کے بزرگوں نے دیکھا تھا۔ اس اعتبار سے یہ لازم ہے کہ ماضی سے آگاہ رہا جائے، حال پر نظر رکھی جائے اور اپنے بزرگوں کے نصب العین سے پیوستہ رہا جائے۔

قیامِ پاکستان کی تاریخ کے دامن میں لاکھوں مسلمانوں کی قُربانیاں، بہتا لہو، بکھرے اعضا، جوان لاشے، بہنوں کی لُٹی عصمتیں، ماؤں اور بچوں کی آہ و بکا اور 65 لاکھ مسلمانوں کی پُر الم داستانِ ہجرت ہے۔

سوال یہ ہے کہ تشکیلِ پاکستان کے لیے اس قدر عظیم صعوبتیں برداشت کیوں کی گئیں؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

صرف اس بنا پر کہ متحدہ ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں ہونے کی وجہ سے ہمیشہ ہندوؤں کے محکوم بن کر رہتے۔ اُن کا جداگانہ تشخص مٹ جاتا، اُن کی تاریخ و روایات دَم توڑ بیٹھتیں اور برصغیر میں اسلام کو شوکت و حاکمیت کبھی نصیب نہ ہو پاتی۔ یہی وجہ تھی کہ قیامِ پاکستان سے قبل ہندوستان کی گلی گلی یہ نعرہ گونج رہا تھا، پاکستان کا مطلب کیا..... لا اِلٰہ الا اللہ!

اگر شجرِ ماضی سے پیوستہ رہتے ہوئے حصولِ پاکستان کے مقصد کو پیشِ نظر رکھا جاتا تو آج وطنِ عزیز میں شریعت کا نفاذ ہونا چاہیے تھا۔ مگر افسوس کہ آج ہم اپنے ماضی سے لاتعلق ہو چکے، اپنی تاریخ و روایات کو بھُلا چکے، لاکھوں مسلمانوں کی پُر الم شہادتوں کو فراموش کر چکے اور قیامِ پاکستان کے تاریخی پس منظر کو مٹی تلے دفن کر چکے.....!

ماضی کو فراموش کرنے کی سزا ہمیں یہ ملی کہ آج ہماری اپنی منزل کوئی نہیں! کبھی ہم صدارتی نظام میں پناہ ڈھونڈتے ہیں تو کبھی ہم جمہوریت کو خدائی نظام تصور کرتے ہیں۔ کبھی ہم کمیونزم کی طرف لپکتے ہیں تو کبھی سیکولرازم کے نفاذ کے لیے دوڑ دھوپ کرتے ہیں۔ کبھی ہم اُبھرتے چین کی طرف للچائی نظروں سے دیکھتے ہیں تو کبھی یورپ کی ترقی کو دیکھ کر اپنی بدحالی کا رونا روتے ہیں۔ لُطف یہ ہے کہ یہ رونا گزشتہ 72 سالوں سے جاری ہے اور اس رونے میں کمی تو کیا آتی اُلٹا اس میں دن بدن اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا ہے!

فرنگی راج میں برطانیہ سرمایہ دارانہ نظام کا علمبردار تھا تو کانگریس سیکولرازم کا پرچار کر رہی تھی۔ ایسے میں گاندھی نے رعونت بھرے لہجے میں کہا کہ ہندوستان میں صرف دو قوتیں ہیں جس پر قائداعظم نے برملا جواب دیتے ہوئے کہا کہ ایک تیسری قوت بھی ہے اور وہ مسلم لیگ ہے۔ یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلم لیگ سرمایہ دارانہ نظام چاہتی تھی اور نہ سیکولرازم، بلکہ وہ اپنی جُداگانہ حکومت کا قیام چاہتی تھی۔ واضح رہے کہ یہ جُداگانہ حکومت دو قومی نظریے کی بنیاد پر قائم کی جا رہی تھی۔ دو قومی نظریے سے مراد یہ ہے کہ مسلمان، ہندوؤں سے بالکل مختلف اور ایک علیحدہ قوم ہیں؛ ان کی تاریخ، روایات، تہذیب، تمدن، ثقافت، سلام و کلام، خوشی غمی کا اظہار، کھانے پینے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا انداز اور طرزِ حکمرانی ہندوؤں سے یکسر جدا ہے۔ لہٰذا مسلمانانِ ہند کا ایک علیحدہ وطن ہونا چاہیے جہاں وہ اسلام کو عملاً نافذ کر کے اس کی تعلیمات کے عین مطابق اپنی زندگی بسر کر سکیں۔

چنانچہ دو قومی نظریے کی بنیاد پر پاکستان تو قائم ہو گیا مگر المیہ یہ ہوا کہ قیامِ پاکستان کے بعد قائد اعظم بمشکل سال بھر زندہ رہے اور ان کے بعد قائد ملّت لیاقت علی خان کو بھرے مجمع میں گولی مار کر شہید کر دیا گیا۔ یوں پاکستان کا وہ سفر جسے اسلام کے ایک عظیم قلعہ پر منتج ہونا تھا، منزل تک پہنچنے سے قبل ہی اپنی راہ کھو بیٹھا! چنانچہ فرنگی غلام طبقے نے اس موقع سے بھرپور فائدہ اُٹھا کر قوم کا رشتہ ماضی سے کاٹ کر اسے بھول بھلیوں میں ڈال دیا۔ اب انجام کار یہ ہے کہ نوجوان نسل دو قومی نظریے کا علم رکھتی ہے اور نہ تشکیلِ پاکستان کا تاریخی پس منظر جانتی ہے..... قیامِ پاکستان کے اسباب سے آگاہ ہے اور نہ وجودِ پاکستان کے مقاصد سے واقف ہے..... یہی وجہ ہے کہ نسلِ نو کو اپنے ماضی کا علم ہے اور نہ مستقبل میں ان کے سامنے کوئی منزل ہے۔

زیرِ نظر کتاب "قائدِ اعظم اور پاکستان کی نظریاتی اساس" بلاشُبہ اس موضوع پر ایک منفرد اور بے مثال کتاب ہے۔ جناب عمر حیات صاحب نے کمال علمی دیانت کا ثبوت دیتے ہوئے تاریخ پر پڑی گرد ہٹا کر عوام الناس کو نہ صرف تشکیلِ پاکستان کے تاریخی پس منظر سے آگاہ کیا ہے بلکہ مقصدِ وجودِ پاکستان کو بھی نہایت جامع اور پُر اثر انداز میں قلم بند کر دیا ہے۔ نیز یہ کہ سیکولر ٹولے نے جناح اور پاکستان سے متعلق ان کے وژن کو سیکولر جامہ پہنانے کے لیے جو تانا بن رکھا تھا، جناب عمر حیات نے علمی دلائل کی روشنی میں اسے اُدھیڑ پھینکا ہے اور اس طرح یہ کتاب نظریہ پاکستان کے مخالفین کے لیے شمشیر بے نیام کی حیثیت رکھتی ہے۔ لہٰذا اس کتاب کا مطالعہ صدرِ پاکستان سے لے کر ایک عام طالبعلم کے لیے ناگزیر ہے۔

میرے نزدیک اس کتاب کو ہر پاکستانی کی لائبریری کی زینت اور ہمارے نصاب کا حصہ ہونا چاہیے۔ مدارسِ دینیہ میں اسے بطورِ تاریخ پڑھایا جانا چاہیے تاکہ نسلِ نو کو معلوم رہے کہ برصغیر کے تاریخی تناظُر میں ان کا ماضی کیا تھا، پاکستان بننے کے اسباب کیا تھے، قیامِ پاکستان کے لیے لاکھوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمانوں نے سر دھڑ کی بازی کیوں لگائی، وہ کیا مقاصد تھے جن کے تحت پاکستان وجود میں آیا اور اب ان مقاصد کے حصول کے لیے انہیں کیا کرنا ہے۔ بقول شاعرِ مشرق

؎ وقتِ فرصت ہے کہاں، کام ابھی باقی ہے نورِ توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

زاہد علی خان

ZAKBooks, zakprint24@gmail.com

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حرفِ اوّل

پاکستان کی نظریاتی اساس دو قومی نظریہ ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ دو قومی نظریے کا آغاز سرسید سے ہوا۔ لیکن یہ خیال جتنا مشہور ہے اس سے زیادہ غلط ہے۔ برصغیر میں مسلمانوں کے جداگانہ تشخص پر اصرار کی تاریخ بہت پرانی ہے۔ قائداعظم نے کہا ہے کہ پاکستان تو اسی روز وجود میں آگیا تھا جس دن پہلا ہندو مسلمان ہوا۔ لیکن دو قومی نظریے کے بلند سطح پر اظہار کی تاریخ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ سے شروع ہوتی ہے۔ مجدد الف ثانیؒ نے جہانگیر کے دربار میں رائج کئی رواجوں پر سخت اعتراضات کیے۔ انھوں نے فرمایا کہ دربار میں سجدۂ تعظیمی کیا جاتا ہے جو خلافِ شرع ہے، اس لیے کہ مسلمان کا سر صرف اللہ کے سامنے جھک سکتا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ نے جہانگیر کو یاد دلایا کہ تم نے ہندوؤں کو خوش کرنے کے لیے گائے کے ذبیحے پر پابندی عائد کر رکھی ہے، حالانکہ اسلام گائے کے ذبیحے کی اجازت دیتا ہے۔ جہانگیر، مجدد الف ثانیؒ کے اعتراضات سے سخت ناراض ہوا اور اُس نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ کو قید میں ڈال دیا۔ مگر بعد ازاں مجدد الف ثانیؒ کی بعض کرامات کا تذکرہ سن کر مرعوب ہوگیا اور اُس نے سجدۂ تعظیمی موقوف کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی گائے کے ذبیحے پر پابندی اُٹھالی گئی۔

بدقسمتی سے اورنگ زیب عالمگیر اور دارا شکوہ کی کشمکش کو دو شہزادوں کی معرکہ آرائی سمجھا جاتا ہے، لیکن ایسا نہیں تھا۔ اورنگ زیب اور دارا شکوہ کی کشمکش دو قومی نظریے اور ایک قومی نظریے کی کشمکش تھی۔ اس کشمکش میں اورنگ زیب عالمگیر دو قومی نظریے کی علامت تھا، اور دارا شکوہ ایک قومی نظریے کا استعارہ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ دارا شکوہ ہندو ازم سے بے حد متاثر تھا، اُس نے صاف کہا کہ وہ ہندوؤں کی مقدس کتاب اُپنشد کو (نعوذ باللہ) قرآن سے بہتر سمجھتا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دارا شکوہ کی سرپرستی کی وجہ سے ہندو اتنے جَری ہو گئے تھے کہ انھوں نے کئی مساجد کو شہید کیا۔ اورنگزیب کو اندیشہ تھا کہ داراشکوہ بادشاہ بن گیا تو وہ برصغیر سے اسلام کو فنا کر دے گا۔ چنانچہ اورنگزیب نے جنوبی ایشیا میں اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کے مذہبی تشخص کی بقا اور سلامتی کے لیے داراشکوہ کے ساتھ پنجہ آزمائی کی۔ دو قومی اور ایک قومی نظریے کی یہی کشمکش بعد ازاں سرسید، اقبال اور محمد علی جناح کی فکر میں ظاہر ہوئی۔ ایک زمانے میں سرسید ایک قومی نظریے کے قائل تھے۔ چنانچہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک خوبصورت دلہن کی دو خوبصورت آنکھیں قرار دیا کرتے تھے، مگر جب انھوں نے دیکھا کہ گاندھی اردو اور فارسی کی بیخ کنی کر رہے ہیں اور ان کے مقابلے پر ہندی کو آگے بڑھا رہے ہیں تو وہ دو قومی نظریے کے قائل ہو گئے۔

اقبال سرسید سے زیادہ وسیع المشرب تھے۔ انھوں نے اپنی شاعری میں گوتم کو سراہا ہے۔ انھوں نے گرونانک کی تعریف کی ہے۔ یہاں تک کہ رام کو "امامِ ہند" کہا ہے۔ حد یہ کہ اپنی شاعری کے آغاز میں انھیں خاکِ وطن کا ہر ذرہ دیوتا نظر آتا تھا۔ مگر بالآخر اقبال کی بھی قلبِ ماہیت ہو گئی اور "سارے جہاں سے ہندوستاں ہمارا" کا نعرہ لگانے والے اقبال "مسلم ہیں ہم، وطن ہے سارا جہاں ہمارا" کا اعلان کرتے نظر آتے ہیں۔

محمد علی جناح کانگریس کے رہنما تھے اور ان کی شُہرت کی ایک وجہ یہ تھی کہ انھیں ہندو مسلم اتحاد کا سفیر کہا جاتا تھا، مگر قائداعظم کے بقول 1930ء کی گول میز کانفرنس میں گاندھی کے رویے سے اُن پر آشکار ہو گیا کہ ہندو مسلم اتحاد ناممکن ہے۔ چنانچہ قائداعظم محمد علی جناح دو قومی نظریے کے عَلَم بردار اور شارح بن کر سامنے آئے۔

دو قومی نظریے کی یہ طویل تاریخ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے، مگر اس کے باوجود سیکولر اور لبرل عناصر نے پاکستان میں دو قومی نظریے اور پاکستان کی نظریاتی اساس کو داغ دار بنانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ ان عناصر نے اس جھوٹ کو عام کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہوا ہے کہ قائداعظم ایک سیکولر پاکستان کے لیے جدوجہد کر رہے تھے، اور قیامِ پاکستان کا اصل سبب دو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قومی نظریہ نہیں بلکہ برصغیر کے سیاسی اور معاشی مفادات کا تحفظ تھا۔ اس سلسلے میں سیکولر اور لبرل لوگوں کی دانش ورانہ اور علمی عُسرت کا حال یہ ہے کہ ان کے پاس 11 اگست 1947ء کی ایک تقریر کے سوا کچھ نہیں ہے۔ مگر چونکہ سیکولر اور لبرل لوگوں کے پاس ذرائع ابلاغ کی طاقت ہے، اس لیے وہ ایک تقریر کو بھی ایک ہزار تقریروں کی طرح پیش کر رہے ہیں۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو عمر حیات کی تصنیف کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے پاکستان کے اسلامی تشخص کو ثابت کرنے لیے ٹھوس اور ناقابلِ تردید حقائق کا دریا بہا دیا ہے۔ انھوں نے اپنی تصنیف میں جو بات کہی ہے اُسے تاریخی شہادتوں سے آراستہ کیا ہے۔ عمر حیات پیشے کے اعتبار سے استاد ہیں، مگر انھوں نے اپنی تصنیف میں ایک اعلیٰ پائے کے محقق کی طرح دادِ تحقیق دی ہے۔ لیکن یہ عمر حیات صاحب کی تصنیف کی واحد خوبی نہیں۔ عام طور پر محققانہ طریقہ کار متن کو بے رُوح بنا دیتا ہے، تاہم عمر حیات نے علم اور جذبے کو اس طرح باہم آمیز کر دیا ہے کہ ان کی تحریر میں ایک دلکشی پیدا ہو گئی ہے۔ ایسی دلکشی جو قاری کو پہلے صفحے سے آخری صفحے تک کتاب سے وابستہ رکھتی ہے۔ یہ عمر حیات صاحب کی پہلی کتاب ہے، مگر اس کتاب میں اتنی پختگی ہے جیسے عمر حیات مدتوں سے تصنیف و تالیف کے کام سے وابستہ ہوں۔ عمر حیات نوجوان ہیں مگر ایسے نوجوان، اقبال نے جن کو پیروں کا استاد ہونے کی دعا دی ہے۔

شاہنواز فاروقی

(معروف صحافی، شاعر، ادیب، دانشور اور کالم نگار)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مقدمۃ الکتاب

الحمدللہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین، امابعد

25 دسمبر 2016ء کے دن ایک کالم پڑھنے کا اتفاق ہوا جس کا عنوان تھا: "پاکستان کیوں بنا؟" جیسے جیسے یہ کالم پڑھتا گیا ویسے ویسے دل و دماغ پر حیرت اور صدمے کی کیفیت طاری ہوتی گئی کہ کالم نگار کس دھڑلے سے پاکستان کی نظریاتی اساس پر کاری وار کر رہا ہے! کالم نویس نے، کسی کتاب سے اقتباس نقل کر کے، اپنے کالم کے ذریعے جہاں اشارتاً نظریے کی افادیت کو جھٹلایا وہیں کھلم کھلا پاکستان کے نظریاتی ملک ہونے کی نفی بھی کی۔[1]

اسی طرح ایک اور کالم نویس نے 27 مارچ 2016ء کو اپنے ایک کالم میں لکھا:

"**قائدِ اعظم محمد علی جناح (جن کا تعلق مسلم اقلیتی اثنا عشری شیعہ فرقہ اور ممبئی سے تھا) ایک بہت ہی سیکولر اور لبرل انسان تھے** اور انھیں ہندو مسلم اتحاد کا سفیر سمجھا جاتا تھا۔ وہ گاندھی جی کے فرقہ وارانہ اظہار سے بہت نالاں تھے **اور سیاست میں مذہبی تشبیہات کے استعمال کے خلاف۔** تاریخی جبر کے ہاتھوں، وہی **محمد علی جناح اقلیتی حقوق کے تحفظ کی خاطر "دو قومی نظریہ" کے داعی بنے۔** لیکن جناح صاحب کے لیے مخمصہ یہ تھا کہ اقلیتی مسلم علاقوں کے مسلمان تو متفرق مسلم نظریہ کے پُرجوش حامی تھے، **لیکن مسلم اکثریتی علاقوں کے مسلمانوں کو اس میں قطعی دلچسپی نہ تھی اور وہ مذہبی بنیاد پر تقسیم کے خلاف تھے، جیسا کہ پنجاب، سندھ، خیبر پختون خوا اور بنگال**..... انھوں نے 11 اگست کو آئین ساز اسمبلی کے اجلاس سے خطاب میں اقلیتوں کے مساوی حقوق کی بات کی **اور نئی ریاست کو مذہب سے ماورا ہونے کا واشگاف اعلان کیا۔** اسی طرح بھارت میں ایک سیکولر آئین تشکیل دیا گیا۔ لیکن آج تک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھارت میں اور نہ پاکستان میں عملاً اقلیتوں کو حقوق مل سکے اور نہ ہی دونوں ملک حقیقی رضاکارانہ وفاق بن سکے جن میں محروم قومیتوں کو برابر کے حقوق مل سکتے۔ پاکستان میں یہ کام مذہبی انتہا پسندوں نے پاکستان، اسلام اور سرکاری زبان کے نام پر کیے، جبکہ بھارت میں یہ "بھارت ماتا" اور اب ہندتوا کے نام پر ہو رہا ہے"۔[2]

کالم نگار کے زہر میں بجھے (خط کشیدہ) الفاظ اور اسی قسم کی دیگر تحریریں نسلِ نو کو گمراہی میں مبتلا کر رہی ہیں۔ انھیں پڑھ کر آج کے نوجوان جہاں ایک طرف جناح کے حوالے سے تذبذب کا شکار ہو کر پاکستان کو ایک نظریاتی ملک تسلیم کرنے سے انکاری ہیں، وہیں پر اس غلط فہمی میں بھی مبتلا ہو چکے ہیں کہ اگر وطنِ عزیز پاکستان میں شریعت نافذ ہو گئی تو اقلیتوں کو ہر قسم کے بنیادی حقوق سے محروم کر کے ان کے ساتھ بھی وہی سلوک برتا جائے گا جو آج بھارت میں مسلمانوں کے ساتھ رَوا رکھا جا رہا ہے۔

اس طرح ان قلم کاروں نے اسلام جیسے پاکیزہ الٰہی دین اور ہندو دھرم جیسے بُت پرست شرکیہ مذہب کے پیروکاروں کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ حضرات اسلامی تعلیمات کی آبیاری کرنے والوں کو مذہبی انتہا پسند اور بنیاد پرست کہہ کر کُھلے عام ان کی تضحیک کرتے ہیں۔ یہ لوگ عوام النّاس میں اس بات کا پرچار کر رہے ہیں کہ سیکولر نظامِ حکومت ہی واحد نظام ہے جو اقلیتوں کو تحفظ فراہم کرتا ہے بصورتِ دیگر اسلامی نظامِ حکومت میں محکوم قوموں اور اقلیتوں کے حقوق کے تحفظ کا کوئی تصور نہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ یہ حضرات سچ اور جھوٹ کا ملغوبہ اس عیاری سے پیش کرتے ہیں کہ وہ اسلام کے سیاسی نظام اور نظریۂ پاکستان کے خلاف زہر تو اُگلتے رہیں پر کسی کی پکڑ میں نہ آ سکیں۔ بقول شاعر

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

چونکہ وقتاً فوقتاً اب اس قسم کے مضامین و کالم مختلف اخبارات و رسائل میں شائع ہو رہے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں جنھیں پڑھ کر نوجوان نسل بڑی تیزی کے ساتھ جناح، شریعت اور نظریہ پاکستان کے متعلق شکوک و شُبہات کا شکار ہو رہی ہے۔ اس لیے میں نے اللہ رب العزّت کی ذات پر توکل کرتے ہوئے یہ عزم کیا کہ نظریۂ پاکستان کے مخالف گروہوں کا فریب آشکار کرتے ہوئے وطنِ عزیز پاکستان کی نظریاتی اساس کا دفاع کرنا ہے۔ یہ سوچ کر میں نے قلم اُٹھایا اور مخالفین کی جانب سے پھیلائے گئے شُبہات کی ایک مختصر پر مُدلّل تردید ضبطِ تحریر میں لانے کی اپنی سی کوشش کی۔

اس مختصر سی تحریر کو قلم بند کرنے میں تقریباً ساڑھے پانچ ماہ بیت گئے۔ اس کی بنیادی وجہ وقت کی قلّت اور کتب کی عدم دستیابی تھی۔ چونکہ میرے وقت کا ایک بڑا حصہ حصولِ معاش کی تگ و دو میں صرف ہو جاتا ہے، اس لیے یکسوئی کے ساتھ اس موضوع پر لکھنے کا وقت بہت کم ہی مل پاتا۔ بہر حال جتنا وقت مل سکا اور جس قدر مطالعہ مجھ سے ممکن ہو سکا، اس کا نتیجہ آپ کے پیشِ خدمت ہے۔

راقم الحروف نے زیر نظر کتاب کو اس انداز میں ترتیب دیا ہے کہ ہر فصل کے اختتام پر "حواشی" کا عنوان قائم کرتے ہوئے متن میں درج کردہ عبارات اور مختلف راہنماؤں کے اقوال کے اصل الفاظ من و عن نقل کر دیئے ہیں۔ اس ترتیب کا فائدہ یہ ہے کہ قاری کی توجہ زیرِ حاشیہ (foot note) پر نہیں جاتی بلکہ متن پر ہی مرکوز رہتی ہے۔ تاہم متن سمجھنے کے بعد اگر وہ مراجع کی طرف رجوع کرنا چاہے تو اسے باآسانی ہر فصل کے اختتام پر مصادر و مآخذ بھی مل سکتے ہیں۔

اس کتاب کی تالیف میں سب سے زیادہ دشواری دوسرے باب کی پہلی فصل، یعنی "تشکیل پاکستان کا تاریخی پس منظر۔۔۔" کو قلم بند کرتے وقت پیش آئی۔ چونکہ اس موضوع پر سینکڑوں کتب موجود ہیں، کوئی مفصل ہے تو کوئی مختصر۔ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ بعض تاریخی واقعات کی تفصیل اگر کسی کتاب میں موجود ہے تو انہی واقعات کے چند ایک اہم نکات وہاں یکسر غائب تھے جو کسی دوسری کتاب میں مجھے ملے۔ اب واقعات کو اس انداز میں جوڑنا کہ ترتیب وار ہر بات اپنے مقام پر آجائے، بے جا طوالت بھی نہ ہو اور کوئی مفید پہلو بھی غائب نہ رہے، ربط بھی نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ٹوٹے اور سلسلہ کلام بھی جاری رہے، میرے لیے ایک سخت دُشوار گزار کام ثابت ہوا۔ میں نے اَز بس کوشش کی ہے کہ جو بات جہاں سے جس قدر نقل کی گئی ہے، اس کا حوالہ ساتھ ہی نقل کر دیا جائے۔ بہر حال، چند ایک ایسے مباحث جو مطالعہ پاکستان کے طالب علم کے لیے تو مفید ہو سکتے تھے مگر عام قاری کے لیے غیر اہم تھے اور انھیں نقل کرنے سے تحریر بوجھل ہوتی، راقم نے ان سے صَرفِ نظر کیا ہے۔ اب تفصیل کے شائقین حضرات کو چاہیے کہ وہ مختلف کتب خانوں، بالخصوص سندھ یونیورسٹی کے شعبہ مطالعہ پاکستان کی لائبریری کی طرف رجوع کریں جہاں سینکڑوں نادر و نایاب کتب اس موضوع پر موجود ہیں۔

الحمد للہ! میں فخریہ طور پر یہ بات کہتا ہوں کہ اس کتاب میں میرا کچھ نہیں ہے، جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ مختلف مصنفین کی تاریخ پاکستان اور تحریکِ پاکستان کے موضوع پر لکھی گئی کتب، رسائل، مضامین اور کالموں کا نچوڑ ہے کہ جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں موجود ہے۔ اس طرح یہ کتاب اُس خوبصورت گلدستہ کی مانند ہے جس میں چمن کے ہر پھول کی خوشبو آپ نمایاں طور پر محسوس کریں گے۔

قارئین کرام! یہ نہایت نامناسب ہو گا کہ اگر میں اپنے شفیق و مہربان استاد فیصل رحیم پنھور صاحب کا شکریہ ادا نہ کروں اور ان کے لیے دعائے رحمت نہ کروں جنھوں نے اس کتاب کی نوک پلک سنوارنے میں میرے ساتھ ہر ممکن تعاون کیا، مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازا اور انگریزی اقوال و عبارات کا سلیس اردو ترجمہ کرنے میں حد درجہ میری مدد بھی فرمائی—اللہ کریم ان کے اس عمل پر انھیں دنیا و آخرت میں جزائے خیر عطا فرمائے، آمین!

محترم بھائی سہیل احمد شارِق راجپوت صاحب (لیکچرر گورنمنٹ کالج نصر پور) کا میں انتہائی ممنون و مشکور ہوں جنھوں نے اوّل تا آخر اس کتاب کو پڑھا، اسے سَراہا اور زبان و بیان کی بہتری کے سلسلے میں میری اصلاح فرمائی۔

قارئینِ کرام سے میری آخری گزارش یہ ہے کہ میں کوئی عالم و فاضل ہوں نہ سکہ بند

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لکھاری۔ لہٰذا کمی کوتاہیوں کے باوجود اس ادنیٰ سی کاوش کو قبول فرمائیں، اس کی خطاؤں کو درگزر کر دیں اور اس کی غلطیوں کی اصلاح کر دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب میں جس قدر حسن و جمال ہے، وہ میرے مالکِ کریم کا فضل و کرم ہے۔ اور اگر کہیں کوئی غلطی یا سقم ہے تو وہ میری ذاتی کمزوری اور شیطان کی طرف سے ہے۔

﴿إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۚ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ﴾ (هود 88:11)

"میرا مقصد اپنی استطاعت کی حد تک اصلاح کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اور مجھے جو کچھ توفیق ہوتی ہے صرف اللہ کی مدد سے ہوتی ہے۔ اُسی پر میں نے بھروسہ کر رکھا ہے، اور اُسی کی طرف میں (ہر معاملے میں) رُجوع کرتا ہوں"۔

چونکہ اس تالیف سے اصل مقصود اللہ تبارک وتعالیٰ کی رضا اور نوجوان نسل کو قیامِ پاکستان کے مقصد اور تحریکِ پاکستان کے صحیح پس منظر سے آگاہی فراہم کرنا ہے۔ اس لیے میں اللہ کریم سے اس بات کی اُمید کرتا ہوں جسے حدیث میں یوں بیان کیا گیا ہے:

«من دعا إلى هدى، كان له من الأجر مثل أجور من تبعه، لا ينقص ذلك من أجورهم شيئا».

"جس نے راہِ ہدایت کی طرف لوگوں کو دعوت دی اسے اتنا ہی اجر ملے گا جتنا کہ اس کی اتباع کرنے والوں کو ملے گا، بغیر اس کے کہ کسی کے اجر میں کوئی کمی واقع ہو"۔[3]

۱۹ رمضان المبارک ۱۴۳۸ھ 15 جون 2017

عمر حیات قائم خانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حواشی

۱ روز نامہ جنگ کراچی اتوار ۲۵/ربیع الاوّل ۱۴۳۸ھ ۲۵/دسمبر ۲۰۱۶ء کے صفحہ نمبر –۷ پر دیکھئے کالم نگار عبد الرؤف کا لکھا گیا کالم: "پاکستان کیوں بنا؟"

۲ (روز نامہ جنگ کراچی اتوار 17 / جمادی الثانی 1437ھ 27 / مارچ 2016ء، کالم نگار: امتیاز عالم، کالم بعنوان: "جناح نے جو 1940ء میں سوچا!"، صفحہ نمبر-7)

۳ [الصحيح المسلم: كتاب العلم، باب من سن سنة حسنة أو سيئة ومن دعا إلى هدى أو ضلالة. (2674)]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب اوّل

نظریۂ پاکستان سے متعلق چند شکوک و شُبہات اور ان کا اِزالہ!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نظریے کی افادیت اور اس کی ضرورت؛

انسانی غور و فکر، نقطۂ نظر اور اعتقاد کے مجموعے کا نام "نظریہ" ہے۔ نظریہ ہی انسان کے مقصدِ زندگی، نصب العین اور منزل کو متعین کرتا ہے۔ انسان کی زندگی سے اگر نظریہ نکال دیا جائے، تو پھر انسان اور حیوان میں درحقیقت کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ انسان اگر جانوروں سے ممتاز ہے، تو محض وجود کے اعتبار سے نہیں، بلکہ فکر و شعور کے اعتبار سے ہے۔ فکر و شعور کی دولت انسان میں ہے، جانوروں میں نہیں۔ پس اگر انسان بھی عقل و شعور سے عاری ہو جائے، تو پھر انسان اور حیوان میں فرق ہی کیا رہ جائے گا!

عظیم انسانوں کے افکار و خیالات بھی عظیم ہوا کرتے ہیں! جو لوگ جس قدر بُلند نظریہ رکھتے ہیں، اسی قدر وہ دیگر انسانوں سے ممتاز ہوتے ہیں۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلام نے انسانیت کو جس نظریے سے نوازا ہے، اس سے عظیم تر نظریے کا تصور تک محال ہے۔ چونکہ برصغیر کو فرنگی تسلط سے نجات دلانے کی تحریک کے قائدین اس حقیقت کے قائل تھے، اسی لیے انھوں نے اپنی جِدُّ و جُہدِ آزادی کا آغاز دو قومی نظریے کی بنیاد پر کیا جو اللہ کے فضل سے قیامِ پاکستان پر منتج ہوا۔ اس اعتبار سے پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے۔ اس کے نظریے کی بنیاد کلمۂ توحید لا الٰہ الا اللہ پر قائم ہے۔ اور یہ بات اتنی واضح و بیّن ہے کہ اس میں کسی شک و شُبہ کی گنجائش نہیں۔ مگر حیرت ہے کہ آج کے کچھ نام نہاد دانشور (حقیقتاً مذہب بیزار افراد) نظریۂ پاکستان کے حوالے سے تشکیک کے بیج بونے میں بڑی تندہی سے جُتے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ طویل عرصے سے الیکٹرانک و پرنٹ میڈیا بشمول سوشل میڈیا پر اس بات کی ترویج و اشاعت کر رہے ہیں کہ پاکستان نظریے کی بنیاد پر وجود میں نہیں آیا۔ قائدِ اعظم کا مقصد اس ملک کو ایک اسلامی ریاست بنانا ہرگز نہیں تھا۔ نیز یہ کہ آج ہم وطنِ عزیز میں جس فساد اور قتل و غارت کا شکار ہیں، اس کی بنیادی وجہ سیاست میں مذہب کی مداخلت ہے۔ گویا ان کے نزدیک نظریۂ پاکستان اور مذہبِ اسلام کو اس ملک کی سیاست و معیشت سے خارج کر دینا ہی قائد کے خوابوں کی صحیح تعبیر اور پاکستان میں موجود فساد کے استیصال کا سبب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو گی۔

زیرِ نظر باب میں جہاں ایک طرف پاکستان کی نظریاتی اساس اُجاگر کی گئی ہے، وہیں دوسری جانب عقلی اور نقلی اعتبار سے یہ بات ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ معاشرے میں پھیلے فساد کا سبب دین سے ہماری دوری اور بداعمالیاں ہیں۔ لہٰذا آج اگر ہم مصائب و آلام کے طوفان میں گھِرے ہوئے ہیں، تو اس کی وجہ یہی ہے کہ ہم نے جس نظریے کے تحت یہ ملک حاصل کیا تھا، اسے ہم فراموش کر چکے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاکستان..... ایک نظریاتی ریاست!

برصغیر کے مسلمانوں نے پُرخلوص قیادت، اَن گنت قُربانیوں اور طویل جدوجہد کے بعد برطانوی سامراج اور ہندو غلبے کو شکست دے کر پاکستان کی صورت میں ایک آزاد اور خود مختار ملک حاصل کیا۔ اس مملکت کے حصول کا مقصد ایک اسلامی ریاست کا قیام تھا۔ یعنی ایک ایسی ریاست کا قیام جس کی اساس کلمہ توحید ((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ)) پر اُستوار ہو، جس کا دستور کتاب اللہ کے احکامات پر مبنی ہو، جس کی معیشت سود سے پاک اور زکوٰۃ و عشر کے نظام پر کھڑی ہو، جس کی عدالتوں میں فیصلے اللہ تبارک وتعالیٰ کی نازل کردہ وحی کی روشنی میں ہوتے ہوں، اور دینِ اسلام کو زندگی کے تمام شعبوں — سیاست، معیشت، معاشرت اور تجارت — میں مکمل بالادستی حاصل ہو۔ یہی مسلمانوں کا تابناک ماضی تھا اور اسی کے احیا کے لیے وہ کوشاں تھے۔ بانیٔ پاکستان، قائداعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ نے 30 ستمبر 1943ء کو ممبئی میں فرمایا:

> ”ہم دس کروڑ نفوس کی ایک قوم ہیں جو اس عظیم برصغیر کے باشندے ہیں، اور ہم ایک شاندار ماضی اور تاریخ رکھتے ہیں۔ آیئے خود کو اس کا اہل ثابت کریں اور اسلام کے حقیقی نشاۃ ثانیہ کو رُونما کریں اور اس کی شان وشوکت کو از سرِ نو جِلا بخشیں“۔[1]

پھر قیامِ پاکستان کے مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے 18 جون 1945ء کو کہا:

> ”پاکستان کا مطلب صرف حُریت و آزادی نہیں بلکہ نظریۂ اسلام ہے جس کا تحفظ لازِم ہے۔ اور یہ نظریہ ہمیں ایک قیمتی تحفہ اور خزانے کے طور پر ملا ہے اور ہمیں امید ہے کہ دوسرے بھی اس (کے تحفظ) میں ہمارے ساتھ شریک ہوں گے“۔[2]

اس تناظر میں دیکھا جائے تو پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جو خالصتاً نظریہ اسلام کی بنیاد پر وجود میں آیا۔

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

واضح رہے کہ 1867ء تک سر سید نے بڑی کوششیں کیں کہ کسی طرح ہندو مسلم اتحاد حقیقت کا رُوپ دھار لے اور یہ دونوں قومیں ایک ہو جائیں۔ لیکن ہندوؤں کے مکروہ عزائم دیکھتے ہوئے سر سید جلد ہی یہ بات سمجھ گئے کہ ان کا باہم متحد ہو جانا کسی صورت ممکن نہیں۔ چنانچہ ہندو مسلم اتحاد سے مایوس ہو کر وہ نہ صرف "دو قومی نظریے" کے داعی بنے بلکہ انھوں نے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ مملکت کے قیام کی ضرورت بھی محسوس کی۔

حقیقت یہ ہے کہ آج بھی پاکستان کی فضاؤں میں ان سر فروش مجاہدین کے نعروں کی بازگشت موجود ہے جنھوں نے نہ صرف فرنگیوں بلکہ بت پرست مشرکوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ فلک شگاف نعرے بلند کیے، بٹ کے رہے گا ہندوستان ......بن کے رہے گا پاکستان ......پاکستان کا مطلب کیا......؟ ((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ))!

اب ذرا تصور کی نگاہ سے دیکھیے وہ کیا منظر ہو گا جب ایک طرف مولانا محمد علی جوہر ایمانی غیرت سے بھرپور جوشیلی تقریریں کر کے ہندوستان کے کونے کونے سے نوجوانوں کو باہم متحد کر رہے ہیں، وہیں دوسری جانب شاعرِ مشرق، مفکر اسلام، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ انھیں قوموں کے عُروج کا درس دے کر یوں ان میں جذبۂ جہاد اُبھار رہے ہیں:

میں تجھ کو بتاتا ہوں، تقدیرِ اُمم کیا ہے ۔۔۔ شمشیر و سناں اوّل، طاؤس و رَباب آخر

وہ منظر بھی قابلِ دید تھا جب مولانا شبیر احمد عثمانی اور مولانا محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہم جیسے معروف علمائے کرام کانگریس چھوڑ کر مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کر رہے تھے۔ ان پاکیزہ نفوس کی علمی کاوشوں کی بدولت مسلمانوں میں یہ شعور بیدار ہوا کہ بحیثیتِ مسلمان وہ ایک منفرد قوم اور جداگانہ تشخص کے مالک ہیں۔ لہٰذا اگر وہ چاہتے ہیں کہ نفاذِ شریعت کے پاکیزہ ثمرات اپنی آنکھوں سے دیکھ سکیں، تو اس کے لیے انھیں ایک علیحدہ ریاست حاصل کرنا ہو گی۔

وہ عجب سماں تھا جب عورتیں جوش و خروش کے ساتھ تحریکِ پاکستان کو آگے بڑھانے میں ہراول دستے کا کردار ادا کر رہی تھیں۔ ایمانی جذبے سے سَرشار، دلوں میں جوش و ولولہ لیے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دو قومی نظریے کا پرچار کرنے والی ان خواتین کو تاریخ کبھی فراموش نہ کر پائے گی۔ ہندوستان کا آخر وہ کونسا گھر تھا جہاں ان کی بدولت تحریکِ پاکستان کا یہ نعرہ نہ پہنچا ہو، پاکستان کا مطلب کیا.....؟ ((لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰه))!

اسی طرح قائدِ اعظم بھی مسلمانانِ ہند میں سیاسی شعور بیدار کرنے میں بڑے پُرجوش تھے۔ انھوں نے نہ صرف مسلمانوں کو اپنی صفوں میں اتحاد برقرار رکھنے کا درس دیا بلکہ خود بھی بڑی تندہی اور جانفشانی سے قیامِ پاکستان کے لیے دن رات ایک کر دیئے۔ انھوں نے اپنی تقاریر میں واضح کیا کہ مسلمانوں کی بقا اور ان کے دین وملت کی حفاظت کا راز شریعت کی پاسداری اور ان کے ایمان کی پختگی میں مضمر ہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد، **30 اکتوبر 1947ء** کو، لاہور میں جلسہ عام سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا:

> "اگر ہم قرآنِ کریم سے تحریک و رہنمائی حاصل کریں تو فتح، میں پھر کہتا ہوں، بالآخر ہماری ہی ہو گی۔ میں آپ لوگوں سے ابھی فقط یہی مطالبہ کرتا ہوں کہ ہم میں سے ہر وہ شخص جس تک یہ پیغام پہنچے، پاکستان کو اِسلام کا قلعہ بنانے کا عہد کرے اور اس کے لیے، اگر ضرورت پڑے تو، اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو جائے"۔[۳]

یہاں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ پاکستان کو اسلام کا ایک مضبوط اور محفوظ قلعہ بنانا چاہتے تھے۔ درحقیقت یہی وہ مقصد تھا جس کے حصول کی خاطر ہمارے بزرگوں نے اپنی قیمتی جانوں کے نذرانے پیش کیے اور انگریزوں کی غلامی سے چھٹکارا پایا۔

چنانچہ اسلام کے اس قلعہ کو دیکھنے کے لیے نہ معلوم کتنے مسلمان ایسے تھے جو اپنا مال و اسباب چھوڑ کر انتہائی مفلسی کے عالم میں زخموں سے چُور، خون میں لت پت یہاں پہنچے اور خاکِ وطن کو چوم کر اپنی جان، جانِ آفرین کے سُپرد کر دی۔

اب اسے ہماری بدقسمتی سمجھیے یا شامتِ اعمال کہ آج 70 سال گزر جانے کے باوجود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی ہم اس مقصد کو حاصل نہ کر پائے جس کے تحت یہ ملک وجود میں آیا تھا۔ یہ المیہ بھی رہا کہ دنیا پرست نااہل حکمران ہر دور میں اہلِ پاکستان پر مسلط رہے اور باشندگانِ پاکستان اس خوش فہمی میں مبتلا رہے کہ شاید اگلا حکمران ہمارے لیے مسیحا ثابت ہو......! شاید کہ مملکتِ خداداد حقیقی معنوں میں اسلام کا محفوظ و مامون قلعہ بن جائے......! یوں وقت گزرتا گیا اور ہمارے اسلاف جنھوں نے اپنے پاکیزہ لہو سے وطن عزیز کی مٹی سیراب کی تھی، آنکھوں میں آس لیے ایک ایک کر کے اس دنیا سے چلے گئے لیکن اُس خواب کی حقیقی تعبیر نہ دیکھ سکے جس کے لیے وہ ہجرت کی صعوبتیں جھیل کر یہاں تک پہنچے تھے...... انا للہ وانا الیہ راجعون!

نظریۂ پاکستان کا مخالف گروہ!

تعجب ہے کہ آج مملکتِ خداداد میں ایک ایسا گروہ بھی موجود ہے جو اسلامی اُصولوں پر مبنی نظامِ حکومت اور نظریۂ پاکستان کا شدید مخالف ہے! اپنے آپ کو روشن خیال اور لبرل کہلوانے والا یہ گروہ باقاعدہ منظم انداز میں، کبھی کھُل کر اور کبھی چھپ کر، اس بات کا پرچار کرنے لگا ہے کہ پاکستان کم از کم نظریے کی بنیاد پر ہرگز وجود میں نہیں آیا۔ ان حضرات کا کہنا یہ ہے کہ ہندوستان سے انگریزوں کی رخصتی کے وقت مسلمانوں کو ہندوؤں کے ظُلم و جبر کا اندیشہ تھا۔ اس لیے کسی مذہبی یا نظریاتی سوچ کی بنا پر نہیں، بلکہ محض اپنے سیاسی، معاشی اور معاشرتی حقوق کے تحفظ کی خاطر انھوں نے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا اور علیحدہ سے ایک خطۂ زمین حاصل کر لیا۔ کچھ ایسا ہی خیال ظاہر کرتے ہوئے 25 دسمبر 2016ء کو ایک کالم نگار نے اپنے کالم "پاکستان کیوں بنا؟" کے عنوان کے تحت اہلِ پاکستان کے سامنے تین سوال رکھے ہیں:

1) پاکستان کیسے بنا؟
2) پاکستان کیوں بنا؟
3) قائدِ اعظم کیسا پاکستان چاہتے تھے؟

نیز اپنے کالم کی ابتدا ہی میں انھوں نے یہ بات بالکل نُمایاں طور پر لکھی کہ:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"جن لوگوں نے اس نظریہ کی ترویج کی ہے کہ پاکستان مذہب کے نام پر بنایا گیا اور قائداعظم خود بھی یہی چاہتے تھے، انھوں نے قائداعظم کی 11 اگست کی تقریر کو یا تو نظر انداز کر دیا ہے اور یا کوشش کی ہے کہ اسے نظر انداز کر دیا جائے"۔[5]

اب ذہنوں میں یہ سوال اُبھرتا ہے کہ پاکستان اگر مذہب، یعنی اسلام کے نام پر نہیں بنا اور نہ قائداعظم ہی ایسا چاہتے تھے، تو قوم میں یہ خیال کیسے پروان چڑھ گیا کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے اور ہمارے بزرگوں نے اسے اسلام کے نام پر بے شُمار قربانیاں دے کر حاصل کیا تھا..... ؟لطف یہ ہے کہ کالم نگار نے ذہنوں میں اُبھرتے اس فطری سوال کے جواب کا سامان بھی پیدا کر دیا .....! حسن جعفر زیدی نامی شخص کی کتاب سے اقتباس نقل کر کے وہ لکھتے ہیں کہ امریکی صدر نے کمیونسٹ بلاک کی حصار بندی کے لیے مذہب کو استعمال کرنے کا نظریہ پیش کیا تھا جسے بعد اَزاں ہماری ماضی کی اسٹیبلشمنٹ نے اس لیے استعمال کیا کہ جب بھی پاکستان میں موجود محروم قومیں، اپنے حقوق کے مطالبے کی آواز بلند کریں، تو انھیں "قومی نظریہ" کا مخالف قرار دے کر مذہب اور نظریہ کے نام پر دبا دیا جائے۔[6]

یوں اس کالم نگار نے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ نظریے کے نام پر پاکستان بننے کا تصور قیامِ پاکستان کے بعد کی اختراع ہے۔ پھر وہ قیامِ پاکستان کی نظریاتی تاریخ کو اس انداز میں جھٹلاتے ہیں:

"نظریہ کے نام پر ایک مخصوص "بیانیہ" گھڑنے کے لیے قیامِ پاکستان کی ایک ایسی تاریخ تشکیل دی گئی جس میں اصل تاریخ بالکل مسخ ہو کر رہ گئی۔ اس مقصد کے لیے 1906 میں مسلم لیگ کے قیام سے 1947 تک بہت سے واقعات کو توڑ مروڑ کر سیاق و سباق سے ہٹا کر بیان کیا گیا۔ نہ تو بین الاقوامی تناظر بتایا گیا اور نہ ہی برصغیر میں موجود اپنے اپنے مفاد کے لیے برسرِ پیکار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قوتوں کی جدلیات کو بیان کیا گیا"۔ ؎

اس سے بھی زیادہ افسوسناک امر یہ ہے کہ بعض قلم کار اپنی تحریروں میں نہ صرف نظریۂ پاکستان کو جھٹلا رہے ہیں بلکہ سیاست و حکومت میں اسلامی احکامات سے وابستگی ہی کو پاکستان کے مسائل کی جڑ قرار دے رہے ہیں.....! وہ یہ سمجھتے ہیں کہ آج اگر ہم وطنِ عزیز میں فساد اور دہشت گردی کا شکار ہیں، تو یہ مذہب ہی کا شاخسانہ ہے جسے ہم بھگت رہے ہیں.....! عین اس طرح وہ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ پاکستان نظریاتی ریاست ہرگز نہیں۔ لہٰذا اس کے امن اور اس کی ترقی کا راز اسی بات میں مخفی ہے کہ اسے حکومتی سطح پر دین و مذہب سے آزاد کروا کر جناح کی خواہش کے عین مطابق سیکولر جمہوری ریاست میں تبدیل کر دیا جائے.....!

مخالفین کی دلیل کا شافی جواب!

سیکولر حضرات مملکتِ خداداد پاکستان کو سیکولر ریاست بنانا چاہتے ہیں اور اس مقصد کے لیے قائداعظم کا نام استعمال کرتے ہیں اور ایسی ڈھٹائی سے کرتے ہیں کہ ماتھے پر پسینہ بھی نہیں آتا! خیر، جناح کے تصورِ پاکستان پر تفصیلی کلام، انشاءاللہ تعالیٰ، دوسرے باب کی تیسری فصل میں ہو گا۔ فی الوقت ان کا یہ کہنا کہ اسلام کے نام پر پاکستان بننے کا تصور قیامِ پاکستان کے بعد کی اختراع ہے اور تحریک پاکستان کے دوران اسلامی سوچ کارفرما ہی نہ تھی، کا تجزیہ حقائق کی روشنی میں کرتے ہیں تاکہ عوام پر حقیقت آشکار ہو جائے کہ جس بات کا یہ ڈھنڈورا پیٹتے ہیں اس کی صداقت کیا ہے!

یہ دسمبر 1928ء ہے!

میر سید غلام بھیک نیرنگ کے نام اپنے ایک مکتوب میں اقبال لکھتے ہیں:

"میرے نزدیک تبلیغِ اسلام کا کام اس وقت تمام کاموں پر مقدم ہے۔ اگر ہندوستان میں مسلمانوں کے مقصدِ سیاسیات سے محض آزادی اور اقتصادی بہبودی ہے اور حفاظتِ اسلام اس مقصد کا عنصر نہیں، جیسا کہ آج کل کے قوم پرستوں کے رویہ سے معلوم ہوتا ہے، تو مسلمان اپنے مقاصد میں کبھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کامیاب نہ ہوں گے"۔[8]

اب ہے **بیسویں صدی کا تیسرا عشرہ** اور اقبال کی زندگی کے آخری ایّام۔ اقبال اپنے مضمون "جغرافیائی حدود اور مسلمان" میں رقم طراز ہیں:

"مسلمان ہونے کی حیثیت سے انگریز کی غلامی کو توڑنا اور اس کے اقتدار کو ختم کرنا ہمارا فرض ہے۔ لیکن آزادی سے ہمارا مقصد صرف یہ نہیں کہ ہم آزاد ہو جائیں بلکہ ہمارا اوّلین مقصد یہ ہے کہ اسلام قائم رہے اور مسلمان طاقتور بن جائے۔ اس لیے میں ایسی حکومت کے حق میں رائے نہیں دے سکتا جس کی بنیادیں انہی اصولوں پر ہوں جن پر انگریز حکومت قائم ہے۔ ایک باطل کو مٹا کر دوسرے باطل کو قائم کرنا چہ معنیٰ دارد۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ہندوستان کلیۃً نہیں تو ایک بڑی حد تک دار الاسلام بن جائے۔ لیکن اگر آزادئ ہند کا یہ نتیجہ ہو جیسا کہ دارالکفر ہے ویسا ہی رہے یا اس سے بھی بدترین ہو جائے تو مسلمان ایسی آزادئ وطن پر ہزار مرتبہ لعنت بھیجتا ہے۔ میں ایسی آزادی کی راہ میں لکھنا، بولنا، روپیہ صرف کرنا، لاٹھیاں کھانا، جیل جانا، گولی کا نشانہ بننا سب کچھ حرام اور قطعی حرام سمجھتا ہوں"۔[9]

یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں کہ اقبال مصورِ پاکستان تھے جن کے خواب کو قائد اعظم نے حقیقت کا رُوپ دیا۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جدوجہدِ پاکستان میں اسلامی سوچ کارفرما ہی نہ تھی اور مسلمان کوئی اسلامی اصولوں پر مبنی نظامِ حکومت نہیں بلکہ محض اپنے سیاسی و معاشی مفادات کے تحفظ کی خاطر پاکستان چاہتے تھے، تو اقبال کی یہ عبارات ان کے منہ پر زوردار طمانچہ ہے!

اب ذرا ایک قدم اور آگے بڑھتے ہیں؛ کانگریس 37-1936ء کے انتخابات واضح اکثریت سے جیت چکی ہے اور ہندوستان میں کانگریسی راج قائم ہے۔ مسلمانانِ ہند کا دین و ایمان بھی خطرے میں ہے اور ان کے معاشی و معاشرتی حقوق بھی داؤ پر لگ چکے ہیں۔ ایسے میں اقبال، 21

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جون 1937ء کو، اپنے ایک خط بنام جناح میں لکھتے ہیں:

"اس وقت جو طوفان، شمال مغربی ہندوستان اور شاید پورے ہندوستان میں برپا ہونے والا ہے، اُس میں صرف آپ ہی ہندوستان کی وہ واحد ہستی ہیں جس سے مسلمان قوم محفوظ راہنمائی کی توقع کا حق رکھتی ہے"۔[۱۰]

یہ محفوظ رہنمائی کی توقع آخر تھی کیا؟ یہ جاننا ضروری ہے۔ **28 مئی 1937ء** کو جناح کے نام ایک دوسرے خط میں اس کا اظہار کرتے ہوئے اقبال لکھتے ہیں:

"اِسلامی قانون کے طویل اور گہرے مطالعے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ اگر اس نظامِ قانون کو موزوں طور پر سمجھا اور نافذ کیا جائے تو کم از کم ہر فرد کا معاشی حق محفوظ ہو جائے گا۔ لیکن اس ملک میں اسلامی شریعت کے نفاذ اور ترقی کا تصور ایک آزاد مسلم مملکت یا مملکتوں کے بغیر ناممکن ہے۔ سالہاسال سے میرا یہی گھر اعتقیدہ رہا ہے اور اب بھی میں یہی سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کی غربت و روٹی کا مسئلہ اور ہندوستان میں امن و امان کا قیام صرف اسی صورت (شریعت نافذ کرنے) میں ہی ممکن ہے ..... لیکن جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا، مسلم ہندوستان کے مسائل باآسانی حل کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ملک کو ایک یا زیادہ مسلم ریاستوں میں تقسیم کیا جائے جہاں مسلمانوں کی واضح اکثریت ہو۔ کیا آپ نہیں سمجھتے کہ اس مطالبہ کا وقت اب آچکا ہے؟"[۱۱]

واضح رہے کہ اسلامی شریعت کے نفاذ کے لیے ایک ایسا خطہ زمین کا ہونا ازحد ضروری ہے جہاں کی آبادی مکمل طور پر یا اکثریت اس نظام کو قبول کرنے پر آمادہ ہو۔ مگر متحدہ ہندوستان میں جہاں اکثریت غیر مسلموں کی تھی وہیں مسلمان بھی ان کے مقابلے میں نہایت بے بس و کمزور تھے۔ ایسے میں وہاں اسلامی نظامِ قانون کا نفاذ تقریباً ناممکن تھا۔ اسی لیے اقبال اپنے خطوط کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ذریعے جناح کو یہ احساس دلانا چاہتے تھے کہ برِصغیر کے مسلمانوں کے مصائب کا واحد حل شریعت کے نفاذ میں مخفی ہے۔ لیکن متحدہ ہندوستان میں اسلامی شریعت کا نفاذ چونکہ ناممکن ہے، اس لیے اب وہ وقت آن پہنچا ہے کہ بحیثیتِ مسلم رہنما آپ ایک آزاد اسلامی ریاست کے مطالبے کا اعلان کر دیں

معلوم ہوا کہ مصورِ پاکستان نے ایک ایسی مملکت کا تصور پیش کیا تھا جس کا دستور قرآن ہو اور وہاں شریعت کا نفاذ ہو۔ دراصل وہ پاکستان کو ایک ایسا خطہ بنانا چاہتے تھے جس میں اسلامی قوانین رائج ہوں تاکہ ایک پُرامن معاشرہ اور مثالی اسلامی ریاست معرضِ وجود میں آسکے۔ دسمبر 1930ء کو اپنے مشہور خطبۂ اِلٰہ آباد میں انھوں نے فرمایا:

> "میں صرف ہندوستان اور اسلام کے بہترین مفاد میں ایک یکجا مسلم ریاست بنانے کا مطالبہ کرتا ہوں"۔[۱۲]

چنانچہ سن 1943ء میں قائد اعظم نے جب علامہ کے خطوط کو اپنی نگرانی میں کتابی صورت میں شائع کرایا تو ان کی فکر سے مکمل ہم آہنگی کا اِظہار کرتے ہوئے پیش لفظ ہی میں بتا دیا تھا:

> "میرے نزدیک یہ خطوط بے حد تاریخی اہمیت کے حامل ہیں، بالخصوص وہ جو مسلم ہندوستان کے سیاسی مستقبل پر اُن کی آراء کی بالکل واضح اور واشگاف انداز میں وضاحت کرتے ہیں۔ ان کے خیالات بڑی حد تک میرے خیالات سے ملتے جلتے تھے اور ان خیالات نے، ہندوستان کو درپیش آئینی مسائل کے محتاط تجزیے اور مطالعہ کے بعد، مجھے بھی انہی نتائج تک پہنچایا ہے (جہاں اقبال پہنچے تھے)"۔[۱۳]

اس کے ساتھ ہی جناح نے کھلے عام اس بات کا بھی اعلان کیا تھا کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے، اور یہ اسلامی پرچم تھام کر مسلمانانِ ہند کو سیاسی طور پر منظم کرنے کی کوشش کر رہی ہے تاکہ برطانویوں اور ہندوؤں کو شکست دے کر بقائے اسلام کی خاطر پاکستان حاصل کیا جاسکے۔ 24 نومبر 1945ء کو پشاور میں مسلم لیگ کے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے انھوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا:

"مسلمان ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں، ایک کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور ایک نبی (ﷺ) کے پیروکار ہیں۔ مسلم لیگ انھیں سیاسی طور پر ایک پلیٹ فارم اور سبز اسلامی پرچم تلے منظم کرنے کی جدوجہد کر رہی ہے۔

یہاں ہمارا کوئی دوست نہیں؛ برطانوی ہمارے دوست ہیں نہ ہندو۔ ہم اچھے طریقے سے جانتے اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں ان دونوں کے خلاف لڑنا ہے۔ اگر یہ دونوں ہمارے خلاف متحد ہو جائیں تب بھی ہم ان سے ڈریں گے نہیں۔ ہم ان کی مشترکہ قوت سے ٹکرائیں گے اور انشا اللہ فاتح بالآخر ہم ہی ہوں گے"۔[14]

اسی طرح 21 نومبر 1945ء کو انھوں نے فرمایا:

"ہمیں دو طرفہ جنگ لڑنی ہو گی؛ ایک ہندو کانگریس کے خلاف اور دوسری برطانوی سامراج کے خلاف، ہیں دونوں سرمایہ دار۔ مسلمان، پاکستان کا مطالبہ کرتے ہیں جہاں وہ اپنے نظامِ حیات، اپنی ثقافت و روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق حکومت کر سکیں"۔[15]

ان حقائق سے واضح ہوتا ہے کہ برصغیر کے مسلمان اسلام کی عظمت و سربلندی کی خاطر جناح کی قیادت میں مسلم لیگ کے پرچم تلے متحد ہو کر حصولِ پاکستان کے لیے جدوجہد کر رہے تھے۔ ان کی ایک ہی سوچ اور ایک ہی فکر تھی اور وہ یہ کہ **لا الٰہ الا اللہ** کے نام پر ایک اسلامی ریاست کا قیام اور شریعت کا نفاذ! خیال رہے کہ قائداعظم نے بذاتِ خود ہندوستان کے مسلمانوں کو اس بات کا یقین دلایا تھا کہ پاکستان کے آئین کی بنیاد قرآن و سُنّت پر مبنی ہو گی اور ہم اسے حقیقی معنٰی میں ایک اسلامی ریاست بنائیں گے۔ جیسا کہ قائدِ ملّت لیاقت علی خان—جو پہلے پاکستانی وزیرِ اعظم اور تحریکِ پاکستان کے اوّلین قائدین میں سے ایک تھے—نے قیامِ پاکستان کے بعد، **20 فروری**

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

1949ء کو، مسلم لیگ کونسل کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے برملا اس حقیقت کا اعتراف کیا:

"ہمارے اور قائد اعظم کے مطالبۂ پاکستان کی واحد وجہ برصغیر میں ایک ایسے وطن کا حصول تھا جہاں مسلمان اپنے طور طریقوں کے مطابق زندگی گذار سکیں۔ ہم چاہتے تھے کہ پاکستان ایک ایسی تجربہ گاہ ہو جہاں ہم اسلامی اُصولوں — جو کہ دنیا میں اعلیٰ ترین ہیں — پر عمل کر سکیں اور اس طرح دنیا کو عملاً دکھا سکیں کہ اسلام نے تیرہ صدیاں قبل جو تعلیم دی تھی وہ آج بھی اُسی طرح مطلوب ہے جیسے اُس وقت تھی۔ ہمیں ہرگز یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ یہی وہ جذبہ تھا اور اسی کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے ہزارہا مسلمانوں نے اپنی جانیں دیں اور قریباً 70 لاکھ مسلمان اپنے آبائی گھروں سے ہاتھ دھو بیٹھے اور انتہائی خستہ حالت اور غربت کے عالم میں انھوں نے ہندوستان سے پاکستان ہجرت کی۔

ہم، یعنی مسلم لیگ، اس بات کے پابند ہیں کہ ہم پاکستان کو ایک مسلم ریاست بنائیں اور اسے اِسلامی اُصولوں کے تحت چلائیں۔ جب تک ہم سب یا ہم میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہے، ہمیں اس عہد کو ہرگز فراموش نہیں کرنا جس کے لیے مسلمانوں نے اتنی شاندار قربانی دی"۔[16]

پس یہ تاریخی حقائق اس بات کو ثابت کرنے کے لیے کافی ہیں کہ قائد اعظم اور مسلم لیگ کے راہنماؤں نے کلمۂ طیبہ کی بنیاد پر مسلمانوں کو متحد کیا، پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنانے کا ان سے عہد کیا، شریعت کے نفاذ کی انھیں یقین دہانی کرائی اور اس طرح وہ ایک اسلامی معاشرے کے قیام کی غرض سے پاکستان کی تعمیر وترقی پر گامزن تھے۔ نیز یہی وہ جذبہ تھا جس کے تحت ہمارے بزرگوں نے ایثار و قربانی کی ایک ایسی داستان رقم کی جس کی تاریخ میں کم ہی مثالیں ملتی ہیں۔ لہٰذا یہ امر واضح ہے کہ اسلام، پاکستان کے خمیر میں شامل ہے اور شریعت کا نفاذ ہی اس کا مقصد ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسے جہالت کہیں یا منافقت.....؟

اگر آپ غور کریں تو معلوم ہو گا کہ سیکولر حضرات کی تمام تر تگ و دو اور بحث و مباحثے کا محور و مرکز صرف ایک ذات ہے، اور وہ ہے جناح۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا کچھ فرمان ہو، کتاب و سُنّت میں کچھ لکھا ہو، انھیں اس سے کوئی سَروکار نہیں۔ ان کی بس ایک ہی رَٹ ہے؛ جناح سیکولر تھے اور سیکولر پاکستان ہی ان کی منزل تھی۔ لہٰذا پاکستان میں سیکولر نظامِ حکومت قائم ہونی چاہیے۔ دلچسپ بات مگر یہ ہے کہ جناح کی درجنوں تقاریر میں سے کوئی ایک تقریر ایسی نہیں جس میں انھوں نے یہ فرمایا ہو کہ پاکستان ایک سیکولر ریاست ہو گی۔ اب ان کے لیے اَڑچَن یہ ہے کہ جناح اور ان کے تصورِ پاکستان کو سیکولر کیسے ثابت کیا جائے؟ اس مقصد کے لیے ان حضرات نے ہمارے ملک کی اشرافیہ، بیوروکریٹس، سیاست دان، جرنیل، حکمرانوں اور سادہ لوح عوام کو بے وقوف بنانے کے لیے جو طریقۂ واردات استعمال کیا ہے، وہ کچھ اس طرح ہے؛

پہلی دلیل: جناح نے اپنی تقاریر، بیانات اور انٹرویوز میں واضح کیا تھا کہ پاکستان میں ہر شخص اپنے دھرم اور مذہب کے مطابق زندگی گزار سکے گا۔ رنگ، نسل اور مذہب سے بالاتر ہو کر تمام شہریوں کو زندگی کے بنیادی حقوق مساویانہ درجے میں ملیں گے۔ ہندو اپنے مندر میں جانے کے لیے آزاد ہو گا اور عیسائی اپنے گرجاگھر میں جانے کے لیے آزاد ہو گا۔ اقلیتوں کی جان و مال کا تحفظ ریاست کی ذمّہ داری ہو گی اور مذہب کی بنیاد پر نشانہ بنا کر کسی بھی فرد پر جبر نہیں کیا جائے گا۔ ملک میں وفاقی نظام ہو گا اور تمام ادارے ایک آئین کے تابع ہوں گے۔ ہمارا ملک ایک انسان دوست معاشرہ ہو گا..... پس ثابت ہوا کہ جناح کا پاکستان سیکولر ہی تھا۔

دوسری دلیل ان عذر خواہوں کی یہ ہے کہ جناح سگار پیتے تھے۔ وہ تھری پیس سوٹ پہنتے تھے۔ وہ انگریزی بولتے تھے۔ وہ ہندو مسلم اتحاد کے سفیر مانے جاتے تھے۔ وہ انگریزی گاڑی میں سفر کرتے تھے۔ وہ روشن خیال تھے..... یوں ان کا اپنا لائف اسٹائل اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ سیکولر تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہ ہیں وہ بودے دلائل جو آپ کو جابجا ان کی تحریر و تقاریر میں نظر آئیں گے۔ حیرانی اس بات پر نہیں کہ ان غریب دلیلوں سے یہ سیکولرازم کا اِثبات کیسے کر لیتے ہیں۔ حیرانی اس بات پر ہے کہ لوگ کس طرح ان کے دامِ فریب میں آجاتے ہیں! ذرا سوچئے کہ سگار پینے سے، تھری پیس سوٹ پہننے سے، انگریزی بولنے سے اور ترقی پسند انسان ہونے سے کیا انسان سیکولر بن جاتا ہے؟ اگر ایسا ہی ہے تو پھر اقبال بھی ترقی پسند انسان تھے۔ وہ بھی ٹائی سوٹ زیب تن کر لیا کرتے تھے، سگار نہیں تو حقے سے کم پر تو وہ بھی راضی نہیں ہوتے تھے اور خیر سے ڈاڑھی تو ان کی بھی نہ تھی..... لو جی، بھینس گئی پانی میں! کیا خیال ہے اب آپ کا! کیا پیر و مُرشد، مفکر اسلام، مصور پاکستان، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ بھی سیکولر تھے.....؟

سچی بات یہ ہے کہ قائد اعظم کو سیکولر باور کرانے کی منطق ہماری سمجھ سے باہر ہے لیکن اگر سیکولر حضرات خود ہی انھیں سیکولر سمجھتے رہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ مگر یاد رہے کہ بقول شاعر

؎ اگر اپنا کہا تم ہی سمجھے تو کیا سمجھے مزہ کہنے کا جب ہے، اِک کہے اور دوسرا سمجھے

اب ذرا اقلیتوں کے تحفظات کے متعلق بات کر لیتے ہیں۔ یہ پہلی صدی ہجری کا واقعہ ہے۔ اسے پڑھ کر آپ کو اندازہ ہو گا کہ انسان دوست معاشرہ کیا ہوتا ہے اور قانونی مساوات کسے کہتے ہیں۔ نیز اس واقعہ سے آپ کو یہ فیصلہ کرنا آسان ہو گا کہ اقلیتوں کی جان و مال اسلامی ریاست میں زیادہ محفوظ ہیں یا سیکولر معاشرے میں۔ اس کے ساتھ ہی آپ پر ان لوگوں کے عزائم بھی آشکار ہو جائیں گے جو جناح کے نام پر، اقلیتوں کی آڑ میں، اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل چاہتے ہیں۔

مسلمانوں کے خلیفۂ چہارم، شیر خدا، سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی زرہ گم ہو گئی۔ آپ نے وہ زرہ ایک یہودی کے پاس دیکھی۔ آپ خلیفۂ وقت تھے، چاہتے تو بزورِ قوّت اپنی زرہ اُس یہودی سے لے سکتے تھے۔ مگر آپ نے ایسا نہیں کیا بلکہ اس یہودی کے ہمراہ قاضی کی عدالت میں پیش ہوئے۔ قاضی نے جب امیر المومنین کو دیکھا تو فوراً اپنی مجلس سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ بیٹھے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہیں۔ قاضی شریح بیٹھ گئے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاضی کے سامنے اپنا مقدمہ رکھتے ہوئے فرمایا:

"میری زرہ کھو گئی تھی۔ میں نے اُسے اِس یہودی کے پاس دیکھا ہے۔

قاضی شریح نے یہودی سے پوچھا: تمہیں کچھ کہنا ہے؟

یہودی نے کہا: میری زرہ میرے قبضے میں ہے اور میری ملکیت ہے"۔

قاضی نے جب زرہ دیکھی تو پکار اُٹھے:

"اللہ کی قسم اے امیر المومنین! آپ کا دعویٰ بالکل سچ ہے، یہ آپ ہی کی زرہ ہے لیکن قانون کے مطابق آپ کے لیے گواہ پیش کرنا واجب ہے"۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بطورِ گواہ اپنے غلام کو پیش کیا جس نے آپ کے حق میں گواہی دی۔ پھر آپ نے اپنے لختِ جگر، حضراتِ حسن و حُسین رضی اللہ عنہما کو عدالت میں پیش کیا اور انھوں نے بھی آپ ہی کے حق میں گواہی دی مگر قاضی نے یہ کہہ کر ان کی گواہی مسترد کر دی کہ: "یہ دونوں آپ کے صاحبزادے ہیں۔ باپ کے حق میں بیٹوں کی گواہی مقبول نہیں"۔

چونکہ دوسرا کوئی گواہ موجود نہ تھا اس لیے فیصلہ یہودی کے حق میں ہوا جسے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بِلا پس و پیش قبول کر لیا۔ یہودی نے جب اس قانونی مساوات کو دیکھا تو ششدر رہ گیا کہ مسلمانوں کے خلیفہ نے مجھے عدالت میں پیش کیا اور جب فیصلہ ان کے خلاف صادر ہوا تو اس پر سَر تسلیم خم بھی کر دیا!!

اس واقعہ کا یہودی پر اس قدر گہرا اثر ہوا کہ فوراً حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہنے لگا: "آپ کا دعویٰ بالکل برحق ہے۔ یہ زرہ آپ ہی کی ملکیت ہے، فلاں دن یہ آپ سے گر گئی تھی تو میں نے اسے اُٹھا لیا تھا۔ لہٰذا آپ اسے لے لیں۔ پھر کلمۂ شہادت پڑھ لیا:

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبودِ برحق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "میری یہ زرہ بھی اور یہ گھوڑا بھی تمہارا ہے"۔[۱۷]

دَم بھر کے لیے یہاں ٹھہریئے اور سوچیئے کہ خلافتِ راشدہ کے قاضی نے یہ نہیں دیکھا کہ ایک جانب حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں جو خلیفۂ وقت بھی ہیں اور دامادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں جبکہ دوسری جانب ایک یہودی کھڑا ہے۔ اس نے اسلامی تعلیمات کے مطابق قانونی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے فیصلہ یہودی کے حق میں صادر کیا جسے مسلمانوں کے امیر نے بخوشی تسلیم کر لیا۔ کیا اقلیتوں کی جان و مال کے تحفظ، بنیادی انسانی حقوق کی گارنٹی، انسان دوست معاشرے اور مذہب وعقیدے سے بالاتر ہو کر تمام شہریوں کے لیے قانونی مساوات کی اس سے بڑھ کر کوئی مثال ہو سکتی ہے.....؟ ہر گز نہیں۔ لہٰذا قائد اعظم نے اگر یہ فرمایا کہ پاکستان میں اقلیتوں کی عبادت گاہوں اور ان کی جان و مال کو تحفظ دیا جائے گا اور ریاست کے شہری ہونے کے ناتے انھیں تمام بنیادی انسانی حقوق مساویانہ درجے میں ملیں گے، تو اس سے کون سا سیکولر ازم ثابت ہو گیا۔ اس سے تو اُلٹا یہ ثابت ہوتا ہے کہ انھوں نے اوّل روز ہی مملکت خداداد پاکستان میں اسلامی شریعت ـــــ کے سنہرے اصولوں کی داغ بیل ڈال دی تھی۔ ☆

☆.....خیال رہے کہ یہاں اسلامی ریاست کے شہری ہونے کے ناتے قانونی مساوات، معاشرتی انصاف، مذہبی آزادی اور بنیادی انسانی حقوق میں یکسانیت کی بات ہو رہی ہے۔ کوئی اس غلط فہمی میں نہ رہے کہ مسلم و غیر مسلم کے مابین امتیازی فرق مٹا کر ہر پہلو سے انھیں یکساں قرار دیا جا رہا ہے۔ اللہ کریم اپنے فُرقانِ حمید میں ارشاد فرماتا ہے: ﴿ان دونوں گروہوں (کفار اور مسلمانوں) کی مثال ایسی ہے جیسے ایک آدمی اندھا، بہرا ہو اور دوسرا دیکھنے اور سننے والا ہو۔ کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟﴾ (ھود ۱۱: ۲۴)۔ پھر ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا: ﴿اہل جہنم اور اہل جنت کبھی برابر نہیں ہو سکتے۔ جنت والے ہی اصل میں کامیاب ہیں﴾ (الحشر ۵۹: ۲۰)۔ اب اگر کوئی "روشن خیال" یہ دعویٰ کرتا ہے کہ مسلم و غیر مسلم ہر پہلو سے برابر ہیں اور ان میں کوئی تفاوت نہیں، اس لیے ریاست کے ہر شعبے میں انھیں مسلمانوں کے مساوی درجہ ملنا چاہیے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ پھر آپ اس مساوات کے ثبوت میں قبرستان میں دفن ہونے کی بجائے مسان میں اپنی ارتھی جلانے کی وصیت کیجیے اور مولوی سے نکاح پڑھوانے کی بجائے کسی پنڈت کے سامنے آگ کے گرد پھیرے لگوایئے۔ نیز اپنی بہن اور بیٹی کا بیاہ ایک نچلی ذات کے ہندو ـــــ بھیل، چمار ـــــ سے کیجیے اور "مساوات" کی اس اعلیٰ مثال پر ہم سے داد مفت میں پایئے.....صمٌ بکمٌ عمیٌ فھم لا یر جعون!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نیز سیکولر حضرات کا یہ کہنا کہ قائد اعظم روشن خیال تھے، تو ہم کہتے ہیں کہ بے شک تھے۔ لیکن کس معنٰی میں؟ اس معنی میں نہیں کہ پاکستان میں شراب نوشی عام ہو گی۔ ہم جنس پرستی کو قانونی جواز ہو گا۔ آزادئ اِظہار کے نام پر بے حیائی اور فحاشی ننگا ناچ ناچے گی۔ وڈیروں اور جاگیر داروں کی اِجارہ داری ہو گی۔ قانون اُمراء کے گھر کی لونڈی ہو گا۔ معاشی خوشحالی کا نعرہ لگا کر وطنِ عزیز کی سَرزمین گروی رکھ دی جائے گی..... ایسا قطعاً نہیں تھا۔ بلکہ اگر وہ روشن خیال تھے تو اس معنی میں کہ قانون سب کے لیے یکساں ہو گا۔ لوگوں کے معاملات اور تنازعات انصاف کے ساتھ نمٹائے جائیں گے۔ ضروریاتِ زندگی کی اشیاء ہر ایک کے لیے عام اور سستی ہوں گی۔ عزت، روزگار اور ہر فرد کا تحفظ ریاست کی ذمّہ داری ہو گی۔ حکمرانوں اور عوام کے درمیان رکاوٹیں اور پردے حائل نہ ہوں گے۔ غریبوں اور ضرورتمندوں کے لیے حاکموں کے دروازے کھلے رہیں گے۔ رشوت، کرپشن اور بلیک مارکیٹنگ ناقابلِ معافی جُرم ہوں گے۔ اقربا پروری کی لعنت سے ملک پاک ہو گا۔ اسلامی اُصول و قواعد پر مبنی شرعی آئین ہو گا اور تمام ادارے شریعت کے تابع ہوں گے۔ اس طرح پاکستان، اسلام کا ایک مضبوط اور محفوظ قلعہ ہو گا اور اس پر ان کا یہ قول صادق ہے:

> "اگر ہم قرآنِ کریم سے تحریک و رہنمائی حاصل کریں تو فتح، میں پھر کہتا ہوں، بالآخر ہماری ہی ہو گی۔ میں آپ لوگوں سے ابھی فقط یہی مطالبہ کرتا ہوں کہ ہم میں سے ہر وہ شخص جس تک یہ پیغام پہنچے، پاکستان کو اِسلام کا قلعہ بنانے کا عہد کرے اور اس کے لیے، اگر ضرورت پڑے تو، اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو جائے"۔[۱۸]

اے میرے وطن عزیز کے جرنیلو، حکمرانو اور سیاست دانو! ان نام نہاد روشن خیالوں کے جھانسے میں مت آیئے کہ یہ آپ کو "نیم حکیم خطرۂ جان" کے مصداق شریعتِ مطہرہ سے برگشتہ کر کے اس راہ پر لے چلیں گے جس سے آپ کی دنیا بھی جاتی رہے گی اور آخرت میں بھی سوائے ہلاکت و بربادی کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیکولر حضرات کا ایک اور دھوکہ!

قائد اعظم نے پاکستان کا پورا مقدمہ اس اصول پر لڑا کہ مسلمان اقلیت نہیں بلکہ ایک قوم ہیں اور ان کے لیے جُداگانہ ریاست کا قیام ناگزیر ہے۔ انھوں نے واضح کیا کہ اگر پاکستان قائم نہ ہو سکا تو ہندوستان سے نہ صرف مسلمان بلکہ اسلام بھی مٹ جائے گا۔ پاکستان کے لیے ان کا وِژن ایک ایسی اسلامی ریاست کا تھا جہاں مسلمان اپنے طور طریقوں اور اسلامی قوانین کے مطابق حکومت کر سکیں تاکہ اسلام کی حاکمیت قائم ہو جائے اور مسلمانوں کے معاشی و معاشرتی مفادات بھی محفوظ رہیں۔ قراردادِ پاکستان کی منظوری کے بعد انھوں نے اپنی تمام تقاریر اور بیانات میں اسی بات کا اعادہ کیا۔ 23مارچ1945ء کو یومِ پاکستان کے موقع پر انھوں نے فرمایا:

> ”ہندوستان کے مسلمان اس وقت تک مطمئن نہیں بیٹھ سکتے جب تک کہ ہم برصغیر کے شمال مغربی اور مشرقی خطوں میں مکمل طور پر پاکستان کو حاصل اور قائم نہیں کر لیتے۔ یہ، جیسا کہ آپ واقف ہیں، ہندوستان کے مسلمانوں کی زندگی اور موت کی جدوجہد ہے۔
>
> پاکستان ہی میں ہماری نجات، تحفظ اور عزت مضمر ہے۔ اگر ہم ناکام ہوئے تو مٹ جائیں گے اور برصغیر میں مسلمانوں اور اسلام کا نام و نشان تک باقی نہ رہے گا! یہ وہ عظیم الشّان مقصد ہے جو آپ کے سامنے ہے۔ اس لیے آج اپنے قومی دن پر میں پھر اپیل کرتا ہوں کہ زندگی کے ہر ہر شعبے میں خود کو منظم کریں اور آل انڈیا مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جائیں“۔[19]

اس کے ساتھ ہی کانگریسی عزائم اور دو قومی نظریے کی اہمیت اُجاگر کرتے ہوئے کہا:

> ”ہم دو بڑی قومیں ہیں جو محض مذہب ہی میں باہم مختلف نہیں بلکہ دو مکمل طور پر مختلف ثقافتوں کی حامل بھی ہیں۔ ہمارا دین تمام شعبہ ہائے زندگی کے لیے مکمل عملی ضابطہ رکھتا ہے اور ہم انہی نظریات کے مطابق زندگی بسر کرنا

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

چاہتے ہیں۔ مگر ہندو قیادت "رام راج" کے قیام اور مسلمانوں سے بحیثیتِ اقلیت معاملہ کرنے پر تُلی ہوئی ہے"۔[20]

قائد اعظم نے اپنے ان خطابات میں مسلمانوں کے ایک الگ قوم ہونے کے تصور کو اُجاگر کیا۔ ان کی تہذیبی اور نظریاتی اساس کا دفاع کیا اور واضح کیا کہ ہندو قیادت کیا چاہتی ہے جبکہ مسلمانانِ ہند کی منزل کیا ہے۔ انھوں نے مسلمانوں کی توجہ اس جانب مبذول کرائی کہ ہندو مسلم تنازع فرقہ وارانہ نوعیت کا نہیں، بلکہ دو قوموں کا مسئلہ ہے اور ہندوستان میں اسلام کے وجود کی بقا کا چیلنج درپیش ہے۔

اب یہ بات کھل کر ہمارے سامنے آگئی کہ حصولِ پاکستان کی جدوجہد دو قومی نظریے کی بنیاد پر اسلام کو وجہ جواز بنا کر کی جارہی تھی۔ چونکہ مشترکہ ہندوستان میں مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت اور اسلامی قوانین کے مطابق حکمرانی ناممکن تھی، اسی لیے مسلمانانِ ہند پاکستان کا قیام چاہتے تھے۔ یوں مسئلہ محض مسلمانانِ ہند کے حقوق کی حفاظت کا ہی نہیں بلکہ حق حکمرانی کا بھی تھا کہ ہندوستان میں ہندو راج ہو یا اسلام کی حاکمیت۔ درحقیقت یہی وہ مرکزی نکتہ تھا جس کے گرد مسلم لیگ اور کانگریس کے مابین کشمکش جاری تھی۔ کانگریسی عزائم "اکھنڈ بھارت" اور "رام راج" کے تھے، جبکہ مسلم لیگ کا نصب العین "پاکستان کا قیام" اور "اسلامی قوانین کے مطابق حکومت" کرنا تھا۔ بانیٔ پاکستان نے بذاتِ خود اس حقیقت کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

> "مسلم لیگ ہندوستان میں ایسی ریاستوں کے قیام کی حدبندی کے لیے کھڑی ہوئی جہاں مسلمان عددی اکثریت میں تھے تاکہ وہ ان ریاستوں میں اسلامی قانون کے مطابق حکومت کر سکیں"۔[21]

اس لحاظ سے جناح کے تصورِ پاکستان کو حقیقت کا رُوپ دینے کا تقاضا تو یہ تھا کہ وطنِ عزیز میں اسلامی قوانین کا اِجرا کرتے ہوئے نفاذِ شریعت کا اعلان کر دیا جاتا۔ مگر افسوس کہ سیکولر حضرات قائد اعظم کی اس فکر کو دفن کر چکے ہیں! جناح کی درجنوں تقاریر میں سے ان کی نظر اگر کہیں ٹکتی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے تو 11 اگست کی تقریر کے چند فقروں پر یا پھر 26 فروری 1948ء کو امریکی میڈیا کے نام دیئے گئے بیان کے اس حصے پر جس میں انھوں نے کہا:

> "بہر حال، پاکستان ایک تھیوکریٹک اسٹیٹ نہیں ہوگی جس میں مشائخ الہامی ہدف کے ساتھ فرماں روائی کریں گے۔ ہمارے ہاں بہت سے غیر مسلم؛ ہندو، پارسی اور عیسائی ہیں مگر وہ سب پاکستانی ہیں"۔[۲۲]

سیکولر حضرات مذکورہ قول کو بنیاد بنا کر دھڑلے سے یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ پاکستان اسلامی ریاست نہیں۔ لہٰذا پاکستان کو ایک اسلامی مملکت سمجھتے ہوئے یہاں نفاذِ شریعت کی کوشش کرنا جناح کے تصورِ پاکستان سے متصادم ہے۔ پس ان کے نزدیک قائد کے تصورِ پاکستان کو حقیقی شکل دینے کا عملی طریقہ یہ ہے کہ پاکستان میں سیکولر جمہوری نظامِ حکومت رائج کر دیا جائے۔

کیا واقعی پاکستان اسلامی ریاست نہیں؟ سچی بات یہ ہے کہ سیکولر حضرات جو کچھ کہتے ہیں وہ دجل و فریب کے سوا کچھ نہیں! ایک منافق، خائن اور دھوکے باز انسان تو اپنے دعوؤں سے مکر سکتا ہے مگر جناح جنھیں قوم نے "قائد اعظم" کے لقب سے نوازا، کیونکر اپنے قول و قرار سے پھر کر قیامِ پاکستان کے بعد سیکولر پاکستان کا نعرہ لگا کر نفاذِ شریعت سے راہِ فرار اختیار کر لیتے..... ایسا ہرگز نہیں ہے۔ **26 فروری 1948ء** کو امریکی میڈیا کے نام دیئے گئے پیغام میں جناح کے اصل الفاظ یہ ہیں:

> "پاکستان اوّلین اسلامی ریاست ہے جو دنیا کی پانچویں بڑی ریاست (کا درجہ رکھتی) ہے ..... پاکستان کی دستور ساز اسمبلی نے ابھی پاکستان کا دستور بنانا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ اس دستور کی حتمی صورت کیا ہوگی۔ البتہ مجھے اتنا یقین ہے کہ یہ جمہوری طرز کا ہوگا جو اسلام کے بنیادی اصولوں کا مظہر ہوگا۔ یہ اصول عملی زندگی پر آج بھی اسی طرح قابلِ اطلاق ہیں جس طرح 1300 سال قبل تھے۔ اسلام اور اس کی آئیڈیل ازم نے ہمیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جمہوریت، انسانی مساوات، انصاف اور ہر ایک کے ساتھ حسنِ سلوک کا درس دیا ہے۔ ہم ان عظیم الشان روایات کے وارث ہیں اور پاکستان کے آئندہ دستور کے معمار کی حیثیت سے ہم اپنی ذمہ داریوں اور فرائض سے بخوبی آگاہ ہیں۔ بہر حال، پاکستان ایک تھیوکریٹک اسٹیٹ نہیں ہوگی جس میں مشائخ الہامی ہدف کے ساتھ فرماں روائی کریں گے۔ ہمارے ہاں بہت سے غیر مسلم ــــ ہندو، عیسائی اور پارسی ــــ ہیں مگر وہ سب پاکستانی ہیں"۔[۲۳]

قائد کے اس بیان سے تین باتوں کا اثبات ہوتا ہے:

- پاکستان سیکولر نہیں بلکہ پریمئر اسلامی ریاست ہے،
- پاکستانی آئین و دستور اسلام کے بنیادی اُصولوں کے مطابق تشکیل دیا جائے گا،
- پاکستان کوئی تھیوکریٹک اسٹیٹ نہیں ہوگی۔

اب سیکولر حضرات کی منافقت دیکھیے کہ وہ عوام الناس کو یہ تو نہیں بتلاتے کہ بانیٔ پاکستان، قائداعظم محمد علی جناح نے پاکستان کو اولین اسلامی ریاست قرار دے کر اس کے آئین کو کتاب و سُنّت کے احکامات کے مطابق مرتب کرنے کے عزم کا اظہار کیا تھا۔ اس کے برعکس وہ تھیوکریسی اور اسلامی ریاست کے مابین فرق کو خلط ملط کرتے ہوئے لوگوں کو یہ باور کراتے ہیں کہ پاکستان میں نفاذِ شریعت کی کوشش نہ کیجیے کیونکہ جناح نے تھیوکریسی کی نفی کی تھی۔ پس یہی وہ دجل ہے جس کا شکار سادہ لوح عوام ہو جاتے ہیں کہ پاکستان کوئی اسلامی ریاست نہیں۔

اس سے قبل کہ ہم آگے بڑھیں، ذرا اس نکتہ پر بھی غور کیجیے کہ قائداعظم نے تھیوکریسی کی نفی کیوں کی؟ اس بنا پر کہ مملکت خداداد پاکستان میں بہت سے غیر مسلم آباد ہیں۔ یہاں سے پتہ چلتا ہے کہ قائد کے نزدیک تھیوکریٹک ریاست میں اقلیتیں محفوظ نہیں ہوتی تھیں حالانکہ اسلام میں تو اقلیتوں، یعنی ذِمّیوں کے حقوق پر بہت زور دیا گیا ہے۔ تو یہ جاننا ضروری ہے کہ آخر یہ تھیوکریسی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے کیا؟

یونانی زبان میں (theos) خدا کو کہتے ہیں اور (cracy) کا مطلب حکومت ہے۔ اس طرح (theocracy) کے معنی ہوئے "خدا کی حکومت"۔ اب آپ ہی ذرا غور فرمایئے اور سوچئے کہ کائنات کا آخر وہ کون سا گوشہ اور ذرّہ ہے جس پر خدا کی حکومت کار فرمانہ ہو! مگر اصطلاح میں اس سے مُراد ہے "کلیسا کی حکومت"۔ یعنی عیسائی پادریوں کی حکومت جن کا گمان یہ تھا کہ وہ خدا کے مقرب بندے ہیں جو بخشش و مغفرت، حلال و حرام اور قانون سازی کا اختیار رکھتے ہیں۔

یہاں یہ بات قابلِ توجّہ ہے کہ عیسائیوں کی کتاب "اناجیل" میں اخلاقی تعلیمات تو موجود ہیں مگر سیاسی، تمدنی اور حکومتی معاملات حل کرنے کے متعلق کوئی رہنمائی موجود نہیں۔ سو عیسائی دنیا میں ایک بہت بڑا سوال یہ کھڑا ہو گیا کہ مذہب کی بنیاد پر سیاسی، سماجی، داخلی اور خارجی مُلکی اُمور کس طرح سَر انجام دیئے جائیں؟ جب کچھ بَن نہ پڑا تو پوپ کو یہ اختیار دے دیا گیا کہ وہ بادشاہ کو بتلائے کہ خدا کی مرضی کیا ہے۔ چونکہ پادریوں کے پاس الہامی تعلیمات اپنی اصل شکل میں موجود تو تھیں نہیں، اس لیے انھوں نے جو چاہا اور جیسے چاہا، مذہب کے لبادے میں اپنے من چاہے احکامات کا اِجرا کیا اور یوں "خدا کی حکومت" کے نام پر "پادریوں کی حکومت" قائم ہو گئی۔

اب کلیسا جسے چرچ کہا جاتا ہے، کیتھولک چرچ میں صرف ایک عبادت گاہ نہیں رہا بلکہ ایک مستقل ادارہ بن گیا جسے احکام و قوانین وضع کرنے کا اختیار مل گیا۔ اس ادارے کے سربراہ کو پوپ یا پاپا کہتے ہیں جس کے بارے میں یہ تصور کر لیا گیا کہ وہ قانون ساز ہے اور اس معاملے میں اُس سے غلطی سرزد نہیں ہو سکتی۔ مطلب یہ کہ پوپ معصوم ہے، وہ جب بھی کوئی مذہبی حکم جاری کرے گا تو یہ ممکن ہی نہیں کہ اُس سے خطا ہو جائے۔ لہٰذا کوئی بھی فرد اُس کے فیصلے کو چیلنج نہیں کر سکتا۔

چنانچہ ان پادریوں نے خدا اور مذہب کے نام پر ایک طوفان مچا دیا؛ پاپائے اعظم نے چند ٹکوں کے عوض گناہوں سے مغفرت اور جنت کے سرٹیفکیٹ بانٹنا شروع کر دیئے۔ بائبل کا ترجمہ کرنا جُرم قرار دیا گیا — اس ڈر سے کہ لوگوں کو کہیں یہ نہ معلوم ہو جائے کہ پوپ کا حکم بائبل کے خلاف

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ غریب عوام خوراک، کپڑا، مکان اور دیگر بنیادی سہولتوں کے گرداب میں پھنسے ہوئے تھے جبکہ یہ پادری اور شاہی خاندان ایک پُر تعیش زندگی گزار رہے تھے۔ پھر تحقیق اور تفتیش کے نام پر ایک محکمہ قائم کیا گیا جس کے ذریعہ ان تمام لوگوں کو سخت سزاؤں سے دوچار کیا جاتا جو ظُلم کے اس نظام کے خلاف آواز اُٹھاتے۔

اس طرح کلیسا نے اپنے اختیارات کا ناجائز استعمال کرتے ہوئے نہ صرف عیسائیت کے اصل چہرے کو مسخ کیا بلکہ ظُلم و جبر کا ایک ایسا نظام وضع کیا جس سے لوگوں میں مذہب کے خلاف نفرت اور بغاوت پیدا ہو گئی۔ یوں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس نفرت میں اس قدر اضافہ ہوا کہ بالآخر یورپ نے مذہب سے جان چھڑا کر حکومت میں اس کا عمل دخل ختم کر کے سیکولر نظامِ حکومت رائج کر دیا۔ اس ساری صورتِ حال کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب تھیوکریسی کا لفظ سنتے ہی لوگوں کے ذہنوں میں وہ تمام خرافات اُبھر آتی ہیں جسے پاپائیت نے جنم دیا تھا۔

قارئین کرام! یہ ہے کلیسا کی مذہبی ریاست کا وہ اجمالی خاکہ جو عام طور پر تھیوکریسی کے نام سے مشہور ہے۔ اس مذہبی ریاست سے دنیا کا ہر انسان خوفزدہ ہے کیونکہ اس میں بذاتِ خود عیسائی محفوظ ہیں اور نہ دیگر مذاہب کے باشندے!

اب آپ بتلائیے کہ اسلام میں یہ تھیوکریسی ہے کہاں.....؟ اسلامی نقطہ نگاہ سے صرف انبیائے کرام علیہم السلام ہی وہ مُبارک ہستیاں ہیں جو معصوم ہیں اور اُن کے سوا کوئی شخص خواہ کتنا ہی بڑا ولی و اِمام کیوں نہ ہو، معصوم ہو سکتا ہے نہ قانون ساز۔ تاہم شریعت میں ایسے اصول و ضوابط متعین کر دیئے گئے ہیں جن کی روشنی میں ایک عالم دین اجتہاد کر سکتا ہے مگر اس سے غلطی بھی سرزد ہو سکتی ہے، اور غلطی معلوم ہونے پر اس پر رجوع کرنا لازم ہے۔ جبکہ پاپائیت میں ایسا نہیں یہی وجہ ہے کہ اسلام نے 14 صدیاں قبل ہی اسے رَد کر دیا تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللّٰهِ﴾ (سورۃ التوبۃ ۹:۳۱)

"ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنالیا ہے"۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس آیتِ کریمہ کی تفسیر میں سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً حدیث نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

«أتيت النبي – صلى الله عليه وسلم – وفي عنقي صليب من ذهب، فقال: "يا عدي ! اطرح عنك هذا الوثن". وسمعته يقرأ في سورة (براءة): { اتخذوا أحبارهم ورهبانهم أربابا من دون الله }، [فقلت : إنا لسنا نعبدهم]؟! قال: أما إنهم لم يكونوا يعبدونهم، ولكنهم كانوا إذا أحلوا لهم شيئا استحلوه، وإذا حرموا عليهم شيئا حرموه».

"میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور میری گردن میں سونے کی صلیب تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عدی! اس بُت کو پھینک دو۔ پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ آیت پڑھتے سنا؛ "ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنا لیا ہے"۔ میں نے کہا؛ ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگاہ ہو جاؤ! وہ ان کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن جب وہ کوئی چیز حلال کرتے تو ان کو ماننے والے اس چیز کو حلال سمجھتے اور جب وہ کوئی چیز حرام کرتے تو وہ اسے حرام سمجھتے، تو یہی ان کی عبادت ہوئی"۔[۲۴]

حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ اسلام لانے سے قبل عیسائی مذہب کے پیروکار تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ نماز روزہ اور رکوع و سجود ہی عبادات ہیں۔ اسی بنا پر انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی تھی کہ ہم اپنے علما و مشائخ کی عبادت تو نہیں کیا کرتے تھے۔ تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر واضح فرمایا کہ عبادت کا مفہوم محض نماز روزہ اور رکوع و سجود تک محدود نہیں۔ بلکہ اگر کوئی عالم یا درویش اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ اشیا کو حرام بتلائے اور حرام کردہ چیزوں کو حلال قرار دے اور پھر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لوگ ان امور میں اُس کی اتباع و پیروی کرنے لگیں، تو گویا انھوں نے اللہ کریم کے مقابلے میں اسے اپنا رب تسلیم کر لیا۔

عیسائی پادریوں نے چونکہ حلال و حرام کا حق اپنے لیے تفویض کر لیا تھا، اسی لیے انھوں نے اپنے مذہب میں بہت سی حرام اشیاء کو حلال اور حلال چیزوں کو حرام قرار دے رکھا تھا☆۔ نیز پوپ کو اس بات کا بھی مکمل اختیار حاصل تھا کہ وہ مذہب کے احکامات متعین کرے اور اس معاملے میں اُس پر کوئی روک ٹوک نہ تھی۔ چنانچہ اپنے اسی اختیار کے بل پر 1452ء میں مرکزی رومن کیتھولک چرچ کے سربراہ، دو سو آٹھویں پوپ نکولس پنجم، نے پرتگال کے بادشاہ الفانسو کے نام ایک مذہبی حکم نامہ جاری کیا جس میں نظریہ دریافت کے تحت یہ حکم دیا گیا تھا کہ غیر عیسائیوں کی زمینوں پر قبضہ، اُن کے مال و ملکیت پر قبضہ، اُنھیں غلام بنانا اور اُن کا قتلِ عام جائز ہے۔[۲۵] یوں اس مذہبی حکم نامہ کی آڑ میں جہاں پُرتگال نے لاکھوں افریقیوں کو غلام بنا کر ان کی تجارت کو فروغ دیا وہیں اسپین کی شاہی حکومت کے ہاتھوں لاتعداد ریڈ انڈینز کا قتلِ عام بھی ہوا اور اُن کے مال و اِملاک پر قبضہ بھی جما لیا گیا۔[۲۶]

اب ذرا اس عیسائی تھیوکریسی کا اسلام سے موازنہ کیجیے کہ اسلام تو دورانِ جنگ بھی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرنے؛ کھڑی فصلوں، پھل دار درختوں اور اہلِ کتاب کی عبادت گاہوں کو مسمار کرنے کا حکم نہیں دیتا، چہ جائیکہ حالتِ امن میں وہ ان شنیع اُمور کی مسلمانوں کو اجازت دے!

☆.....عیسائیت سے دینِ اسلام قبول کرنے والے نو مسلم ڈاکٹر "ابو امینہ بلال فلپس" اپنی تالیف (The Fundamentals of Tawheed) میں لکھتے ہیں: "عیسائی کلیسا نے ایک سے زائد نکاح اور چچا زاد، تایا زاد، ماموں زاد، پھوپھی زاد، خالہ زاد کے درمیان نکاح کو حرام قرار دے دیا۔ رومن کیتھولک فرقوں نے پادریوں کے نکاح اور طلاق کو عموماً حرام قرار دے دیا۔ عیسائی چرچ نے سود کھانے، شراب پینے اور خون پینے کو حلال قرار دے دیا۔ ان میں سے کچھ نے تو ایسی تصاویر اور مجسموں کا جواز تک گھڑ لیا جو خدا کو انسان کے رُوپ میں ظاہر کریں"۔ [Dr. Abu Ameenah Bilal Philips, The Fundamentals of Tawheed (Riyadh, IIPH 2005), p. 40]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حقیقت یہ ہے کہ عیسائی تھیوکریسی میں دو عوامل ایسے ہیں جو جبر کے نظام اور پادریوں کی اِجارہ داری کا سبب بنے، اسلام نے ان دونوں کا کانٹا نکال دیا۔ عیسائیت مکمل نہیں تھی؛ سیاسی، سماجی اور تمدنی زندگی کے قوانین "اناجیل" میں موجود نہ تھے اسی لیے پوپ اور پادریوں نے مذہب کے معاملے میں فیصلے کرنے کا ہر اختیار اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا، اسلام نے اس کا سَدِّباب کر دیا۔ اسلام نے بتایا کہ وہ ایک مکمل ضابطہ حیات اور آفاقی دین ہے۔ وہ عالمِ انسانیت کا اِمام بن کر آیا ہے اور اسے کاروبارِ زندگی کے کسی بھی پہلو سے متعلق کہیں سے ہدایت درکار نہیں۔ تاقیامت آنے والی اُمّتِ مسلمہ کے لیے قرآن و حدیث کی شکل میں ہدایت کے سرچشمے محفوظ کر دیئے گئے ہیں۔ لہٰذا حکم صرف اللہ کا چلے گا اور وہ اب کتاب و سُنّت کی صورت میں اُمّت پاس موجود ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسلام نے واضح کیا کہ حاکم ہو یا عالمِ دین، ان کی پیروی اُس وقت تک کی جائے گی جب تک کہ یہ اسلامی اُصولوں پر کاربند رہیں گے۔ چنانچہ اسلامی دنیا میں اس کا عملی ثبوت دیتے ہوئے مسلمانوں کے خلیفہ اوّل، سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جب خلیفہ کی حیثیت سے منصب خلافت پر متمکن ہوئے تو اپنے پہلے خطبے کا آغاز ان سنہرے الفاظ سے کرتے ہیں:

" أما بعد، أيها الناس، فإني قد وليت عليكم ولست بخيركم، فإن أحسنت فأعينوني، وإن أسأت فقوموني، ..... أطيعوني ما أطعت الله ورسوله، فإذا عصيت الله ورسوله، فلا طاعة لي عليكم."

"امابعد! حاضرین کرام! مجھے تمہارا سربراہ بنایا گیا ہے۔ میں خود کو تم سے بہتر نہیں سمجھتا۔ اگر میں دُرست کام کروں تو میری مدد کرنا۔ اگر مجھ سے غلطی سرزد ہو جائے تو میری اصلاح کرنا..... میری اطاعت اُس وقت تک کرنا جب تک میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرتا رہوں۔ جب میں اللہ کریم اور اُس کے رسولِ امین (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نافرمانی کرنے لگوں تو تم پر میری اطاعت ضروری نہیں"۔[۲۷]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اسلام نے دوسرا کام یہ کیا کہ طبقاتی نظام کا خاتمہ کر دیا۔ عیسائی تھیوکریسی میں معاشرہ تین طبقات میں بٹا ہوا تھا؛ **اشرافیہ** جس میں بادشاہِ وقت، شاہی خاندان کے افراد، وزرا، امرا اور جرنیل شامل تھے۔ **مذہبی طبقہ** جو پاپائے اعظم، پادریوں، کاہنوں اور چرچ کے نگرانوں پر مشتمل تھا۔ تیسرا طبقہ **محکوم عوام** کا تھا جو محنت مزدوری کرنے والے غریب و نادار انسان، یتیم و بے آسرا مفلوک الحال لوگ اور کھیتی باڑی کرنے والے عام کسان تھے۔ عوام؛ اشرافیہ کے ظُلم سہتے، اُن کی خدمت گُزاری پر مامور رہتے، گناہوں کی بخشش کے لیے اپنے مال کا ایک حصہ چرچ کو دیتے اور یوں شاہی طبقہ اور پادری عیش و نشاط کی زندگی گزارتے۔ احتساب عوام کا ہوتا، قانون غُربا پر لاگو ہوتا جبکہ پہلے دو طبقے ہر قسم کی قانونی پابندیوں سے آزاد تھے۔ بادشاہ کے سامنے کسی کو دَم مارنے کی مجال نہ تھی۔ پاپائے اعظم کو غلطی پر متنبہ کرنا تو دُور کی بات اس کی طرف آنکھ اُٹھانا بھی گناہ سمجھا جاتا تھا۔ قصہ مختصر یہ کہ اشرافیہ اور مذہبی طبقے پر کسی قسم کے قانون کا اطلاق نہیں ہوتا تھا۔ غلام ابنِ غلام کا دور دورہ تھا اور اس معاملے میں عربوں کا حال بھی ذرا مختلف نہ تھا۔ اسلام نے اونچ نیچ کے یہ تمام بُت گرا دیئے۔ حاکم ہو یا عالم، جرنیل ہو یا جاگیر دار، ان سب کی اِجارہ داری ختم کر کے شریعت نے بِلا تفریق رنگ و نسل، ذات، طبقہ اور مذہب ہر شخص کی جان، مال، عزت، آبرو کی حفاظت کو یقینی بنایا اور قانون کی نظر میں برابری کے اصول طے کر دیئے۔

چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ عرب کے سب سے بڑے قبیلے اور اس قبیلے کی سب سے معزز شاخ سے تعلق رکھنے والی ایک مخزومی عورت نے چوری کی جس پر قریش کے لوگ بہت پریشان ہوئے۔ انھوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے محبوب اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے سوا تو کوئی بھی آپ ﷺ سے اس خاتون کی سفارش کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔ چنانچہ لوگوں کے کہنے پر اُسامہ رضی اللہ عنہ نے رسولِ اکرم ﷺ سے اُس مخزومی خاتون کی سفارش کی، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

«أتشفع في حد من حدود الله، ثم قام فاختطب، ثم قال: إنما أهلك الذين قبلكم، أنهم كانوا إذا سرق فيهم الشريف تركوه، وإذا سرق فيهم الضعيف أقاموا عليه الحد، وايم الله لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطعت يدها».

"کیا تم اللہ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کر رہے ہو؟"

پھر آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر خطبہ دیا اور فرمایا:

"لوگو! تم سے پہلے کے لوگ اپنی اسی روش کی بنا پر ہلاک ہوئے کہ جب کوئی اعلیٰ خاندان کا شخص چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے، اور جب کمزور حال شخص چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے۔ اللہ کی قسم! اگر محمد کی بیٹی فاطمہ بھی چوری کرتی تو خود محمد (ﷺ) اس کا ہاتھ کاٹتے"۔[۲۸]

اسی طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں حاکم مصر کے بیٹے نے محض اس بنا پر ایک عام شہری پر کوڑے برسائے کہ وہ شخص دوڑ کے مقابلے میں اُن سے آگے نکل گیا تھا۔ جب مظلوم نے امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس ظُلم کی شکایت کی تو انھوں نے مصر کے گورنر کے سامنے ان کے بیٹے کو مظلوم کے ہاتھوں سرِ عام کوڑے لگوائے تاکہ ظُلم کی حوصلہ شکنی ہو اور قانونی مساوات قائم رہے[۲۹]۔ ایک موقع پر جب سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بذاتِ خود خطبہ دینے کھڑے ہوئے تو مجمع میں سے ایک شخص اُٹھ کر کہنے لگا کہ اے امیر المومنین! ہم آپ کی اطاعت نہیں کرتے کیونکہ آپ نے جو کُرتا پہن رکھا ہے یہ دو چادروں سے مل کر بنا ہے جس میں سے ایک چادر آپ کی آمدن سے زائد ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ بائیس لاکھ مربع میل کے اس حکمران نے سرِ عام اپنا احتساب دیتے ہوئے باقاعدہ گواہ پیش کر کے اس چادر کے جائز ہونے کا ذریعہ بتایا۔[۳۰]

اس ساری رُوداد سے معلوم یہ ہوا کہ عیسائی تھیوکریسی میں اشرافیہ، جرنیل، حکومتی عہدیدار، جاگیر دار، اُمرا اور حکمرانوں پر مشتمل طبقہ ہر قسم کی قانونی روک ٹوک سے آزاد تھا۔ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پر کسی قسم کے قانونی ضابطوں کا اِطلاق نہیں ہوتا تھا۔ جبکہ دوسری جانب عوام غُربت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور ان کے بنیادی حقوق کا بھی کوئی تصور نہیں تھا۔ نیز یہ کہ الہامی ہدف کی تکمیل کے نام پر پادریوں کے ہاتھ میں ہر قسم کی قانون سازی کا اختیار تھا اور اقلیتوں کی جان و مال اس ریاست میں محفوظ نہیں تھیں۔ اسلام نے اپنے نظریات، تعلیمات بلکہ خلافت کی شکل میں عملاً ایک ریاست قائم کرکے ان تمام خرافات کا خاتمہ کر دیا۔ لہٰذا قائد کا یہ قول کہ پاکستان تھیوکریٹک اسٹیٹ نہیں ہوگی، سے مُراد کلیسا کی طرز پر مبنی مذہبی ریاست کی نفی ہے۔ تاہم اسلام، جو واقعتاً انفرادی اور اجتماعی سطح پر قابلِ نفاذ دین ہے اور تمام انسانیت کے لیے باعثِ رحمت بھی ہے، جناح کے بقول؛ پاکستانی آئین کا فریم ورک، یعنی بنیادی ڈھانچہ ہوگا۔

اب ذرا اس پورے معاملہ کو ایک دوسرے رُخ سے بھی دیکھیے۔ اگر ہم یہ مان لیں کہ قائداعظم کا یہ بیان کہ پاکستان کوئی تھیوکریٹک ریاست نہیں ہوگی، سے مراد یہ ہے کہ وطن عزیز کی سیاست و حکومت کو وہ مذہب سے ماورا رکھنے کا عزم رکھتے تھے، اور یہ کہ ان کا تصور پاکستان ایک سیکولر ریاست پر مبنی تھا، تو اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ ان کا بیان تناقض پر مبنی تھا۔ کیوں کہ اپنے اسی بیان میں اوّلاً وہ یہ فرماتے ہیں کہ پاکستان پریمئر اسلامی ریاست ہے ☆.....پاکستان کا آئین اسلام کے بنیادی اُصولوں کے مطابق تشکیل دیا جائے گا ☆..... یہ اُصول ہماری عملی زندگیوں پر آج بھی اسی طرح قابلِ اطلاق ہیں جس طرح 1300 سال قبل تھے۔ یعنی جب انھوں نے بذاتِ خود پاکستان کو ایک پریمئر اسلامی ریاست قرار دے کر اس کے دستور کو اسلامی قواعد کے مطابق مرتب کرنے کے عزم کا اظہار کر دیا تو پیچھے کیا رہ جاتا ہے جو اس کے اسلامی ریاست ہونے کی نفی کرے!

لہٰذا عیسائی تاریخ میں تھیوکریسی کا مطلب جانے بغیر اسے اسلامی نظامِ حکومت پر چسپاں کرنا نِری جہالت کی دلیل ہے۔ قائداعظم بخوبی جانتے تھے کہ تھیوکریسی کیا ہے اور اسلامی نظامِ حکومت کسے کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے جہاں تھیوکریسی کی نفی کی وہیں دوٹوک لفظوں میں یہ اعلان کیا کہ پاکستان اوّلین اسلامی ریاست ہے اور اس کے آئین کی بنیاد اسلامی قواعد پر رکھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جائے گی۔

معلوم ہوا کہ آج جو لوگ تھیوکریسی اور اسلامی طرزِ حکومت کے مابین بنیادی فرق کو نظر انداز کر کے نفاذِ شریعت کی راہ میں روڑے اٹکا رہے ہیں، تو در حقیقت وہ خود بھی جاہل و گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی راہِ ضلالت پر گامزن کرنے پر مُصِر ہیں۔ **اکتوبر 1937ء** کو قائد اعظم نے واشگاف الفاظ میں یہ حقیقت اُجاگر کر دی تھی:

"آج کل مسلمانوں کا سب سے اہم فرض یہی ہے کہ وہ اپنی تنظیم کریں اور ہندوستان کی واحِد اسلامی سیاسی جماعت آل انڈیا مسلم لیگ کے جھنڈے تلے ایک محاذ پر جمع ہو جائیں۔ ہماری اُمیدیں نوجوانوں سے وابستہ ہیں جنھیں عنقریب مستقبل کا بوجھ اور ذمّہ داری اٹھانی پڑے گی۔ میں نوجوانوں سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ خیال آرائیوں سے گمراہ ہونے کی بجائے حقائق کی روشنی میں عملی کام کر کے دکھائیں۔ میں آپ کی کامیابی کے لیے دست بدعا ہوں"۔[۳۱]

پھر مسلم لیگ کے نصب العین اور قیامِ پاکستان کے مقصد کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا:

"مسلم لیگ کا مشن اور پاکستان کا مقصد اس کے سوا اور کیا ہے کہ پاکستان میں اللہ کے دین کا نظام قائم ہو گا"۔[۳۲]

اب پاکستان قائم ہو جانے کے بعد **14 اگست 1948ء** کو فرمایا:

"یاد رکھیے! پاکستان کا قیام ایک ایسا واقعہ ہے جس کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں مل سکتی۔ یہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاستوں میں سے ایک ہے اور جیسے جیسے ہم آگے بڑھیں گے، سال بہ سال ایک شاندار کردار ادا کرنا اس کا مقدر ہے، بشرطیکہ ہم دیانتداری، تندہی اور بے غرضی کے ساتھ پاکستان کی خدمت کریں۔ مجھے اپنے عوام پر بھروسہ ہے کہ وہ ہر موقع پر اسلام کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گزشتہ تاریخ، شان و شوکت اور روایات کے شایانِ شان مستعد رہیں گے"۔[۳۳]

جب ان سے "اسلامی حکومت" کی وضاحت چاہی گئی تو انھوں نے اس سوال کے جواب میں نوجوان طلبہ کو بتایا:

"اسلامی حکومت کے تصور کا یہ امتیاز پیشِ نظر رکھنا چاہیے کہ اس میں اطاعت اور وفا کیشی کا مرجع خدا کی ذات ہے جس کی تعمیل کا عملی ذریعہ قرآن مجید کے احکام اور اُصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے نہ پارلیمنٹ کی نہ کسی شخص یا ادارے کی۔ قرآن کریم کے احکام ہی سیاست و معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کی حدود متعین کر سکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں اسلامی حکومت قرآنی اصول و احکام کی حکومت ہے"۔[۳۴]

آج اگر قائداعظم زندہ ہوتے تو سیکولر حضرات ان پر پھبتی کستے کہ یہ شخص بنیاد پرست، دقیانوس اور انتہا پسند بن گیا ہے جو پین اسلام ازم کی بات کرتا ہے!

کیا یہ لطیفہ نہیں کہ لبرلز اور سیکولر حضرات قائداعظم کے کاندھوں پر بندوق رکھ کر قائد ہی کے تصورِ پاکستان کا خون کر رہے ہیں!!

فساد اور دہشت گردی کا سبب..... اسلام سے وابستگی یا بیگانگی؟

معاشرے میں فساد تب رُونما ہوتا ہے جب لوگوں کے درمیان حقوق کی غیر منصفانہ تقسیم ہو۔ اعتدال، مساوات اور انصاف کی جگہ اگر ظُلم، جبر اور ناانصافی عام ہو جائے تو افراد کے درمیان نظم و ضبط اور اُخوت و مُحبت کا جذبہ ختم ہو جاتا ہے جس کی بنا پر بے چینی، بے یقینی، احساسِ محرومی اور بغاوت کے جراثیم جنم لیتے ہیں۔ پھر ایسے معاشرے ترقی کی بجائے تنزلی کا شکار ہو جاتے ہیں اور لوگ وہاں قتل و غارت گری پر اُتر آتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چنانچہ دینِ اسلام اگر امن اور سلامتی کا مذہب ہے، تو اس سے مُراد یہ ہے کہ یہ ایک مکمل نظامِ حیات ہے جو زندگی کے ہر شعبے اور پہلو سے متعلق ہماری رہنمائی فرماتا ہے۔ اعتدال، مساوات اور انصاف کی برتری کا نام عدل ہے، اور یہی دینِ اسلام کی اولین ترجیح ہے۔ حقوق کی مساویانہ تقسیم اور معاشرے کو مضبوط بنیاد فراہم کرنے کے لیے اسلام فقراء، مساکین، معذور، یتیم، محتاج، راہگیر، نادار، غریب..... حتیٰ کہ غیر مسلم ذِمّیوں تک کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت دیتا ہے۔ اور اپنے اس خاص وصف کے سبب یہ دنیا کے تمام تر ادیان سے ممتاز ہے۔ نیز انسانی جان کی اسلام میں کیا قدر و اہمیت ہے، اس کا اندازہ لگانے کے لیے یہی ایک آیت کافی ہے کہ جس میں فرمایا گیا: ﴿اور جو شخص کسی کی جان بچالے تو یہ ایسا ہے جیسے اس نے تمام انسانوں کی جان بچالی﴾[۳۵]۔ اس کے ساتھ ہی اسلام قتل و غارت اور فتنہ و فساد کو کسی صورت برداشت نہیں کرتا۔ فرمایا: ﴿بے شک اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا﴾[۳۶]۔ واضح رہے کہ اسلام اگر کفار و مشرکین کے خلاف قتال و جہاد کا حکم دیتا ہے تو اس کا مقصد بھی خونریزی نہیں، بلکہ شر و فساد کا خاتمہ اور اللہ کا کلمہ سربلند کرنا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿اور ان سے لڑو یہاں تک کہ "فتنہ" ختم ہو جائے اور دین سارے کا سارا اللہ ہی کے لیے خالص ہو جائے﴾[۳۷]۔ لیکن زیادتی کی اجازت تو اسلام کفار کے ساتھ بھی نہیں دیتا، خواہ کافر حَربی ہو یا ذِمّی۔ ارشاد فرمایا: ﴿اور جو لوگ تم سے لڑتے ہیں، تم بھی خدا کی راہ میں ان سے لڑو۔ مگر زیادتی نہ کرنا کہ خدا زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا﴾[۳۸]۔ یہ ارشادِ الٰہی اس بات کی زبردست دلیل اور حجت ہے کہ دنیا میں پھیلے فساد اور قتل و غارت کا سبب دینِ اسلام سے وابستگی نہیں بلکہ بیگانگی ہے

پس کس قدر شرم اور افسوس کا مقام ہے کہ دورِ حاضر کے یہ سیکولر لکھاری اسلامی اُصولوں پر مبنی نظامِ سیاست و حکومت ہی کو فساد اور دہشت گردی کی جڑ قرار دے رہے ہیں.....! حقیقت یہ ہے کہ ان لوگوں میں اگر ذرّہ برابر شرم و حیا ہوتی تو یہ اس قدر بے ہودہ اور گھٹیا بات ہرگز نوکِ قلم پر نہ لاتے۔ یہ لوگ اپنے آپ کو مسلمان بھی کہلواتے ہیں اور درِ پردہ اسلام کی بیخ کنی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھی کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ تاریخ اس پر شاہد ہے کہ دینِ اسلام کو جس قدر نقصان ان جیسے جہلاء نے پہنچایا ہے شاید اتنا نقصان پورا عالمِ کفر مل کر بھی اہلِ اسلام کو نہ پہنچا سکا ہو۔

روشن خیالی کے نام پر بے دینی پھیلانے والے ان قلم کاروں کو کیا معلوم کہ اسلام کس قدر پاکیزہ احکامات پر مبنی باعظمت دین ہے۔ اس کی تعلیمات کس قدر اعتدال پر مبنی جامعیت کی حامل ہیں اور یہ کس طرح انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے سدھار کا سامان پیدا کرتا ہے۔ اسلام کے شرف وعظمت کا اندازہ محض اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ یہ دنیا کا واحد مذہب ہے جس نے جنگوں کے بھی اخلاقی اُصول متعین کر رکھے ہیں؛ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہیں کرنا، کھڑی فصلوں کو تباہ نہیں کرنا، لوگوں کے گھروں کو مسمار نہیں کرنا، میدانِ جنگ میں مارے جانے والے کافروں کا مُثلہ نہیں کرنا، اہلِ کتاب کی عبادت گاہوں کو منہدم نہیں کرنا، بزورِ شمشیر کسی کو جبراً مسلمان نہیں کرنا، کفار کے ساتھ کیے گئے عہد کو نہیں توڑنا، ذمّی کافروں کی حق تلفی نہیں کرنی اور نہ انھیں ناحق قتل کرنا ہے۔ پس اگر کسی نے انھیں ناحق قتل کیا تو ایسے شخص کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«من قتل نفسا معاهدا لم يرح رائحة الجنة، وإن ريحها ليوجد من مسيرة أربعين عاما».

"جس نے کسی معاہد کو ناحق قتل کر دیا وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں پائے گا۔ حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس سال کی مسافت سے آنے لگتی ہے"۔[۳۹]

ایک دوسری حدیث میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا:

«ألا من ظلم معاهدا، أو انتقصه، أو كلفه فوق طاقته، أو أخذ منه شيئا بغير طيب نفس، فأنا حجيجه يوم القيامة».

"خبردار رہو! جس نے کسی ذِمّی پر ظُلم کیا یا اُس کا کوئی حق چھینا یا اُس کی طاقت سے زیادہ اُس پر بوجھ ڈالا یا اُس کی مرضی کے بغیر اُس سے کوئی چیز لے لی، تو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قیامت کے دن میں اُس کی طرف سے وکیل ہوں گا"۔[۴۰]

یہ احادیثِ مبارکہ اسلام کے امن پسند ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ان میں نہ صرف غیر مسلموں کے حقوق کا تعین کیا گیا ہے بلکہ مسلمانوں کو سختی کے ساتھ ان کے حقوق کا خیال رکھنے کی بھی تلقین کی گئی ہے۔ کیا دنیا کا کوئی اور مذہب اپنے پیروں کاروں کو اس طرح کی تعلیمات دیتا ہے .....؟ ہرگز نہیں۔

اس وقت دنیا میں جس قدر دہشت گردی کا رونا رویا جارہا ہے اور سیاست و حکومت میں اسلامی احکامات کی بالادستی کو فساد کی علّت قرار دیا جارہا ہے، تو حقیقت یہ ہے کہ یہ سب ڈھونگ ہے اور حقائق پر پردہ ڈال کر نظامِ کفر کے غلبہ کی راہ ہموار کرنے کا ایک ہتھکنڈہ ہے۔ لفظ "اسلام" ہی امن اور سلامتی کا ضامن ہے۔ تاریخ اس پر گواہ ہے کہ اسلام اور اہلِ اسلام نے روزِ اوّل ہی سے انسانیت کو تحفظ فراہم کیا ہے۔ تاہم جب جب انسانیت کو نقصان پہنچا ہے تو وہ مذہب سے بیگانگی یا پھر کفر کی انتہا پسندی اور ان کے نظامِ ظُلم سے پہنچا ہے۔ واضح رہے کہ خلفائے راشدین کے دورِ خلافت میں مسلمانوں نے کفار کے جن جن علاقوں کو فتح کیا تو وہاں کے باشندوں کے ساتھ انھوں نے اس قدر فراخ دلی اور اعلیٰ ظرفی کا مظاہرہ کیا کہ کچھ ہی عرصے میں وہ لوگ اسلام کے رنگ میں رنگ گئے ۔ محمد بن قاسم نے جب راجا داہر کو عبرت ناک شکست دے کر سندھ فتح کیا تو اس کے بلند اخلاق و کردار کو دیکھتے ہوئے وہاں کے لوگوں نے اس کی مورتیاں بنالیں کہ یہ کوئی عام انسان نہیں بلکہ بھگوان کا اُوتار ہے۔ نیز مسلمانوں نے جب رُوم فتح کیا تو اسلامی فوج کی پاکدامنی اور پاکیزہ سیرت دیکھتے ہوئے وہاں کی عورتیں یہ تک کہنے پر مجبور ہوگئیں کہ "یہ انسان نُما فرشتے ہیں"۔ اسی طرح سسلی، موجودہ اِٹلی، پر مسلمانوں نے تقریباً دو سو برس تک حکومت کی۔ بعد ازاں جب شاہ راجر اوّل نے اس کے شہر پلارمو پر قبضہ کیا تو اسے یہاں کی صفائی، نفاست، تہذیب و تمدن اور انتظام و انصرام اس قدر پسند آیا کہ وہ اسلامی تہذیب سے متاثر ہو کر لباس بھی مسلمانوں ہی کا پہننے لگا۔ چنانچہ اُس کے اِس طرزِ عمل اور پاک صاف رہنے کے باعث اس کے عیسائی مخالفین اسے نیم کافر — Half

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

Pagan — کہہ کر پکارا کرتے تھے — خیال رہے کہ اُس دور میں گندا و غلیظ رہنا عیسائی پادریوں کے نزدیک خدا کا مقرب بندہ ہونے کا وصف تھا! پھر طارق بن زیاد نے جب اُندلس فتح کیا تو مسلمانوں نے اسے تہذیب، تمدن، معاشرت اور علمی اعتبار سے وہ ترقی دی کہ اس کا شمار دنیا کے معروف علمی اور تہذیب یافتہ خطوں میں ہونے لگا۔

اس کے برعکس جب اُندلس، موجودہ اسپین، کا سقوط ہوا تو اس وقت کے عیسائیوں نے شرم و حیا کی تمام ردائیں اتار کر ظُلم و بربریت کی وہ بھیانک داستان رقم کی جو انسانیت کے چہرے پر بدنُما داغ ہے۔ باوجود یہ کہ سقوط کے وقت مسلمانوں سے ان کی جان و مال و املاک و عبادت گاہوں کے تحفظ کا معاہدہ کیا گیا تھا، سقوط کے بعد معاہدہ توڑ دیا گیا۔ چنانچہ ہزاروں پُر شِکوہ مساجد جو اسپین میں آباد تھیں، چرچ میں تبدیل کر دی گئیں۔ 15 لاکھ مسلمانوں کو نہایت بے رحمی کے ساتھ قتل کیا گیا اور جو بچ گئے انھیں یا تو اسپین کی سَر زمین سے نکال دیا گیا یا پھر جبراً عیسائیت قبول کرنے پر مجبور کیا گیا۔ مسلمانوں کی آٹھ سو سالہ تاریخ میں لکھی گئی لاکھوں کتب — جو قرآن، احادیث، شروحات، تفاسیر، تاریخ، فقہ، ریاضی، سائنس، تحقیق، ادب، منطق اور ریسرچ پر مشتمل تھیں — کو چوراہوں پر ڈال کر آگ لگا دی گئی جو کئی ہفتوں تک بھڑکتی رہی![41]

پسِ مرگ میرے مزار پر کوئی فاتحہ بھی کہاں پڑھے
وہ جو ٹوٹی قبر کا تھا نشاں اُسے آندھیوں نے مٹا دیا

اب اگر دورِ حاضر کی بات کی جائے تو آج ایک بار پھر تاریخ دہراتے ہوئے پوری دنیا میں مسلم نسل کشی کا کھیل کھیلا جا رہا ہے...... 1969ء میں مسجدِ اقصیٰ کو آگ لگائی گئی...... 6 دسمبر 1992ء میں بابری مسجد شہید کی گئی...... گجرات میں دو ہزار مسلمانوں کو زندہ جلایا گیا...... 2006ء میں بھارت میں سمجھوتا ایکسپریس کو مسافروں سمیت جلا دیا گیا...... روس، ایران اور منافقوں کے سردار بشار الاسد کی افواج کی وحشیانہ بمباری سے آج پورا حلب خون میں نہا چکا ہے...... کم و بیش پانچ لاکھ شامی مسلمان شہید ہو چکے...... امریکہ اور نیٹو افواج کی مسلسل بمباری کے نتیجے میں لاکھوں افغانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

موت کی نیند سو چکے..... فلسطین میں مسلمانوں کا لہو پانی بن کر بہہ رہا ہے..... یمن میں آہ و بکا ہے..... کشمیر درد و غم سے کراہ رہا ہے..... بھارتی افواج کی پیلٹ گنز کی فائرنگ سے سینکڑوں کشمیری نوجوان، خواتین اور بچے ہمیشہ کے لیے اپنی بینائی کھو چکے ..... دہلی میں ہندو انتہا پسندوں نے بھارتی دارُالحکومَت کے اسپتال میں کام کرنے والے کشمیری ڈاکٹر عمار خان اور ان کے صحافی دوست عمران شاہ پر بدترین تشدد کر کے خونخوار کتے ان پر چھوڑ دیئے..... 2012ء سے اب تک ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں برمی مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اُتارا جا چکا..... نیزے کی انّیوں سے معصوم بچوں کے جگر چیر ڈالے گئے اور قتلِ مسلم کا یہ سلسلہ تاحال جاری ہے..... اس پر عجب یہ کہ ہمارے ان نام نہاد روشن خیالوں کو فساد، انتہا پسندی اور دہشت گردی اگر نظر آتی ہے تو اسلام میں.....! ان کا نزلہ اگر گرتا ہے تو بے چارے مسلمانوں پر.....!

ممتاز قادری اگر گستاخِ رسول کو کیفرِ کردار تک پہنچا دے تو اسے پھانسی کے پھندے پر لٹکا دیا جاتا ہے.....! امریکن شہری ریمن ڈیوس اگر دو نہتے پاکستانیوں کو سرِ عام قتل کر دے تو اسے ملک سے فرار کروا دیا جاتا ہے.....! ڈاکٹر عافیہ صدیقی کو بغیر ثبوتِ جُرم کفار کے حوالے کر دیا جاتا ہے.....! جامع حفصہ کی ہزاروں طالبات کے قاتل کو باعزت طور پر ملک سے باہر بھیج دیا جاتا ہے.....! مسلمان اگر اپنے حق کی خاطر آواز اُٹھائے تو دہشت گرد.....! کافر اگر مسلمانوں کی اِملاک پر قبضہ جمائے تو حق پرست.....! اللہ کی زمین پر اللہ کی نازل کردہ شریعت نافذ کرنے والوں کو فرسودہ خیال کہا جاتا ہے.....! مغرب کے عطا کردہ سیکولر اِزم کی راہ ہموار کرنے والوں کو روشن خیال کہا جاتا ہے.....! یہ ہے ہمارے نااہل حکمرانوں، سیاست دانوں، بیوروکریٹس اور چاپلوس قلم کاروں کی منافقانہ روش جس کی بنا پر آج وطنِ عزیز فساد اور دہشت گردی کی آماجگاہ بنا ہوا ہے.....!

آج یہ بات سب پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ مغرب پرست اقتدار کے بھوکے چالاک لوگ دہشت گردی کے خاتمے کے نام پر اسلام کے خلاف بغاوت کا عَلَم سربلند کیے بیٹھے ہیں! حالانکہ ان کے اس طرزِ عمل سے سوائے ہلاکت و بربادی کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا اور ملکی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حالات سُدھرنے کے بجائے مزید بگڑتے ہی چلے جائیں گے۔ پاکستان کے مسائل کا واحد حل شریعت کا نفاذ اور اسلامی نظامِ معیشت کا قیام ہے۔ اگر ان حضرات میں وطنِ عزیز کا سچا درد ہوتا تو یہ رب کائنات کے نازل کردہ احکامات کے مطابق اس ملک کی بنیادوں کو اسلامی خطوط پر استوار کرتے جس سے واقعتاً پاکستان امن اور ترقی کی راہ پر گامزن ہوتا، افسوس کہ وہ ایسا نہیں کرتے۔

جناح کی محبت کی آڑ میں سیکولر ایجنڈے پر کام کرنے والوں سے مجھے کچھ لینا دینا نہیں، لیکن جو لوگ اپنے قلب میں اسلام اور اہلِ پاکستان کا حقیقی درد رکھتے ہیں، ان سے میں پُرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ ان نام نہاد دانشوروں اور ضمیر فروش قلم کاروں کے شور وغل سے دھوکہ نہ کھائیں۔ کیونکہ اس ملک کی تعمیر وترقی اور امن عامہ کو نظریے کی بنیاد پر شریعت کے نفاذ اور اسلامی طرزِ حکومت کے قیام سے کوئی خطرہ نہیں، ہاں اگر کوئی خطرہ ہے تو وہ سودی نظامِ استحصال، مذہب سے دوری اور نظریۂ پاکستان کو فراموش کرکے مغربی تصوّرات پر مبنی طرزِ حکومت اپنانے سے ہے جو نہ صرف ہر قسم کی گمراہی وفساد کی جڑ ہے بلکہ تمام سابقہ بربادیوں کا بھی اصل سرچشمہ ہے۔ قائد ملّت لیاقت علی خان، جو بانیانِ پاکستان میں ایک معتبر نام ہیں، قیامِ پاکستان کے بعد اپنے 9 دسمبر 1949ء کے خطاب میں فرماتے ہیں:

> "اگر ہم پاکستان کے مفاد کو پیشِ نظر رکھیں تو ہمیں اپنے مستقبل سے متعلق خدشات کو خاطر میں لانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر ہم پاکستان کو ایک عظیم ریاست بنانا چاہتے ہیں تو اس کے لیے ہمیں دن رات کام کرنا پڑے گا۔ ہم پاکستان کی تعمیر محض اپنی ذات کے لیے نہیں بلکہ اپنے مستقبل کے لیے اور اپنی آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے کر رہے ہیں۔ ہم ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات آج بھی اُسی طرح تر و تازہ ہیں جس طرح 1300 سال قبل تھیں۔ اگر ہم (اپنے اس مقصد کو پورا کرنے میں) کامیاب رہے تو امنِ عالم میں ہمارا بہت بڑا حصّہ ہوگا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

انسانیت اندھیروں میں غرق ہے اور رہے گی، یہاں تک کہ اسلام کا پیغام قبول کر لیا جائے ! اشتراکیت(Communism) اور سرمایہ داری (Capitalism)کے ساتھ دنیا باقی نہیں رہ سکتی۔ اس کی بقا فقط اسلام کے معتدل راستے کی پیروی میں ہی ممکن ہے"۔[۴۲]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حواشی (باب اوّل: فصل اوّل)

۱ قائد اعظم محمد علی جناح کے اصل الفاظ یہ ہیں :
"We are a nation of 100 millions of people inhabiting this great sub-continent and we have a great history and past behind us. Let us prove (ourselves) worthy of it and bring about true renaissance of Islam and revive its glory and splendour."
[Jamil-ud-Din Ahmed, *Speeches and Writings of Mr. Jinnah*, (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, January 1942 reprinted 7th edition July 1968), Vol. I, p. 550.]

۲ بانیٔ پاکستان، محمد علی جناح، کے اصل الفاظ یہ ہیں :
"Pakistan not only means freedom and independence but the Muslim ideology, which has to be preserved, which has come to us as a precious gift and treasure and which, we hope, others will share with us."
[Rizwan Ahmed, *Teachings of Quaid-i-Azam*, (Islamabad: National Institute of Historical and Cultural Research 1968 reprinted 1989), p. 61]

۳ قائد کے اصل الفاظ یہ ہیں :
"If we take our inspiration and guidance from the Holy Quran, the final victory, I once again say, will be ours …… All I require of you now is that everyone of us to whom this message reaches must vow to himself and be prepared to sacrifice his all, if necessary, in building up Pakistan as a bulwark of Islam."
[M. Rafique Afzal, *Selected Speeches and Statements of the Quaid-i- Azam Mohammad Ali Jinnah*, 1911- 34 and 1947-48, (Lahore: Research Society of Pakistan, 1966 fourth impression 1980), pp. 447- 448.]

۴ روز نامہ جنگ کراچی اتوار ۲۵/ربیع الاوّل ۱۴۳۸ھ ۲۵/دسمبر ۲۰۱۶ء کے صفحہ نمبر ۷ پر دیکھئے کالم نگار عبد الرؤف کا لکھا گیا کالم : "پاکستان کیوں بنا؟"

۵ ایضاً

۶ (نوٹ؛ اس مقام پر ہم نے کالم نگار کے کلام کا خلاصہ نقل کیا ہے) ایضاً

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۷ ایضاً

۸ [اقبال نامہ مجموعہ مکاتیب اقبال، شیخ عطا اللہ، حصہ اول، (شیخ محمد اشرف تاجر کتب کشمیری بازار، لاہور-۱۹۴۵ء)، صفحہ نمبر-۲۰۹]

۹ [پاکستان—ایک نظریہ—ایک تحریک، عطش درانی، (مکتبہ عالیہ لاہور ۱۹۸۷ء)، صفحات: ۴۱ تا ۴۲]

۱۰ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے خط کی اصل عبارت یہ ہے:

"You are the only Muslim in India today to whom the community has right to look up for safe guidance through the storm which is coming to North-West India, and perhaps to the whole of India."

[Bashir Ahmed Dar, *Letters of Iqbal*, (Lahore: Iqbal Academy, 1978), see the letter dated June 21st 1937, p. 258.]

۱۱ مصورِ پاکستان کے خط کی اصل عبارت یہ ہے:

"After a long and careful study of Islamic law I have come to the conclusion that if this System of Law is properly understood and applied, at last the right to subsistence is secured to everybody. But the enforcement and development of the ***Shariat of Islam*** is impossible in this country without a free Muslim State or States. This has been my honest conviction for many years and I still believe this to be the only way to solve the problem of bread for Muslims as well as to secure a peaceful India…… But as I have said above in order to make it possible for Muslim India to solve the problems it is necessary to redistribute the country and to provide one or more Muslim States with absolute majorities. Don't you think that the time for such a demand has already arrived?"

[G. Allana, *Pakistan Movement: Historic Documents*, (Karachi: Paradise Subscription Agency 1967, reprint second edition 1968), See the later dated; 28th May, 1937, pp. 142,143.]

۱۲ اقبال کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"I therefore demand the formation of a consolidated Muslim State in the best interests of India and Islam."

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[Latif Ahmed Sherwani, *Speeches, Writings and Statements of Iqbal*, (Lahore: Iqbal Academy 1944 reprinted edition 1977), p. 11]

۱۳۔ "اقبال کے خطوط جناح کے نام" کے پیش لفظ میں لکھے گئے قائداعظم کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"I think these leters are of very great historical importance, particularly those which explain his views in clear and unambiguous terms on the political future of Muslim India. His views were substantially in consonance with my own and had finally led me to the same conclusions as a result of carefull examination and study of the constitutional problems facing India ……."

[Bashir Ahmed Dar, *Letters of Iqbal*, (Lahore: Iqbal Academy, 1978), pp. 237-238.]

۱۴۔ محمد علی جناح کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"Muslims worship one God, they believe in one Book and are the followers of one Prophet. The Muslim League has been striving to organize them politically on one platform and under the green flag of Islam (cheers).

We have got no friends here. Neither the the British, nor the Hindus are our friends. We are clear in our own minds that we have to fight against both of them (prolonged cheers). If both (being Banias) are combined against us, we shall not be afraid of them. We shall fight their united might and, Inshaallah, win the end. (Allah-o-Akbar.)"

[Jamil-ud-Din Ahmed, *Speeches and Writings of Mr. Jinnah*, (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1947 reprinted 3rd edition May 1976), Vol. II, p. 239.]

۱۵۔ قائداعظم کے اصل الفاظ یہ ہیں؛

"We have to fight a double-edged battle, one against the Hindu Congress and the other against British Imperialist, both of them being capitalists. The Muslims demand Pakistan, where they could rule according to their own code of life and according to their own cultural growth, traditions and Islamic laws."

[Ibid, Vol. II, p. 237.]

۱۶۔ قائدملّت لیاقت علی خان کے اصل الفاظ یہ ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"The only reason why we and the Quaid-i-A'zam demanded Pakistan was to secure, in this subcontinent, a homeland where the Muslims could live in their own way. We wished Pakistan to be a laboratory where we could practise the Islamic principles___the best in the world___and thus demonstrate to the world that what Islam had taught thirteen centuries ago was needed as much now as it was then. We must not forget that it was for that sentiment and inobedience to that call that hundreds of thousands of Muslims gave their lives and nearly seven millions lost their ancestral homes and migrated from India to Pakistan in utter misery and destitution. We, that is to say, the Muslim League, are pledged to make Pakistan a Muslim State and run it on Islamic principles. So long as we or any one of us is alive, we must not forget the pledge for which the Muslims made a sacrifice so colossal."

[M. Rafique Afzal, *Speeches and Statements of Quaid-i-Millat Liaquat Ali Khan* 1941-51, (Lahore: Research Society of Pakistan, 1967), pp. 207-208]

۱۷ تلخیص نقل کی گئی ہے، تفصیل کے لیے دیکھئے: [سنہرے فیصلے، عبدالمالک مجاہد، (مکتبہ دارالسلام، ۱۴۲۷ھ)، صفحات ۲۵ تا ۲۷]

۱۸ See reference no. 3.

۱۹ محمد علی جناح کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"Muslim India will not rest content till we have fully realised, achieved and established Pakistan in the north-western and eastern zones of this sub-continent. It is, as you know, a struggle of life and death for Muslim India.

In Pakistan lies our deliverance, defence and honour. If we fail, we perish and there will be no sign or syptom of Muslims or Islam left in this sub-continent. This is the stupendous task that you have in front of you. Therefore, I appeal again on this our national day to organise yourselves in every department of life and rally round the banner of the All-India Muslim League."

[Jamil-ud-Din Ahmed, *Speeches and Writings of Mr. Jinnah*, (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1947 reprinted 3rd edition May 1976), Vol. II, p. 168.]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۰۔ قائدِاعظم کے اصل الفاظ یہ ہیں:
"We, the two major nations, not only differ in religion but have two tatally different cultures. Our religion contains a code of life in the conduct of every department and we want to live in accordance with the same ideals but the Hindu leadership is bent upon establishing 'Ram Raj' and treat the Muslims as a minority."
[Ibid., p. 249.]

۲۱۔ بانیٔ پاکستان کے اصل الفاظ یہ ہیں:
"The League stood for carving out states in India where Muslims were in numerical majority to rule there under Islamic law."
[Ibid., p. 253.]

۲۲۔ "In any case, Pakistan is not going to be a theocratic State to be ruled by priests with a divine mission. We have many non-Muslims—Hindus, Christians, and Parsis—but they are all Pakistanis."
[Liaquat H. Merchant, *The Jinnah Anthology*, (Oxford University Press, 2010), p. 162.]

۲۳۔ قائدِاعظم کے اصل الفاظ یہ ہیں:
"Pakistan is the premier Islamic State and the fifth largest in the world…The constitution of Pakistan has yet to be framed by the Pakistan Constituent Assembly. I do not know what the ultimate shape of this constitution is going to be, but I am sure that it will be of a democratic type, embodying the essential principles of Islam. Today, they are as applicable in actual life as they were 1,300 years ago. Islam and its idealism have taught us democracy. It has taught equality of men, justice and fairplay to everybody. We are the inheritors of these glorious traditions and are fully alive to our responsibilities and obligations as framers of the future constitution of Pakistan. In any case Pakistan is not going to be a theocratic State—to be ruled by priest with a divine mission. We have many non-Muslims—Hindus, Christians, and Parsis—but they are all Pakistanis…."

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[Jamil-ud-Din Ahmed, *Speeches and Writings of Mr. Jinnah*, (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1947 reprinted 3rd edition May 1976), Vol. II, pp. 460, 463.]

۲۴ [السلسلة الصحيحة المجلدات الكاملة 1–9، الألباني، (3292)]

۲۵ [Pope Nicholas V. (1455) The Bull Romanus Pontifex. January 8, 1455. National Archives Lisbon, de Bullas; maco 7, no. 29]

۲۶ امریکہ کی دریافت اور ریڈ انڈینز کے قتل عام کی بابت مکمل تفصیل کے لیے دیکھیے:
[John Boyd Thacher, *Christopher Columbus; His Life, His Work His Remains*, (New York: G. P. Putnam's Sons, 1903), Vol-II, Part VI-The Announcement and Part VII-Exploration.]

۲۷ [البداية والنهاية: الحوادث الواقعة في الزمان ووفيات المشاهير الأعيان سنة إحدى عشرة من الهجرة، خلافة أبي بكر الصديق، (دار الفكر 1407 هـ – 1986 م)، الجز: 6، الصفة: 301]

۲۸ [صحيح البخاري: كتاب الحدود، باب كراهية الشفاعة في الحد إذا رفع إلى السلطان. (6788)]

۲۹ [كنز العمال في سنن الأقوال والأفعال: باب فضائل الصحابة، فصل في فضلهم إجمالا، فضائل الفاروق رضي الله عنه. (مؤسسة الرسالة: الطبعة الخامسة، 1401هـ/1981م) الجز: 12، الصفة: 660، (36010)]

۳۰ [محض الصواب في فضائل أمير المؤمنين عمر بن الخطاب: المجلد الثاني، الباب الثاني والخمسون: زهده. (عمادة البحث العلمي بالجامعة الإسلامية، المدينة النبوية: 1420هـ/2000 م) الجز: 2، الصفة: 579]

۳۱ [اقبال اور قائد اعظم؛ احمد سعید، (اقبال اکادمی پاکستان، لاہور-۱۹۷۷ء)، صفحہ نمبر-۷۸]، نیز دیکھیے [روزنامہ انقلاب، لاہور ۱۹ اکتوبر ۱۹۳۷]

۳۲ [قائد اعظم کا مذہب اور عقیدہ (ان کے اپنے قول و کردار کی روشنی میں)، منشی عبدالرحمٰن خان، (کاروانِ ادب ملتان، ۱۹۸۶ء)، صفحہ نمبر-۴۹]

۳۳ قائد اعظم محمد علی جناح کے اصل الفاظ یہ ہیں:
"Remember, that the establishment of Pakistan is a fact of which there is no parallel in the history of the world. It is one of the largest Muslim States in the world, and it is destined to play its

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

magnificent part year after year, as we go on, provided we serve Pakistan honestly, earnestly and selflessly.
I have full faith in my people that they will rise to every occasion worthy of our past Islamic history, glory and tradiontions."
[S.M. Burke, *Jinnah: Speeches and Statements 1947-1948*, (Karachi: Oxford University Press, 2000 third Impression 2004), pp. 232-233.]

۳۴ [اسلام اور قائدِ اعظم، محمد حنیف شاہد، (لاہور: مکتب زرّیں، دسمبر ۱۹۷۶ء)، صفحہ نمبر-۹۴]، [قائدِ اعظم کا پیغام، سید قاسم محمود، (پاکستان اکیڈمی، ۴—شارع فاطمہ جناح، لاہور، 1967ء، گیارہواں ایڈیشن 1976)، صفحہ نمبر-۱۰۴]، [قائدِ اعظم کا مذہب اور عقیدہ (ان کے اپنے قول و کردار کی روشنی میں)، منشی عبدالرحمٰن خان، (کاروانِ ادب ملتان، ۱۹۸۶ء)، صفحہ نمبر-۴۶]، [حیاتِ قائدِ اعظم، صفحہ نمبر-۴۲۸]

۳۵ [سورۃ المائدہ؛ آیت نمبر ۳۲]

۳۶ [سورۃ: القصص ۲۸؛ آیت نمبر ۷۷]

۳۷ [سورۃ الانفال ۸؛ آیت نمبر ۳۹]

۳۸ [سورۃ البقرۃ ۲؛ آیت نمبر ۱۹۰]

۳۹ **[صحيح البخاري ، كتاب الديات، باب إثم من قتل ذميا بغير جرم، (6914)]**

۴۰ **[سنن أبي داود، كتاب الخراج، باب في تعشير أهل الذمة إذا اختلفوا بالتجارات. (3054)]**

۴۱ اسپین میں مسلمانوں کے قتلِ عام، ان پر ڈھائے جانے والے مظالم اور عیسائیوں کی عہد شکنی سے متعلق مکمل معلومات حاصل کرنے کے لیے دیکھیے، ڈاکٹر حقی حق کی تالیف "ہوئے تم دوست جس کے" (شفیق پبلیکیشنز، شفیق بک سینٹر، چوک گڑھی شاہو، لاہور پاکستان، اشاعت دوم مئی ۲۰۰۷ء)

۴۲ قائدِ ملّت لیاقت علی خان کے اصل الفاظ یہ ہیں:
"If we keep in our minds the interest of Pakistan, we need entertain no doubts about our future. We have to work day and night if we want to make Pakistan a mighty State. We are building Pakistan not for our own selves, but for the future, for our sons and grandsons. We want to show that the teachings of Islam are as fresh today as 13,00 years ago. If we succeed, we would have contributed greately to the peace of the world.
Humanity is overwhelmed in darkness and will remain so

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

until the message of Islam was accepted. The world cannot survive Communism or Capitalism. It can only survive if it follwos the middle course of Islam."
[M. Rafique Afzal, *Speeches and Statements of Quaid-i-Millat Liaquat Ali Khan* 1941-51, (Lahore: Research Society of Pakistan, 1967), p. 301.]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

باب دوم

تشکیلِ پاکستان کا تاریخی پس منظر اور قیامِ پاکستان کا مقصد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تشکیلِ پاکستان کا تاریخی پس منظر انتہائی کرب ناک، تکلیف دہ اور پُر الم ہے۔ ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مسلمانوں نے اپنے پاکیزہ لہو سے وطن کی مٹی سیر اب کی۔ 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد سے 14 اگست 1947ء تک کا سفر "اِک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے" کا عملی مظہر تھا۔ انگریزوں نے جس بہیمانہ انداز میں مسلمانوں کے مال و اِملاک کو لوٹا، اُن پر جبر و تشدد کیا، انھیں ظلم و ستم کا نشانہ بنایا، انھیں پھانسیوں پر چڑھایا، انھیں رنگون اور کالے پانی کی وحشیانہ سزائیں دیتے ہوئے زندگی میں آگے بڑھنے کے دروازے بند کر کے جس طرح انھیں اپنا محکوم و غلام بنائے رکھا..... یہ مظالم آج کے نام نہاد مہذب برطانیوں کی تاریخ کے سیاہ ترین باب کی ایک معمولی سی جھلک ہے!

حقیقت یہ ہے کہ انگریزوں کے لیے ہندوستان سونے کی ایک ایسی چڑیا تھی جسے کسی صورت وہ آزاد کرنا نہیں چاہتے تھے۔ لیکن جنگِ عظیم اوّل و دوم کے بعد سیاسی، معاشی اور عسکری طور پر ان کی کمر ٹوٹ چکی تھی۔ وہ اس قابل نہ رہے تھے کہ برِّ صغیر پر براہِ راست اپنی حکمرانی اور تسلط قائم رکھ سکیں۔ لہٰذا نہ چاہتے ہوئے بھی انھیں یہاں سے لوٹ جانا پڑا۔ پس انگریز خود تو یہاں سے چلے گئے، لیکن اپنے پیچھے ایک ایسی نسل چھوڑ گئے جو جسمانی اعتبار سے آزاد ہونے کے باوجود ذہنی طور پر آج تک ان کی غلام ہے۔ اگر ہم انھیں کالے انگریز کہہ کر پکاریں تو بالکل غلط نہ ہو گا۔ اس لیے کہ جس طرح انگریزوں کو شریعت، خلافت اور اسلام کے سیاسی نظام سے نفرت تھی، اس سے بڑھ کر یہ نفرت ان غلاموں کے قلوب و اذہان میں پائی جاتی ہے۔ انھیں اسلامی تہذیب و ثقافت کے بجائے موت کے دہانے کھڑی خدا سے باغی مغربی طرزِ حیات پسند ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے یہ کالے انگریز اپنے آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے برملا اس بات کا اِظہار کرتے ہیں کہ "اسلام کے نام پر پاکستان ہرگز نہیں بنا۔ لہٰذا یہ خیال غلط ہے کہ اسلام ریاست کا دین ہے اور پاکستان میں قانون سازی اسلامی بنیاد پر ہونی چاہیے۔ یعنی وطنِ عزیز میں شریعت نہیں بلکہ سیکولرازم کا نفاذ ہونا چاہیے"۔ حالانکہ بانی پاکستان، قائد اعظم محمد علی جناح نے قیامِ پاکستان کے ٹھیک 4 ماہ 27 دن

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بعد، 13 جنوری 1948ء کو، اسلامیہ کالج پشاور میں دوٹوک لفظوں میں کہا:

"ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا۔ بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اِسلام کے اصولوں کو آزما سکیں"۔*

اسی طرح، 11 نومبر 1945ء کو، نواب محمد اسماعیل خان نے جو صدر مجلس عمل آل انڈیا مسلم لیگ تھے، علمائے کرام سے مسلم لیگ کی حمایت کے لیے اپیل کرتے ہوئے کہا:

"لیگ کا نصب العین پاکستان ہے اور لیگ اس پر تُلی ہوئی ہے کہ اس سَرزمین میں اسلام کی اساس پر شریعت مطہرہ کی حکومت قائم کرے"۔**

ان اعلانات اور بیانات کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ پاکستان کی تشکیل کا مقصد ایک ایسی ریاست کا قیام تھا جو حقیقی معنوں میں اسلام کے سنہرے شرعی نظام کی عملی تفسیر ہو۔

چنانچہ تشکیلِ پاکستان کے تاریخی پس منظر اور قیامِ پاکستان کے مقصد کو اختصار کے ساتھ قلم بند کرتے ہوئے ہم نے اس باب کو تین فصلوں میں تقسیم کیا ہے، جو دراصل ان سوالات کے جوابات ہیں جو 25 دسمبر 2016ء کو عبدالرّؤف نامی ایک کالم نگار نے اہلِ پاکستان سے کیے:

- پہلی فصل: پاکستان کیسے بنا؟
- دوسری فصل: پاکستان کیوں بنا؟
- تیسری فصل: قائدِ اعظم کیسا پاکستان چاہتے تھے؟

آیئے اب ان موضوعات کا ترتیب وار جائزہ لیتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلی فصل

پاکستان کیسے بنا؟

(تاریخی پس منظر)

تشکیل پاکستان کے تاریخی پس منظر کو سمجھنے کے لیے انگریزوں کا برصغیر پر قابض ہونے کا طریقہ واردات، 1857ء کی جنگِ آزادی کے اسباب اور جنگِ آزادی کے بعد کے حالات کو سمجھنا نہایت ضروری ہے۔ جب تک یہ تمام واقعات سامنے نہ آئیں تب تک قیامِ پاکستان کی صحیح حقیقت نہیں سمجھی جاسکتی۔ چونکہ یہ ایک طویل اور خشک موضوع ہے، اس لیے ہم نے جہاں اختصار سے کام لیا وہیں مرحلہ وار اسے تین ادوار میں تقسیم کر دیا ہے تاکہ قارئینِ کرام کی دلچسپی بھی برقرار رہے اور موضوع کو سمجھنا بھی آسان ہو جائے۔

پہلا دور: انگریزوں کا برصغیر پر قابض ہونے کا طریقہ واردات! (1608ء تا 1757ء)

دوسرا دور: فرنگی راج اور جنگِ آزادی (1757ء تا 1857ء)

تیسرا دور: حصولِ آزادی کی ایک نئی جہت (1858ء تا 1947ء)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پہلا دور

1608ء تا 1757ء

انگریزوں کا برصغیر پر قابض ہونے کا طریقۂ واردات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برصغیر میں انگریزوں کی آمد

انگریز طویل عرصے سے برصغیر میں قدم جمانے کی سوچ رہے تھے لیکن اس مقصد کے لیے انھیں کوئی سازگار موقع ہاتھ نہیں آ رہا تھا۔ تجارت کے بہانے وہ جنوبی ایشیا میں داخل ہوئے اور تاجروں ہی کے بھیس میں لمبے عرصے تک وہ یہاں قیام پذیر رہے۔ اپنی چالبازیوں، مکاریوں اور مقامی حکمرانوں کی سخاوت و فیّاضی سے فائدہ اُٹھا کر انھوں نے مختلف مقامات پر تجارتی مراکز قائم کر لیے اور اس طرح وہ یہاں ایک اپنا مستقل ٹھکانہ بنانے میں کامیاب ہو گئے۔

یہ سولہویں صدی کے آغاز کی بات ہے جب "ایسٹ انڈیا کمپنی" نے مغل بادشاہ جہانگیر کے دربار میں نہایت عاجزانہ درخواست کی کہ "سورت میں وہ کارخانے قائم کرنے کی اجازت چاہتی ہے!"—برصغیر میں قدم جمانے اور اپنی جڑیں مضبوط کرنے کی یہ پہلی باقاعدہ کوشش تھی۔ یہ درخواست مسترد کر دی گئی مگر اس ابتدائی ناکامی سے انگریز مایوس نہ ہوئے بلکہ اپنے مقصد کو پانے کی مستقل تگ و دو کرتے رہے۔ 1613ء عیسوی کی وہ ایک سرد صبح تھی کہ جب ٹھیک پانچ برس بعد، ہند میں فرنگیوں کے سُہانے مستقبل کا آغاز اس طرح ہوا کہ سورت میں انھیں ایک کارخانہ تعمیر کرنے کی اجازت مل گئی۔ اس کے فوراً بعد ہی سر تھامس رو، انگلینڈ کے بادشاہ جیمز اوّل کا ایک معتبر سفیر، مغل دربار پہنچا اور کمپنی کے لیے مزید مراعات حاصل کرنے میں کامیاب رہا۔ 1619ء میں جب یہ سفیر ہندوستان سے جا رہا تھا تب تک انگریز سورت، آگرہ، احمد آباد اور بھڑوچ میں اپنے تجارتی مراکز اور کارخانے قائم کر چکے تھے۔ یہ سلسلہ اب مزید آگے بڑھا اور 1632ء میں ایک شاہی حکم نامہ، جسے سنہری پروانہ بھی کہا جاتا تھا، گولکنڈہ ریاست کے سلطان سے حاصل کر لیا گیا۔ اس فرمان میں، جس کی توثیق 1634ء میں کی گئی، سلطان نے انگریزوں پر یہ عنایت کی کہ اپنی ریاست میں انھیں بندرگاہوں پر آزادانہ تجارت کا باضابطہ اِجارہ دے ڈالا۔ پھر 1639ء میں فرانسس ڈے نے چندر گری کے ایک حاجت مند حکمران، جو تباہ حال وجے نگر سلطنت کا نمائندہ تھا، سے مدراس کا ٹھیکہ حاصل کیا اور وہاں ایک مستحکم قلعہ تعمیر کر لیا جو سینٹ جارج فورٹ کے نام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے مشہور ہوا۔ بعد ازاں یہ قلعہ کورومنڈل ساحل پر برطانوی آبادیوں کے ہیڈ کوارٹر کے طور پر اہمیت کا حامل بنا۔[1]

بنگال کو ہندوستان کا باغِ جنت اور نہایت مالدار خطہ سمجھا جاتا تھا جہاں اب تک انگریزوں کو، باوجود ان کی ہر ممکنہ کوشش کے، آزادانہ تجارتی سرگرمیوں کی اجازت نہیں ملی تھی۔ مگر حالات کا جبر کہیے یا قسمت کی ستم ظریفی کہ 1644ء میں جہاں آرا، مغل فرماں رَوا شاہ جہاں کی سب سے لاڈلی بیٹی، آگرہ کے محل میں ناگہانی طور پر کپڑوں میں آگ لگنے سے بری طرح جل گئیں۔ بڑے بڑے ماہر اور مقامی معالجین نے علاج کیا مگر شفا ندارد! غمگین باپ کے غم کو ہلکا کرنے کی غرض سے بعض درباریوں نے سورت میں مقیم یورپی نو آبادکاروں کا تذکرہ کیا جو علاج معالجے میں کافی شُہرت پا چکے تھے۔ یہ خیال پاتے ہی بادشاہ نے فوراً ایک پیامبر اس عریضہ کے ساتھ ان کی طرف روانہ کیا کہ اپنے سب سے ماہر معالج کو بادشاہ کے لیے مقرر کیا جائے۔ شاہی حکم کی تعمیل کے لیے ایسٹ انڈیا کمپنی کے بحری جہاز کا ایک انگریز ڈاکٹر باٹن بِلا تاخیر آگرہ پہنچا اور حُسنِ اتفاق سے شہزادی کا مکمل علاج کرنے میں کامیاب رہا۔ اب منہ مانگا انعام کا موقع پاتے ہی اس محب وطن فرنگی نے خود مالامال ہونے کی بجائے یہ درخواست کی کہ کمپنی کو بنگال میں بِلا محصول تجارت اور کارخانے قائم کرنے کا اجازت نامہ عطا کیا جائے۔ چنانچہ یہ درخواست منظور کر لی گئی۔[2]

اب پورے بنگال میں تجارتی سرگرمیوں کے پھیلاؤ اور کثیر منافع کمانے کے لیے کمپنی نے دو معزّز انگریزوں کو جن میں ایک آرمینی مترجم اور دوسرا سَرجن (Surgeon) تھا، دہلی بھیجا۔ قسمت انگریزوں کے ساتھ تھی کہ اس مرتبہ مغل بادشاہ فرخ سیر ایک تکلیف دہ مرض میں مبتلا تھے مگر تربیت یافتہ سرجن کی تیمارداری میں انھیں تکلیف سے نجات ملی۔ اس مرتبہ بھی شاہجہاں کی طرز پر ڈاکٹر ہملٹن سے جب اس کے انعام کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اس کی التجا پر 1717ء میں کمپنی کے نام سابقہ تمام مُراعات (3 ہزار سالانہ کی معمولی رقم کے عوض آزادانہ تجارت) کی بحالی کا شاہی فرمان جاری کر دیا گیا۔ نیز کلکتہ کے اُوپر اور نیچے، دریا کے دونوں اطراف، 38 دیہات انھیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

عنایت کر دیئے گئے جو کسی غیر ملکی کو ہندوستانی جزیرہ نُما میں پہلا سب سے بڑا عطیہ تھا۔ اس سے انگریزوں کو 10 میل تک دریا پر کمان حاصل ہوگئی اور یہ شاہی فرمان کمپنی کے لیے پروانۂ عظیم قرار دیا گیا۔[۳]

اٹھارویں صدی کے پہلے 50 سالوں میں انگریزی تجارت کی وُسعت اور ہندوستان میں اس کا بڑھتا اثر و رسوخ نہایت خاموش، ناقابلِ دید اور تدریجی تھا۔ اور جب کلائیو بنگال کی سرزمین پر پہنچا تو ایسٹ انڈیا کمپنی ایک ایسے چھوٹے زمیندار کی حیثیت رکھتی تھی جس کے پاس اپنی جاگیر کی حدود میں انتظامی اُمور کے اختیارات تھے۔ دوسری جانب وہ خصوصی حقوق کی مالک تاجر کمپنی تھی جسے مغل بادشاہ فرخ سیر کے فرمان سے آزادانہ تجارت کی کچھ مراعات حاصل تھیں۔[۴]

یوں گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ، مختلف حیلے بہانوں سے، انگریزوں نے ملک کے اہم سِروں پر نہ صرف تجارتی مراکز قائم کر لیے بلکہ ان کی حفاظت (Security Risk) کا عُذر تراش کر باقاعدہ ایک مسلح فوج رکھنے میں بھی وہ کامیاب ہو گئے۔

فرنگی عزائم؛

برصغیر کے حکمرانوں اور مسلمانوں نے انگریزوں کو تاجر سمجھا، ان کی سرگرمیوں کو تجارتی نظر سے دیکھا، ان کی جان، مال، عزت و آبرو کو تحفظ فراہم کیا، انھیں اپنے ملک کی سرزمین، بندرگاہ اور آزادانہ طور پر تجارت و کاروبار کی اجازت دے کر ان پر احسانِ عظیم فرمایا۔ لیکن فرنگیوں نے اپنی فطری خباثت، اسلام دشمنی اور احسان فراموشی کا کھلا ثبوت دیتے ہوئے مسلمانوں سے غداری کی اور انھیں دھوکا دیا۔

انگریز سازشی ذہن رکھتے تھے اور اب ان کا مقصد محض تجارت نہیں بلکہ برصغیر پر قابض ہونا تھا، سو انھوں نے حکومتی سطح پر اپنا اثر و رسوخ بڑھا کر مقامی حکمرانوں کو ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی پر اُکسانا شروع کر دیا۔ اقتدار کے لالچی میر جعفر جیسے کئی غدار ان کے ہمنوا بن گئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ایک کے بعد ایک ریاست فتح کرتے چلے گئے اور یُوں پورا ہندوستان ان کے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قبضے میں چلا گیا۔

انگریزوں میں اتنا دَم خم نہ تھا کہ میدانِ جنگ میں وہ مسلمانوں کو مات دے پاتے ـــــ مسلمانوں کی تاریخ اور ان کی جوانمردی کے کارناموں سے وہ بخوبی واقف تھے۔ انھوں نے اپنے بڑوں کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے بات سے پھرنا، کہے سے مکرنا اور معاہدے کی خلاف ورزی کرنا جیسی پالیسی پر عمل کیا۔ منافقوں کو اپنا ہمنوا بنایا اور اس طرح ناممکن کو ممکن بنانے میں وہ کامیاب ہو گئے۔

خفیہ سازش؛

برصغیر میں پلاسی کے مقام پر انگریزوں اور بنگال کے نواب سِراجُ الدّولہ کے درمیان ایک فیصلہ کُن تاریخی جنگ ہوئی ـــــ یہ محض ایک جنگ ہی نہ تھی بلکہ برصغیر کے مستقبل کا فیصلہ تھا۔ کلائیو بخوبی یہ بات جانتا تھا کہ کسی بھی صورت، خواہ وہ کتنا ہی زور کیوں نہ مار لے، میدانِ جنگ میں سراج الدُّولہ کو شکست نہیں دے سکتا۔ چنانچہ اس معمّے کو حل کرنے کے لیے "اُس نے ایک سازشی جال تیار کیا اور پھر میر جعفر، دُلاب رام اور اومی چند کو سراج الدُّولہ کے خلاف بغاوت پر اُکسانا شروع کر دیا۔ جگت سیٹھ جو بنگال کا ایک لالچی ہندو بنیا تھا، کی رہائش گاہ پر ایک خفیہ نشست رکھی گئی جہاں پر انگریز، عورتوں کا رُوپ دھار کر پالکی میں بیٹھ کر آئے۔ اب ان سازشیوں نے ایک خفیہ معاہدہ کیا جس میں طے پایا گیا کہ کلائیو فی الفور پلاسی کی طرف پیش قدمی کرے گا۔ میر جعفر، نواب کو دھوکا دے کر کلائیو سے آملے گا۔ یوں اس سازش کے تحت نواب کو معزول اور میر جعفر کو تخت نشین کیا جانا تھا۔ ابھی یہ منصوبہ طے ہی پایا تھا کہ اومی

کلائیو؛ برطانوی فوج کا ایک افسر جو ایسٹ انڈیا کمپنی کا ملازم بھی تھا۔

میر جعفر؛ نواب کی فوج کا سپہ سالارِ اعظم

دلاب رام؛ نواب کا خزانچی

اومی چند؛ دولت کا غلام ایک ہندو بنیا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چند نے دھمکی دے ڈالی کہ اگر اسے 30 لاکھ روپے نہ دیئے گئے تو وہ اس سازش کو بے نقاب کر دے گا۔ تاریخ گواہ ہے کہ انگریزوں نے جہاں میر جعفر کو بنگال کے تخت کا لالچ دے کر اُس کی ایمانی غیرت کا سودا کیا وہیں اومی چند کو بھی دولت کا جھانسا دے کر اپنا ہم نوا بنالیا"۔[۵]

اس خفیہ معاہدہ نے، جو سازشیوں کے درمیان طے پایا تھا، نواب کے خلاف جنگ کو یقینی بنا دیا۔ 13 جون کو کلائیو تین ہزار دو سو سپاہیوں کے ساتھ مرشد آباد روانہ ہو گیا۔ 22 جون کی رات وہ پلاسی کے قریب آم کے ایک باغ میں مورچہ زن ہوا جہاں اُس کے بالمقابل سراج الدولہ پچاس ہزار جنگجوؤں کے ساتھ موجود تھا۔[۶] حقیقت یہ ہے کہ اگر باغی اس معرکے میں اپنا کردار ادا نہ کرتے تو فرنگی اپنی اس مضحکہ خیز سرگرمی میں پِیسے جاتے اور پلاسی برطانوی قوم کے لیے نشانِ عبرت بن جاتا!

جنگ پلاسی؛

23 جون 1757ء کا دن برصغیر کی تاریخ کا ایک فیصلہ کن موڑ ہے! کسے معلوم تھا کہ یہ دن برصغیر کی تاریخ کا دھارا بدل دے گا۔ ایک طرف 50 ہزار کا لشکرِ جرار اور دوسری جانب 32 سو سپاہیوں پر مشتمل ایک معمولی سی نفری! بظاہر فتح سراج الدولہ کی تھی۔ لیکن اس جنگ کی ہار جیت کا فیصلہ میدانِ جنگ میں نہیں بلکہ بند کمرے میں ہو چکا تھا۔ جنگ کے اصل کھلاڑی میر جعفر، کلائیو، ڈُلاب رام اور اومی چند تھے جو ابتدائے جنگ سے قبل ہی اپنا کھیل ختم کر چکے تھے۔ اب تو محض ایک ناٹک تھا جسے ڈرامائی انداز میں پیش کرنا باقی تھا۔

بہر حال، 23 جون کی صبح 8 بجے، فرانسیسیوں نے سینٹ فریز کی کمان میں نواب کے پہلو سے دشمن پر فائر کھول دیئے۔ میر جعفر اور ڈُلاب رام ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ محض خاموش تماشائی بنے کھڑے رہے اور صرف ایک چھوٹا سا لشکر جو محی الدین اور موہن لال کے زیرِ کمان تھا، فرانسیسی افسر کی تائید کے ساتھ اس جھڑپ میں لڑنے لگا۔ اگر میر جعفر اپنے آقا سے مخلص رہتا تو کرنل میلیسن کے مطابق "اس تباہی کی داستان سنانے کے لیے انگریز فوج کا کوئی ایک سپاہی بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زندہ و سلامت نہ بچ پاتا"۔ تاہم محی الدین جو نواب کا ایک مخلص اور جاں نثار سپہ سالار تھا، ایک سَر سَری سے ہراول دستے کے ساتھ پیش قدمی کرتے ہوئے فرنگیوں پر ٹوٹ پڑا۔ اس کا حملہ اتنا اچانک، حیران کُن اور شدید تھا کہ کلائیو بحفاظت واپسی کی تمام تر اُمیدیں کھو بیٹھا اور اپنے 30 سپاہیوں کی ہلاکت کے ساتھ آم کے باغ کے پیچھے پسپا ہو گیا۔ 11 بجے اس نے اپنے جنگی مشیروں کو طلب کیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ رات کے اندھیرے میں پسپا ہوا جائے۔ تیسرا گھنٹہ گزرا چاہتا تھا مگر دہشت زدہ انگریز اپنی جائے پناہ سے باہر نکلنے کی ہمت تک نہ کر پائے تھے۔ جبکہ نڈر محی الدین، جو ان کی اس سُست روی پر بے صبرہ ہو رہا تھا، بہادری سے گھڑ سواروں کے ساتھ ایک تیز رفتار اور فیصلہ کن حملے کے لیے آگے بڑھا؛ محی الدین کے اس خوفناک حملے کی صورت میں جعفر کو اپنی امیدوں پر پانی پھرتا نظر آرہا تھا کہ اچانک ایک غدار نے فائر کھول کر اس وفادار سپہ سالار کو شہید کر ڈالا۔[۷]

یہ اس معرکہ کا فیصلہ کن مرحلہ تھا کہ جب محی الدین نے شہادت پائی۔ جب تک یہ نڈر جرنیل زندہ رہا تب تک سراج الدولہ، جسے باغیوں نے اپنے نرغے میں لے رکھا تھا، ہر قسم کے خطرات سے محفوظ و مامون تھا۔ لیکن اس مخلص اور وفادار سالار کی موت نے نواب کو ایسا زک پہنچایا کہ پھر اس کی تلافی نہ ہو سکی۔ محی الدین کی شہادت کی خبر نواب کے دل کو چیرتی ہوئی گزر گئی اور جب اس نے میر جعفر سے کہا کہ اب وہ اپنا عہدِ وفاداری نبھاتے ہوئے ملک و ملّت کا دفاع کرے، تو "اس بھیڑیا صفت انسان نے تعظیماً جھکتے ہوئے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر باندھے اور مرتے دَم تک لڑنے کا وعدہ کیا—— حالانکہ یہ مخصوص حرکت کرتے اور عہدِ وفاداری کے کلمات کہتے وقت وہ جھوٹ بول رہا تھا اور اپنے آقا کے ساتھ غداری پر تُل چکا تھا۔ اس طرح نواب کے جانے کے بعد یہ غدار دوڑتا ہوا اپنے لشکری خیمے تک پہنچا، دشمن کو موجودہ واقعات کی خبر دینے کے لیے ایک خط روانہ کیا اور کلائیو پر زور دیا کہ فوری تیاری کر کے رات گزرنے سے قبل ہی وہ حملہ کر دے!"۔[۸]

پھر میر جعفر ہی تنہا غدار نہ تھا بلکہ دُلاب رام، جو نواب کا دایاں بازو تھا، نے بھی کھلی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بغاوت کا ارتکاب کیا اور نواب کی بے بسی کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے اسے اسی بات پر مجبور کیے رکھا کہ کسی بھی صورت وہ فوجی دستوں کو پسپائی کا حکم دے اور جنگ کے نتائج اس کے اہم جرنیلوں پر چھوڑ دے۔ اس کے ساتھ ہی ان غداروں نے ناگہانی برسات میں فوجی ساز و سامان کی حفاظت کا انتظام نہ کیا جس کی وجہ سے تمام اسلحہ نمدار ہو گیا اور استعمال کے قابل نہ رہا۔ یوں اس مایوس کُن صورتحال میں یہ بدنصیب نوجوان — جس نے اپنی زندگی کی 20 بہاریں بھی نہ دیکھی تھیں — صحیح اور درست فیصلہ کرنے کے قابل نہ رہا اور بالآخر اسے ان دغابازوں کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے فوج کو پسپائی کا حکم دینا پڑا۔ اب یہ بے بس و لاچار نواب، ایک اونٹ پر سوار، اپنی زندگی اور اپنا تخت، دونوں داؤ پر لگا کر مُرشد آباد آ پہنچا۔[9]

جناب اے عزیز اپنی کتاب "*Discovery of Pakistan*" میں جنگ پلاسی پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "کیا یہ ایک جنگ تھی، ایک منصفانہ معرکہ ..... ؟ اس میں کون شک کر سکتا ہے کہ سراج الدولہ کے اہم جرنیل اگر اُس سے وفادار رہتے تو تاریخ کسی اور ہی طرز پر لکھی جاتی۔ محی الدین خان کی موت تک تو یہ "بہادر" انگریز میدانِ جنگ میں اپنا کوئی اثر ہی نہ ڈال پائے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ انھیں پسپائی پر مجبور کر دیا گیا تھا اور ان میں اپنی جائے پناہ سے باہر نکلنے تک کی ہمت نہ تھی۔ کرنل میلیسن لکھتا ہے: "کلائیو جو اپنی جائے پناہ سے اپنی ہلاکت کے یقین کے بغیر اگر باہر نکل سکا تو محض اس بنا پر کہ بغاوت اپنا کام کر چکی تھی۔ باغیوں نے نواب کو میدانِ جنگ سے اور اس کی فوج کو اس کی کمان سے خارج کر دیا تھا"۔ آگے لکھتا ہے کہ "(میدانِ جنگ میں) آگے بڑھنے کی جرأت کرنے سے پہلے کلائیو بہت طویل وقت تک رُکا رہا"۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ "اگر جعفر کے تیور بدلے اور وہ (سراج الدولہ کو) دغا دینے میں ناکام رہا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تو اس کے لشکر میں سے کوئی ایک فرد بھی یہ بتانے کے لیے فرار نہ ہو سکے گا کہ ان پر کیا بیتی!"۔[10]

بلا شُبہ پلاسی ایک فیصلہ کن جنگ تھی جس نے برصغیر کی تاریخ کا رُخ موڑ دیا۔ لیکن بحیثیتِ جنگی معرکہ اسے کوئی قابلِ فخر کارنامہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ پلاسی زورِ بازو پر نہیں بلکہ نمک حرامی، دغابازی، بے وفائی اور ساز باز کے بل بُوتے پر جیتی گئی۔ اگر ایمان فروش میر جعفر اور تین اہم کماندار نواب سے مخلص رہتے تو معاملہ بالکل برعکس تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کرنل میلیسن، انگریز آفیسر، نواب سراج الدولہ کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ اگرچہ اس جنگ میں اُس نے شکست کھائی اور غداروں کی سازش کے نتیجے میں اسے اپنی جان سے گزر جانا پڑا، مگر اس سب کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ "وہ بہت خوش قسمت تھا اور میر جعفر سے تو یقیناً بہت ہی کم مایوس تھا۔ اُس کی غلطیاں خواہ کچھ بھی رہی ہوں، سراج الدولہ نے اپنے آقا سے غداری کی اور نہ اپنے ملک کا سودا کیا۔ بلکہ اس سے کہیں زیادہ یہ کہ اگر کوئی غیر جانبدار برطانوی، 9 فروری اور 23 جون کے درمیانی عرصہ کے واقعات کی بنا پر فیصلہ کرنے بیٹھا تو، اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ عظمت کے پیمانے پر سراج الدّولہ کا نام کلائیو کے نام سے بلند تر ہے۔ اس المیہ ڈرامے کے اہم اداکاروں میں وہ اکیلا تھا جس نے دھوکہ دینے کی کوئی سعی ہی نہ کی"۔[11]

جنگ پلاسی کے اثرات:

تاریخ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ برصغیر میں کوئی جنگ ایسی نہ تھی جو نتائج کے اعتبار سے پلاسی کے ہم پلّہ ہو۔ یہ معرکہ جیتنے کے بعد انگریز ہی بنگال، بہار اور اڑیسہ کے اصل حاکم بن گئے جبکہ میر جعفر محض کٹھ پتلی حکمران بنا ان کے ہاتھوں میں کھیلتا رہا۔ اس طرح پلاسی کی فتح کے بعد ہندوستان برطانوی رعیت میں چلا گیا اور سرزمینِ ہند پر فرنگیوں کے قدم مضبوط ہوگئے۔ ایڈ مائرل واٹسن کا بیان ہے، "جنگ پلاسی نہ صرف کمپنی کے لیے بلکہ بالعموم پوری برطانوی قوم کے لیے غیر معمولی اہمیت کی حامل تھی"۔[12]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اب اس جنگ کے بعد انگریزوں نے خود مختار صوبوں اور ریاستوں پر اپنا تسلط قائم کرنے کے لیے سرگرمیاں شروع کر دیں۔ 1843ء میں انھوں نے سندھ پر قبضہ کیا، 1799ء میں میسور پر، 1817ء تک مرہٹوں کی آزاد حکومتیں ختم کر دیں۔ 1849ء میں سکھوں کو شکست دے کر پنجاب کا الحاق کیا اور 1856ء میں اودھ کا۔ اس کے بعد وہ پورے ہندوستان کے مالک تھے"۔ [۱۳]

لالی پاپ:

"ہندوستان سے تجارتی لین دین"!

یہ تھا وہ لالی پاپ جو برطانویوں نے ہندوستانیوں کو دیا۔ دوسری جانب مغل حکمرانوں کی بے جا رعایت، بے محل اعتماد، حد درجہ سخاوت اور باہمی چپقلش نے فرنگیوں کی جڑوں کو خوب پھلنے پھولنے کا موقع دیا۔ چنانچہ رفتہ رفتہ انگریزوں نے، بِلا جنگ و جَدل، گوداموں، تجارتی کوٹھیوں، کارخانوں اور صنعتوں کے قیام کی صورت میں ملک کے تمام نُمایاں مقامات پر اِجارہ قائم کر لیا۔ سورت، بِھڑوچ، آگرہ، کلکتہ، احمد آباد، بہار، اڑیسہ، بنگال، ساحلی علاقے، بندرگاہیں اور کئی اہم ترین مقامات ایسٹ انڈیا کمپنی کے ٹھیکے میں چلے گئے۔ نتیجہ کیا نکلا......؟

ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ انگریز احسانمند اور ممنون ہوتے مگر اس قوم نے اپنی چالبازیوں، مکاریوں اور غداریوں کو کام میں لا کر نہ صرف پورا ہندوستان ہتھیا لیا بلکہ ظُلم و بربریت کا وہ شرمناک باب رقم کیا جو رہتی دنیا تک برطانویوں کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ بن کر چمکتا رہے گا......!!

تاریخ اپنے آپ کو دُہراتی ہے۔ کوئی ہے جو اس سے سبق سیکھے!

دوستو، کچھ بھی کہو تُم اپنا سودا ہو چکا   غور سے دیکھو یہاں ہم برسَر نیلام ہیں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسرا دور

1757ء تا 1857ء

فرنگی راج اور جنگِ آزادی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سامراجی رویہ!

برصغیر پر قابض ہوتے ہی انگریزوں نے مقامی باشندوں کے ساتھ نہایت ذلّت آمیز سلوک روا رکھا۔ برطانوی افسروں نے اپنے لیے سول لائنز اور چھاؤنیوں میں الگ تھلگ علاقے مختص کر رکھے تھے جہاں نہ صرف ہر قسم کی عیش و عشرت کا سامان تھا بلکہ مقامی ملازمین کی ایک پوری فوج ہمہ وقت ان کی خِدمت گُذاری پر مامور تھی۔ موسمِ گرما میں وہ سرد علاقوں میں راحت و آرام کے لیے چلے جاتے اور ان کے بچے انگلستان میں تعلیم حاصل کرتے۔ جبکہ مقامی لوگوں کے مسائل سے انھیں کوئی سَروکار نہ تھا۔ لوگوں کے دکھ، درد، تکالیف، پریشانی اور روز مرّہ کے مسائل کی انھیں فکر لاحق تھی اور نہ وہ ان کے ساتھ کسی بھی قسم کا معاشرتی تعلق قائم کرنا چاہتے تھے۔[۱۴]

خوفناک لُوٹ مار:

برصغیر بنیادی طور پر ایک زرخیز خطہ تھا جہاں لوگوں کی اکثریت دیہات اور قصبوں میں آباد تھی۔ مختلف قسم کے ہنر مند، دست کار اور صنعت کار دیہات ہی میں رہا کرتے تھے۔ معاشی اعتبار سے دیہات کو ایک خود مختار علاقہ تصور کیا جاتا تھا کیونکہ ہر قسم کی ضرورت کی اشیا، سوائے چند ایک چیزوں کے، دیہات ہی میں تیار کی جاتی تھیں۔ اس طرح دیہات کے لوگ خوشحال اور فارغ البال تھے۔ تاہم جب فرنگی یہاں وارِد ہوئے تو دیہاتیوں کی زندگی بہتر ہونے کی بجائے بد سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارندے مقامی صنعت کاروں اور زمینداروں کو ہِراساں کرتے، ان کی اشیاء ہتھیا لیتے اور انھیں اس قابل نہ چھوڑتے کہ وہ اپنی زمینوں کی پیداوار بڑھا سکیں۔ پھر دوسری جانب انھیں اس طرح سزا دی جاتی کہ کمپنی افسران ان سے لگان (زمینوں پر عائد کردہ ٹیکس) لینے پہنچ جاتے اور انھیں اس حد تک مجبور کر دیتے کہ یا تو وہ لگان دیں، خواہ انھیں اپنے بچوں کو گروی ہی کیوں نہ رکھنا پڑے، بصورتِ دیگر ملک چھوڑ کر چلے جائیں۔[۱۵]

مسلمانوں کے دورِ اقتدار میں بنگال کو باغِ جنت کہا جاتا تھا۔ مکتب و مدارس کی خوبصورت عمارات، پُر شِکوہ محلات، بہترین کتب خانے، کُشادہ سڑکیں، زرخیز زمینیں، مساجد کے فلک بوس مینار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور دیگر عوامی مقامات نے شہروں اور قصبوں کی رونق کو چار چاند لگا رکھے تھے۔ تجارت، زراعت اور پھلتے پھولتے کاروبار کی بدولت عوام خوشحال تھے۔ زمینی محصول اور ریاستی خدمات مسلم خوشحالی کے اصل سرچشمے تھے مگر افسوس کہ فرنگی راج میں یہ دونوں سوتے خُشک کر دیئے گئے! جبری قوتیں اپنا منہ کھول بیٹھیں اور ہر ایک نے اپنی اپنی طاقت اور قوت کے بقدر مسلمانوں کے مال و اِملاک پر ہاتھ ڈالا۔ مسلمانوں کی نجی اور عوامی دولت لُوٹ لی گئیں۔ مسلمان جاگیر داروں سے ان کی زمینیں چھین لی گئیں، ان کی جائیدادوں پر قبضہ جما لیا گیا اور وہ ہندو برہمن جو ان کی زمینوں میں معمولی اُجرت پر کام کرتے تھے، زمینوں کے اصل وارث بنا دیئے گئے۔ اس طرح مسلم اشرافیہ جو معاشرے کے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی تھی، بتدریج گم ہو گئی، شاندار مقامات جن کو وہ سنبھالے ہوئے تھے، تاراج کر دیئے گئے اور وہ خوبصورت عمارتیں جو ان کی شان و شوکت کا منہ بولتا ثبوت تھیں، برباد کر دی گئیں۔ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر نے مسلمانوں کی اس خستہ حالی کا نقشہ اس انداز میں کھینچا ہے:

"شاہی محلات میں مکڑی نے جالے بنا لیے اور مقتدر گھرانوں کے برجوں پر اُلّو نے اپنی چوکیداری کے گیت گائے"۔[16]

پھر وہ بذاتِ خود برطانویوں کی سیاہ کاریوں کا پردہ چاک کرتے ہوئے لکھتا ہے:

"ایک سو پچھتر سال پہلے بنگال کے کسی عالی نژاد مسلمان کا غریب ہو جانا قریباً محال تھا۔ اب (برطانوی دورِ اقتدار میں) اس کے لیے امیر رہ پانا قریباً ناممکن ہے"۔[17]

اسی طرح محمد امین زبیری اپنی کتاب "سیاست ملیہ" میں لکھتے ہیں:

"1818ء میں انگریزوں نے ایک قانون جاری کیا جسے قانونِ بازگشت کہا جاتا ہے..... جب یہ قانون پاس ہوا تو اس وقت بنگال میں 95 فیصد مسلمان زمیندار تھے۔ لیکن مذکورہ قانون جاری ہونے کے محض دس سال کے عرصے میں تناسب بالکل برعکس ہو گیا اور مسلمان زمینداروں کی تعداد 5

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فیصد رہ گئی"۔[18]

اس طرح برطانوی راج میں ہر طرف لوگ کراہ رہے تھے اور غربت و بدحالی کا شکار تھے۔ واضح رہے کہ ڈھاکہ کی ململ اور کشمیری شالیں مسلم ہنرمندوں کے بُنے ہوئے عمدہ ترین پارچوں میں شمار ہوتے تھے۔ خاص کر قالین کی صنعت پر مسلمانوں کا اِجارہ تھا۔ مگر افسوس کے برطانویوں کے زیرِ نگیں یہ سب تباہی سے دوچار ہوئے۔ کمپنی کے ملازمین اور ان کے کارندوں کے ہاتھوں مقامی صنعت تباہ اور تجارت برباد ہوئی اور ان کی جگہ برطانوی صنعت کاروں کو پروان چڑھایا گیا۔[19]

میر، جو اردو شاعری کے نامور شعرا میں سے ایک ہیں، فرنگی راج میں دہلی کی معاشی بدحالی کی منظر کشی اس انداز میں کرتے ہیں؛

کیا بود و باش پوچھو ہو پورب کے ساکنو
ہم کو غریب جان کے ہنس ہنس پکار کے
دہلی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب
جہاں منتخب ہی رہتے تھے سب روزگار کے
اس کو فلک نے چھین کے ویران کر دیا
ہم رہنے والے ہیں اسی اجڑے دیار کے

[As quoted M. Ikram Chaghtai, 1857, p. 289.]

اس سے بھی زیادہ شرمناک بلکہ المناک حقیقت یہ ہے کہ انگریزوں کی توسیع پسندی کی خاطر لڑی جانے والی جنگوں، ایسٹ انڈیا کمپنی کے حصہ داروں (Share Holders) کے لیے منافع کی ادائیگی اور مقامی انتظامیہ کے تمام تر اخراجات کا بوجھ بھی برصغیر کے مظلوم و محکوم ٹیکس دہندگان ہی کو اُٹھانا پڑتا تھا! لیکن اس مقصد کے لیے ٹیکس کی مد میں حاصل شُدہ رقم چونکہ ناکافی تھی، اس لیے انگریزوں نے اس کمی کو پورا کرنے کے لیے عوام پر ایک اور قرض لاگو کر دیا جسے پبلک ڈیٹ آف انڈیا — ہندوستان کا عوامی قرض — کا نام دیا گیا۔ ٹیکس دہندگان کو نہ صرف اس قرض کی ادائیگی کرنا پڑتی تھی بلکہ اس کے سود کا بوجھ بھی اٹھانا پڑتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان کی تاریخ کا یہ بدترین المیہ تھا جس نے معاشی طور پر ان کی کمر توڑ کر رکھ دی تھی۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

فوجی ناانصافیاں:

مقامی لوگوں نے جب غربت و بے روزگاری سے تنگ آ کر برطانوی فوج میں شمولیت اختیار کرنا شروع کی تو یہاں بھی انگریزوں نے ان کے ساتھ ناانصافی برتنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ایک ہی رجمنٹ میں شامل برطانوی اور ہندوستانی سپاہیوں کی تنخواہوں میں ایک بڑا فرق ملحوظ رکھا گیا۔ نیز برطانوی سپاہی 70 سال تک ملازمت کر سکتا تھا جبکہ ہندوستانی سپاہی کو 55 سال کی عمر میں ملازمت سے برطرف کر دیا جاتا۔ اس طرح سینیارٹی بنیاد پر قابل برطانوی افسروں کو فوج سے ہٹا کر سول عہدوں پر فائز کر دیا جاتا جبکہ مقامی سپاہی اس قسم کے اعزازات سے محروم رہتے۔ اس کے ساتھ ہی مقامی سپاہی اس پر مجبور تھے کہ ہندوستان سے باہر جہاں بھی انگریز سرکار چاہتی انھیں بغیر اضافی الاؤنس دیئے جنگ کے لیے بھیج سکتی تھی۔[20] یوں ان کی عسکری قوت کا بازو بننے کے باوجود بھی ہندوستانی سپاہی بے چینی اور احساسِ محرومی کا شکار ہوتے چلے گئے۔

عیسائیت کا نفاذ:

اب گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ عیسائی مشنریوں نے بھی برصغیر میں اپنا جال بچھانا شروع کر دیا۔ ابتداً ان مشنریوں کو اسکول اور کالج کھولنے کے مواقع فراہم کیے گئے اور پھر "انیسویں صدی میں مشنریوں کی سرگرمیوں میں اضافہ ہوا اور یہ مشنریاں ہر جگہ — بازاروں، اسپتالوں، اسکولوں، حتیٰ کہ قید خانوں تک میں دیکھی جانے لگیں۔ یہ لوگ سرِ عام ہندو مت اور اسلامی عقائد کا مذاق اڑاتے۔ حکومت ان مشنریوں کا تحفظ کرتی اور ان کی مالی سرپرستی بھی کرتی"[21]۔ پھر نہ صرف مشنری بلکہ بعض سرکاری اسکولوں میں بھی عیسائیت کی تعلیم دی جانے لگی[22]۔ نیز بڑے پیمانے پر عام لوگوں اور ان افراد کو جو کسی نہ کسی درجے میں حکومتی اداروں میں کام کر رہے تھے، خطوط لکھے گئے کہ جب اس پورے ملک کی حکومت ایک ہے، آمد و رفت اور پیغام رسانی کا نظام ایک ہے، تو تمام لوگوں کا مذہب بھی ایک ہی ہونا چاہیے۔ لہٰذا ہر ایک کو چاہیے کہ وہ عیسائیت قبول کر لے[23]۔ اب عیسائی مذہب قبول کرنے والوں کے لیے ان کی موروثی جائیدادوں کے تحفظ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی خاطر الگ سے قوانین وضع کیے گئے اور اس کے ساتھ ہی لوگوں کو عیسائیت قبول کرنے پر معاشرے میں ایک قابلِ عزت اور خوشحال زندگی گزارنے کی لالچ بھی دی جانے لگی۔"[۲۴]

آتش فشاں پھٹنا!

ظُلم و جبر کا یہ دور نہ صرف مسلمانوں بلکہ برصغیر کی تمام اقوام ہی کے لیے سخت آزمائش کُن تھا۔ وہ اندر ہی اندر بے چینی، بے یقینی اور احساسِ محرومی کے لاوے میں پک رہے تھے۔ پھر برطانوی عُہدہ داروں کا سامراجی روّیہ، ہندوستانی فوجیوں کو دی گئی رائفل کی گولیوں پر گائے اور سُوّر سے بنے گریس کا استعمال☆، لارڈ ڈلہوزی کی تجویز کہ مغل بادشاہ بہادر شاہ ظفر کی موت کے بعد "بادشاہ" کا لقب ختم کر کے لال قلعہ خالی کروالیا جائے اور اسی طرح کے دیگر کئی عوامل نے جلتی پر تیل کا کام دیا اور یوں سینوں میں اُبلتا لاوا خوفناک دھماکے سے پھٹ پڑا!

> ☆......جنوری 1857ء میں ہندوستانی فوجیوں کو ایک نئی قسم کی رائفل متعارف کروائی گئی۔ اس رائفل کے کارتوسوں پر گائے اور سور کی چربی سے بنے گریس کا استعمال کیا گیا تھا۔ ان کارتوسوں کو استعمال سے قبل ایک سِرے سے دانتوں سے کاٹنا پڑتا تھا۔ اس طرح سُوّر اگر مسلمانوں کے لیے حرام تھا تو گائے ہندوؤں کے لیے مقدس تھی۔ اس چیز نے ہندوستانی فوجیوں میں سخت اِشتعال پیدا کر دیا۔
> (I.H Qureshi, A Short History of Pakistan, Vol. IV, p. 123)

چنانچہ 10 مئی 1857ء کو میرٹھ کی چھاؤنیوں میں ہندوستانی فوجیوں نے بغاوت کی اور پھر یہ آگ جِد و جُہدِ آزادی کی شکل اختیار کر کے دہلی، آگرہ، اودھ اور وسطی ہندوستان میں پھیل گئی۔ بہادر شاہ ظفر کو تخت نشین کر کے لال قلعہ کو ہندوستان کا مرکز بنا لیا گیا اور ایک گھمسان کی جنگ چِھڑ گئی۔

☆......انگریز اور یورپی مورخ 1857ء کی جنگِ آزادی کو "غدر" یا میوٹنی (Mutiny) کہتے ہیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جنگ آزادی کے شعلے:

وہ چنگاری جس نے 1857ء کی جنگ آزادی کے شعلے بھڑکائے، دراصل ان کارتوسوں پر لگے گریس نے مہیا کی جو نو متعارف جنگی رائفلوں کے ساتھ استعمال ہونا ضروری تھے۔ ایک افواہ، جس میں کسی قدر سچائی بھی تھی، کے مطابق کارتوسوں پر لگے گریس میں گائے اور سُوّر کی چربی تھی جو جان بوجھ کر اس لیے لگائی گئی تاکہ ہندو مسلم دونوں کو یکساں طور پر بے حُرمت کیا جائے اور انھیں عیسائی بنایا جائے۔ اعلیٰ ذات کے ہندو جو کمپنی کی فوج میں بڑی تعداد میں شامل تھے، خاص طور پر پریشان تھے۔ جب تک کارتوسوں کی گڑبڑ کا پتہ چلتا تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ پوری فوج میں بغاوت کی لہر چل پڑی۔ میرٹھ میں پچاس گھُڑ سواروں نے کارتوس استعمال کرنے سے انکار کیا تو انھیں گرفتار کر کے کورٹ مارشل کر دیا گیا۔ پھر 9 مئی 1857ء کو دیگر سپاہیوں کے سامنے انھیں عام مجرموں کی طرح بیڑیاں ڈال کر سب کے سامنے سے گزارتے ہوئے ایک مقامی جیل میں قید کر دیا گیا۔ اس ذلّت آمیز رویے سے تاؤ کھا کر پوری رجمنٹ میں 10 مئی کو عام بغاوت پھوٹ پڑی۔ انھوں نے اپنے افسروں کو قتل کر ڈالا، قیدیوں کو آزاد کر دیا اور دہلی کی طرف پیش قدمی شروع کر دی تاکہ بہادر شاہ ظفر کی شہنشاہیت کا اعلان کر دیا جائے۔[۲۵]

دہلی کے سپاہیوں نے باغیوں کے ساتھ مل کر برطانویوں کو تہہِ تیغ کر ڈالا اور مغلیہ سلطنت کی بحالی کا اعلان کر دیا۔ دہلی کا قبضہ دراصل شمالی ہندوستان میں بغاوت کا اشارہ تھا۔ اس طرح جنگ اب دہلی تک ہی محدود نہ رہی بلکہ لکھنوء، بریلی، کانپور، آگرہ، جھانسی، مرکزی ہندوستان اور دیگر علاقوں کو بھی اس نے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ دہلی کی بازیابی ہندوستان میں برطانوی اقتدار کے لیے ایک چیلنج تھی۔ یہی وجہ تھی کہ انگریزوں نے دہلی حاصل کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ دونوں طرف گھمسان کی جنگ ہوئی لیکن جنگی اعتبار سے برطانویوں کے پاس زبردست قوت تھی اور وہ منظم تھے۔ انھیں مسلسل کمک مل رہی تھی اور جاسوسوں کا پورا ٹولہ پل پل کی انھیں خبر دے رہا تھا۔ جبکہ دہلی کا حال یہ تھا کہ وہاں انگریزوں کے مقابلے میں ہتھیار تھے اور نہ سپاہیوں کو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تنخواہ دینے کے لیے اثاثہ جات۔ نیز "اس جنگ میں پنجاب خاموش رہا اور سکھ، جو حال ہی میں انگریزوں کے ہاتھوں شکست سے دوچار ہوئے تھے، دَم سادھے بیٹھے رہے اور اس موقع کا انھوں نے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا۔ اس طرح چار ماہ کے محاصرے کے بعد بالآخر انگریز دہلی پر قابض ہونے میں کامیاب ہو گئے"۔[۲۶]

یوں انگریزوں کے مقابلے میں وسائل کی کمی، جدید جنگی ہتھیاروں کی عدم دستیابی، سیاسی تدبر کے فقدان، اپنوں کی بے وفائی اور حکمتِ عملی سے بھرپور منظم جد وجہد نہ ہونے کی وجہ سے ہندوستانیوں کو شکست ہوئی اور دہلی پر یونین جیک لہرانے لگا۔

جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کی ایک جھلک!

تاریخی حوالے سے دیکھا جائے تو 1857ء کی جنگِ آزادی محض مسلمانوں ہی نے نہیں بلکہ ہندوؤں نے بھی ان کے شانہ بشانہ لڑی تھی۔ دونوں جنگِ آزادی میں برابر کے شریک تھے! دونوں حُبُّ الوطنی کے جذبے سے سَرشار تھے! دونوں کا مقصد بیرونی تسلط کو اُکھاڑ پھینکنا تھا اور اس جدوجُہد کے مصائب و ثمرات میں بھی دونوں ایک جیسے حوصلے رکھتے تھے! لہٰذا اگر آزادی کی جنگ لڑنا جُرم تھا، تو دونوں مجرم تھے۔ اگر بیرونی حملہ آوروں کی سَرکوبی کرنا گناہ کا کام تھا، تو دونوں گناہ گار تھے۔ مگر افسوس کے برطانویوں کے نسلی و مذہبی تفاخُر نے برہمن کو انقلاب کے الزام سے بری کر کے سزا کے لیے مسلمانوں ہی کو چُنا اور اس "عظیم سازش" (مُراد 1857ء کے غدر) کی تمام تر ذمّہ داری کا بوجھ مسلم قوم پر ڈال دیا۔[۲۷]

جنوبی ایشیاء کے مسلمان اگرچہ انگریزوں کی آمد کے ساتھ ہی ان کے زیرِ عتاب تھے، لیکن 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد فرنگیوں نے ان کے ساتھ جو وحشیانہ سلوک کیا وہ ناقابلِ بیان ہے۔ بہادر شاہ ظفر کو برما میں رنگون کے مقام پر جِلاوطنی کی سزا دی گئی جہاں وہ اپنوں سے دور — سخت بڑھاپے کے عالم میں تڑپتے اور سسکتے ہوئے 1862ء میں فوت ہو گئے۔ "ان کے دو بیٹوں اور ایک پوتے کو گولی مار کر ان کے سَر تن سے جُدا کر دیئے گئے اور پھر اسی پر بس نہ کی گئی بلکہ ان کے سَر

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کٹے جسموں کو کتوں اور گِدھوں کے آگے ڈال دیا گیا"۔[۲۸] مسلمانوں کی مقدس کتابوں کی بے حُرمتی کی گئی، ملک کی تمام بڑی مساجد کو تالے لگا دیئے گئے۔[۲۹] بے شُمار مسلمانوں کو سُولی پر چڑھایا گیا اور ان کی زمینیں ضبط کر لی گئیں۔[۳۰] اس طرح 1857ء کی بغاوت کے بعد مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے برباد کرنے اور دبائے رکھنے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی گئی۔[۳۱]

جناب اے عزیز اپنی کتاب "*Discovery of Pakistan*" میں فرنگیوں کے مظالم اور مسلمانوں کی قابلِ رحم حالت کی یوں تصویر کشی کرتے ہیں:

> "غلاموں کی بغاوت اگر آزادی حاصل کرنے یا بیرونی تسلط کو اُکھاڑ پھینکنے میں ناکامی سے دوچار ہو جائے تو یقینی بات ہے کہ شکست کی تکالیف کہیں زیادہ اضافے کا سبب بنتی ہیں۔ لیکن فتح کبھی اتنی تحقیر آمیز، دہشت ناک اور تباہ کُن روپ میں ظہور پذیر نہیں ہوئی جیسی ان فرنگیوں کو مل سکی جو مسلمانوں کی شُجاعت سے نفرت، ان کے دین کی تحقیر اور ان کے وجود تک کو برطانوی استعمار کے لیے للکار سمجھتے تھے۔ ہمدردی و انسانیت سے عاری انتہائی خطرناک نسلی نفرت کا ایک طوفان اُمنڈ پڑا جو اپنے ساتھ رحم ناآشنا اور اذیّت ناک غضب سموئے ہوئے تھا۔ مَرد و عورت کا فرق کیے بغیر ہر چھوٹی بڑی عُمر کے مسلمان کو قتل کر کے گھاس پُھوس کی طرح ان کا صفایا کر دیا گیا۔ امبالا اور میرٹھ سے دہلی تک اور دہلی سے جھانسی اور پٹنا تک دیہی علاقوں کو مسلم باشندوں سے یکسر خالی کر دیا گیا اور مُردہ و نیم مُردہ کو جنگلی درندوں کے لیے چھوڑ دیا گیا۔ دہلی، پٹنا، لکھنوء، اِلٰہ آباد، جھانسی اور دیگر مراکز کی گلیاں خون سے رَواں کر دی گئیں اور بے حُرمت کی گئی خواتین کی چیخ پُکار اور ماؤں اور بچوں کی آہ و بکا سے گونج اُٹھیں۔ مساجد ہوں یا مزارات، جھونپڑے ہوں یا محلات، مکانات ہوں یا بستیاں، ہر جائے پناہ اس قتل و غارت کا ایک بھیانک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

منظر پیش کر رہی تھی اور کوئی بھی جگہ، خواہ وہ کتنی ہی مقدس اور الگ تھلگ ہی کیوں نہ ہو، کسی مسلمان کی ذات و ملکیت کو محفوظ نہ رکھ سکی"۔ [۳۲]

اسی طرح مرزا اسد اللہ خان غالب (اردو غزل کے معروف شاعر) جو اس قتل و غارت گری کے وقت دہلی میں موجود تھے، بیان کرتے ہیں:

"یہاں میرے سامنے خون کا ایک وسیع سمندر ہے۔ خدا ہی جانتا ہے کہ یہاں مجھے اور کیا کیا دیکھنا ہے۔ میرے ہزاروں دوست موت کے گھاٹ اتارے جا چکے ہیں۔ میں کسے یاد رکھوں اور کس سے شکوہ کروں! شاید میری موت پر رونے والا بھی کوئی نہ بچا تھا! خدا ہی جانتا ہے کتنے لوگ پھانسی چڑھا دیئے گئے! فاتح فوج صدر دروازے سے داخل ہوئی۔ (سَر راہ) جو بھی ملا انھیں مُردہ ہی ملا۔ سفید فام لوگوں، برطانویوں، نے (شہر میں) داخل ہوتے ہی بے یار و مددگار اور معصوم لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دیا"۔ [۳۳]

واضح رہے کہ انگریزوں نے اقتدار مسلمانوں سے چھینا تھا اور وہ یہ بات خوب اچھی طرح جانتے تھے کہ یہی وہ قوم ہے جو کسی صورت غلامی برداشت نہیں کر سکتی اور ایک نہ ایک دن پھر سے اقتدار حاصل کرنے کی کوشش ضرور کرے گی۔ اسی بات کے پیشِ نظر انھوں نے ہندوؤں کے ساتھ مفاہمت کا رویہ اختیار کیا اور ہندوؤں نے بھی ان کے ساتھ بڑھ چڑھ کر تعاون کرتے ہوئے مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے میں اپنی سی کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اب انجام کار یہ ہوا کہ صنعت و تجارت پر ہندو چھا گئے، تعلیمی میدان میں وہ مسلمانوں سے آگے جا نکلے اور حکومتی عُہدوں پر بھی انہی کو فائز کیا گیا۔ ہنٹر اپنی کتاب "دی انڈین مسلمان" میں ایک مظلوم مسلمان کے خط، جو 14 جولائی 1869ء کو ایک فارسی رسالے "دوربین" میں شائع ہوا تھا، کا متن نقل کرتے ہوئے اعترافِ حقیقت کے طور پر لکھتا ہے:

"ہر طرح کی ملازمتیں خواہ بڑی ہوں یا چھوٹی، رفتہ رفتہ مسلمانوں سے چھینی جا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہی ہیں اور دیگر قوموں، خصوصاً ہندوؤں کو نوازی جارہی ہیں۔ حکومت تو اپنی رعایا کے تمام طبقات کو ایک نظر سے دیکھنے کی پابند ہے، لیکن اب تو وہ وقت آگیا ہے کہ جب وہ اپنے جرائد میں تمام سرکاری آسامیوں سے اِخراج کے لیے مسلمانوں ہی کا اعلانیہ انتخاب کرتی ہے۔ حال ہی میں جب سندر بن کمشنر کے دفتر میں کئی آسامیاں آئیں تو اس افسر نے ان آسامیوں کو سرکاری جریدے میں مشتہر کرتے وقت واضح کیا کہ ان آسامیوں پر سوائے ہندوؤں کے کسی کا تقرر نہیں کیا جائے گا۔ مختصر یہ کہ مسلمانوں کو اس حد تک نظر انداز کیا جاچکا ہے کہ سرکاری ملازمتوں کے لیے اہل ہونے کے باوجود انھیں دانستہ طور پر سرکاری اطلاع ناموں کے ذریعے ان (آسامیوں) سے خارج کر دیا جاتا ہے۔ کوئی بھی ان کی بے چارگی پر توجہ نہیں دیتا اور اعلیٰ حکام تو ان کے وجود تک کا اعتراف کرنا بھی کسرِ شان سمجھتے ہیں"۔[۳۴]

پس یہ برطانویوں کا ہندوؤں کی جانب جھکاؤ ہی تھا جس کے بل پر کانگریس نے (1936-37 کے انتخابات میں) برسرِ اقتدار آتے ہی تمام سرکاری عمارتوں پر کانگریسی پرچم لہرانے کا حکم دیا۔ تعلیمی اداروں اور قانون ساز مجالس میں بندے ماترم (ایک ہندو مذہبی گیت) گانا لازمی قرار دیا گیا۔ اسکولوں اور کالجوں میں ہندی متعارف کروائی گئی۔ مسلمانوں کو اُن کے اسلامی نظریات سے متعلق اِبہام میں ڈالنے کے لیے "ودیا مندِر تعلیمی منصوبے" پر عمل درآمد کروایا گیا۔ گائے کے ذبیحے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ بعض علاقوں میں اذان پر بندش لگا دی گئی اور نمازیوں پر حملے متواتر ہونے لگے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ اگر کوئی مسلمان قربانی کے لیے گائے ذبح کر لیتا تو اُسے قتل کر دیا جاتا، اُس کے گھر کو آگ لگا دی جاتی اور اُس کے بیوی بچوں پر حملہ کیا جاتا۔[۳۵]

خلاصہ یہ کہ 1857ء کی جنگِ آزادی کے بعد مسلمانوں کا بہ یک وقت دو حریفوں سے سامنا پڑا؛ انگریز اور ہندو۔ ان دونوں قوموں نے باہم مل کر تمام اخلاقی اصولوں اور مہذب انسانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رویہ کو خیر باد کہتے ہوئے سیاسی، معاشی اور تعلیمی میدان میں مسلمانوں کو پس ماندہ رکھنے کا ہر حربہ آزماڈالا۔ یوں برصغیر کے مسلمان زندگی کے ہر شعبے اور میدان میں پیچھے رہ گئے، محکومی اور مظلومی ان کا مقدر بن گئی اور ان کا دین دنیاداؤ پر لگ گئے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسرا دور

1858ء تا 1947ء

حصولِ آزادی کی ایک نئی جہت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بیداری کی لہر

ظُلم و جبر کا دور جیسے جیسے بڑھتا جا رہا تھا ویسے ویسے مسلمانوں میں بھی شعور و بیداری کا جذبہ پروان چڑھتا جا رہا تھا۔ اگرچہ فرنگی راج میں مسلمانانِ ہند مصائب و آلام کے طوفان میں گھِرے ہوئے تھے، لیکن ان پُر آشوب حالات میں بھی وہ مایوس نہیں ہوئے بلکہ اُمید و لگن اور جوش و جذبے کے ساتھ مسلسل آگے بڑھتے رہے۔ پے در پے مسلم راہنما آتے رہے اور مسلمانوں کی رہبری کا فریضہ سر انجام دیتے رہے۔ اب دھیرے دھیرے انھیں پوری شِدّت سے یہ احساس ہو چلا تھا کہ ان کے دین، ایمان، عزّت، ناموس، قوم اور ملّت کی بقا کا دارو مدار نہ صرف انگریزوں بلکہ ہندوؤں سے بھی چھٹکارا پانے میں ہی ممکن ہے۔

سر سید احمد خان جو ایک معروف مسلم راہنما تھے، انھوں نے بڑی گہرائی کے ساتھ حالات کا جائزہ لیتے ہوئے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ برصغیر کے مسلمانوں کو موجودہ تباہی سے باہر نکالنے کے لیے برطانویوں اور مسلمانوں کے درمیان اعتماد کی فضا ہموار کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے "اسبابِ بغاوتِ ہند" کے نام سے ایک مختصر سا رِسالہ تحریر کیا۔ اس رِسالے میں جہاں برطانویوں کا مسلمانوں سے متعلق غلط فہمیوں کا اِزالہ کیا گیا وہیں جنگ آزادی کے اسباب پر بھی روشنی ڈالی گئی۔

ان کا دوسرا بڑا کارنامہ مسلمانوں کی تعلیمی حالت بہتر بنانے کی عملی جِدُّ و جُہد کرنا تھا۔ وہ کھلی آنکھوں اس بات کا مشاہدہ کر رہے تھے کہ برصغیر کے مسلمانوں کے زوال کا ایک اہم سبب ان کی تعلیمی پسماندگی بھی ہے۔ ہندو جو عصری تعلیم کے اعتبار سے مسلمانوں کی نسبت بہت آگے ہیں، اسی بات کا فائدہ اٹھاتے ہوئے بڑے بڑے عُہدوں پر وہ فائز ہیں اور انگریز ان کی بات مانتے ہیں۔ لیکن مسلمانوں کا کوئی پُرسانِ حال نہیں۔ اس چیز نے سر سید کو بے چین کر دیا اور پھر کلکتہ میں انھوں نے اسی بات کا اظہار ان الفاظ میں کیا:

"آجکل محترم حضرات! جو ہم اس قدر پس ماندہ ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ ہم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

زمانہ قدیم کے فلسفے، سائنس اور فنون کے تو عالم ہیں اور ان سے مستفید بھی ہوئے ہیں، لیکن زمانہ جدید میں انہی چیزوں سے لاعلم ہیں"۔[۳۶]

پس یہی وہ فکر تھی جس نے سرسید کو بے چین کر دیا اور انھوں نے ٹھان لی کہ کسی بھی صورت برصغیر کے مسلمانوں کو دورِ حاضر کے تقاضوں اور جدید تعلیم سے روشناس کرانا ہے۔ اس مقصد کے تحت انھوں نے اپنی علمی تحریک کا آغاز کیا اور سب سے پہلے یوپی میں مُراد آباد کے مقام پر 1859ء میں ایک اسکول قائم کیا جہاں فارسی اور انگریزی زبان کی تعلیم دی جاتی تھی۔ پھر جنوری 1863ء میں غازی پور میں "سائنٹفک سوسائٹی" کے نام سے ایک اور ادارہ تشکیل دیا جس کے قیام کا مقصد سائنس اور جدید ٹیکنالوجی کے موضوعات پر مبنی عربی، فارسی اور انگریزی کتب کا اردو میں ترجمہ کرنا تھا۔ اس سے اگلے سال یعنی 1864ء میں انھوں نے وکٹوریہ اسکول کے نام سے ایک دوسرے اسکول کا سنگِ بنیاد رکھا جہاں پانچ زبانوں؛ انگریزی، اردو، فارسی، عربی اور سنسکرت میں تعلیم دی جاتی تھی۔ سرسیّد کا سب بڑا کارنامہ یہ تھا کہ انھوں نے برصغیر میں مسلم کالج کے قیام کے لیے باقاعدہ ایک مہم کا آغاز کیا اور پورے ہندوستان کا دورہ کر کے فنڈ اکٹھا کیا تاکہ اس منصوبے کو عملی جامہ پہنایا جاسکے۔ یُوں سرسیّد اور ان کے رفقاء کی کاوشوں کے نتیجے میں یکم جنوری 1877ء میں محمڈن اینگلو اورینٹل کالج (MAO) کا قیام عمل میں آیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کالج کے ذریعے برصغیر کے مسلمانوں کو آگے بڑھنے اور برطانوی حکومت تک اپنی بات پہنچانے کی ایک نئی جہت مل گئی۔ عصری علوم کے حوالے سے انھیں شعور و بیداری حاصل ہوئی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مسلم قومیت کی بنیاد پر ان میں وحدت کا جذبہ پروان چڑھا جو آگے چل کر نظریہ پاکستان کی بنیاد بنا۔

اصلاحی تحریکیں؛

خیال رہے کہ برصغیر کے مسلمانوں کے زوال کا سبب محض عصری علوم کے جدید تقاضوں سے ناواقفیت ہی نہیں، بلکہ بے دینی اور غیر اسلامی اقدار و روایات کا ان کی رگ و پے میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سرائیت کر جانا بھی تھا۔ اسلامی تعلیمات سے وہ کوسوں دور جا چکے تھے، عمل کے اعتبار سے ان کا دامن خالی تھا اور سیرت و کردار کے لحاظ سے وہ بہت کمزور ہو چکے تھے۔ شاعرِ مشرق نے اس حقیقت کو اس شعر میں بیان کیا ہے

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

تاریخ گواہ ہے کہ دینی اعتبار سے برِ صغیر کے مسلمانوں کی زبوں حالی کا آغاز اسی وقت ہو گیا تھا کہ جب مغل بادشاہ اکبر نے عیسائیت، ہندومت اور اسلامی اُصولوں کو ملا کر ایک نیا دین ایجاد کیا جسے اس نے دینِ الٰہی کا نام دیا۔ اکبر کے پیش کردہ اس نئے دین ــــ جو کہ درحقیقت کفر و اِلحاد کا ملغوبہ تھا ــــ کو رد کرنے اور صحیح اسلامی تعلیمات سے لوگوں کو روشناس کرانے میں شیخ احمد سرہندی رحمہ اللہ اور شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے نہایت اہم کردار ادا کیا۔ اس کے بعد شاہ ولی اللہ، جو اپنے وقت کے ممتاز عالمِ دین تھے، نے قرآنِ کریم کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا جس کی بدولت لوگوں کی جہالت و گمراہی دور ہوئی اور انھیں قرآن فہمی میں مدد ملی۔ 1762ء میں جب شاہ ولی اللہ وفات پا گئے تو ان کے فرزند شاہ عبد العزیز رحمہ اللہ نے مسلمانوں کی اصلاح کی غرض سے تعلیم و تبلیغ کا سلسلہ جاری رکھا اور پھر سید احمد شہید رحمہ اللہ اور سید شاہ اسمٰعیل شہید رحمہ اللہ نے خلافت و شریعت کا تصوّر عام کرتے ہوئے نہ صرف سکھوں اور ملحدوں کے خلاف جہاد کیا بلکہ مسلمانوں کی دینی، اخلاقی اور دانشورانہ تربیت کا فریضہ بھی سَر انجام دیا۔ پھر 1857ء کی جنگِ آزادی کی ناکامی کی تلافی اور اسلامی علوم و نظریات کے تحفظ کے لیے مولونا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے دیوبند کے مقام پر "دار لعلوم" نامی ایک دینی عربی مدرسہ کی بنیاد رکھی۔ اس مدرسہ کا افتتاح 15 محرم الحرام 1283 ہجری بمطابق 1867 عیسوی کو مسجد چھتہ میں انار کے ایک درخت کے نیچے ہوا۔ اس تاریخی درسگاہ کے قیام کا بنیادی مقصد اسلامی علوم کا پرچار کرنا، مسلمانوں کا ان کے اسلاف سے رشتہ جوڑے رکھنا اور معاشرے میں پھیلی برائیوں کا سدِّباب کرنا تھا۔

اسی طرح مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ ــــ جن کا شُمار برصغیر کی انتہائی قد آور شخصیات میں ہوتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہے — علی گڑھ میں فارسی کے استاد تھے۔ لیکن انھوں نے محسوس کیا کہ جس مقصد کے تحت علی گڑھ کالج کا قیام عمل میں آیا تھا وہ حاصل نہیں ہو رہا اور یہ کالج صرف کلرک ہی پیدا کر رہا ہے۔ تو انھوں نے سوچا کہ موجودہ حالات میں برصغیر کے اندر ایک ایسے ادارے کا قیام ناگزیر ہے جہاں علومِ قدیمیہ کے ساتھ ساتھ جدید تعلیم کا بھی انتظام ہونا چاہیے۔ یوں ان کی کاوشوں سے سید محمد علی کانپوری رحمہ اللہ نے 1894ء میں لکھنوء میں "ندوۃُ العلماء" کے نام سے ایک مدرسہ کا سنگِ بنیاد رکھا جس کا پہلا اجلاس مولانا شبلی نعمانی رحمہ اللہ کی سربراہی میں 22 تا 24 اپریل 1894ء کو کانپور میں منعقد ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ ندوۃُ العلماء ایک ایسا جامع اور شاندار مدرسہ تھا جو اپنی بہترین کارکردگی، خوبصورت لائبریری، وظائف کی فراہمی، تبلیغ کے ذریعے اسلامی تعلیمات کو فروغ دینے، قدیم اور جدید علوم کو ساتھ ساتھ لے کر چلنے اور عصری تقاضوں سے طلباء کو روشناس کرانے میں بہت حد تک کامیاب رہا۔ یہاں کے طلباء کی کوششوں کے نتیجے میں برصغیر کے مسلمانوں میں سیاسی شعور اُجاگر ہوا اور ان کی اخلاقی و مذہبی حالت میں بھی بہتری آئی۔ نیز اس مدرسہ کے طلباء نے پورے ہندوستان میں پھیل کر حصولِ پاکستان کے لیے ایک اہم کردار ادا کیا۔

انڈین نیشنل کانگریس کا قیام:

1885ء میں "انڈین نیشنل کانگریس" نامی ایک سیاسی تنظیم کا قیام عمل میں آیا۔ اس تنظیم کے وجود میں آنے کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ ہندوستانی آبادی کو، جہاں مختلف اقوام آباد تھیں، یکجا قوم کی شکل میں منظم کر کے ان کی سیاسی، اخلاقی اور معاشرتی اصلاح کی جائے۔ نیز یہ کہ برطانیہ اور ہندوستان کے تعلقات کو اس طرح اُستوار کیا جائے جس سے ہندوستانیوں کے حقوق اور ان کے مفادات محفوظ رہیں۔[۷۳] کانگریس میں اگرچہ اکثریت ہندوؤں کی تھی لیکن مسلم راہنماؤں نے بھی اس میں شمولیت اختیار کی کیونکہ کانگریس کا منشور کسی فردِ واحد کی نہیں بلکہ سارے ہندوستانیوں کے حقوق کی ترجمانی کرتا تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بنگال کی تقسیم:

ہندوستان کا انتظام و اِنصرام سنبھالنے اور اس پر اپنی گرفت برقرار رکھنے کے لیے انگریزوں نے یہاں کی ریاستوں اور صوبوں پر مختلف وائسرائے (نائب یا نگران) مقرر کر رکھے تھے۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے دور سے ہی بنگال—بہار، اڑیسہ، آسام اور بنگال سمیت—اپنے رقبے اور آبادی کے لحاظ سے ایک بہت بڑا صوبہ تھا جس کی آبادی 7 کروڑ سے زائد نفوس پر مشتمل تھی۔ لارڈ کرزن جو یہاں کا وائسرائے تھا، کو اس صوبے کی نگرانی اور دیکھ بھال میں بڑی دقت پیش آ رہی تھی۔ چنانچہ اس کی تجویز پر حکومتِ برطانیہ نے 16 اکتوبر 1905ء کو اسے دو نئے صوبوں، مغربی اور مشرقی بنگال، میں تقسیم کر دیا۔ مغربی بنگال میں ہندوؤں کی اکثریت رہی جبکہ مشرقی بنگال میں مسلمان اکثریت میں آ گئے اور ڈھاکہ اس صوبے کا نیا صدر مقام قرار پایا۔ یوں مشرقی بنگال ایک مسلم اکثریتی صوبہ بن گیا جس سے تجارت و حکومت پر ہندوؤں کا اثر و رسوخ جاتا رہا اور مسلمانوں کی ترقی کے اِمکانات روشن ہو گئے۔ اب انھیں اپنی معاشی، سماجی اور سیاسی حالت سدھارنے کا ایک بہترین موقع ہاتھ آ گیا۔[۳۸]

کانگریس کا بے نقاب چہرہ!

تقسیمِ بنگال ہندوؤں کے لیے کوئی خوشگوار واقعہ نہ تھا کیونکہ اس سے مسلمانوں کی ایک نئی حیثیت اُبھر کر سامنے آ رہی تھی۔ نیز کانگریس بھی اس پر رنجیدہ تھی اور وہی حالات چاہتی تھی جو تقسیم سے قبل تھے تاکہ اس کی اِجارہ داری برقرار رہ سکے۔ چنانچہ کانگریس نے اس فیصلہ کو کالعدم کروانے کے لیے سیاسی اور معاشی ہر دو اقدام کیے۔ سیاسی طور پر حکومت کو اس طرح ہراساں کیا گیا کہ "سوادیشی" نامی پُر تشدد تحریک چلا کر خوف کی فضا ہموار کی گئی۔ جبکہ حکومت پر معاشی دباؤ ڈالنے کے لیے تمام ولایتی اشیا کا بائیکاٹ کر دیا گیا اور مسلم تاجروں کو بھی مجبور کیا گیا کہ وہ اس تحریک میں ان کے شانہ بہ شانہ رہیں!

ہندوؤں کی اس تحریک کا گمبھیر نتیجہ یہ نکلا کہ ہندو مسلم فسادات میں بے تحاشا اضافہ ہوا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ولایتی کپڑوں کے مسلمان تاجروں نے جب اس بائیکاٹ کی تائید میں اپنے کاروباری مراکز بند کرنے سے انکار کیا تو جنونی قسم کے ہندو "رضاکاروں" نے انھیں ہڑتال پر مجبور کیا جس سے خونریزی کا ماحول بن گیا۔ پھر اس سیاسی تحریک کو مذہبی رنگ دے کر ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف نفرت پر ابھارا گیا جس کے بعد مسلمانوں کے اجلاس منتشر کیے جانے لگے، مسلم رہنماؤں کو بے عزت کیا گیا، مسلمان کارکنان پر حملے کیے گئے اور وہ مسلمان جنھوں نے ہندوؤں کی اس شورش میں ان کا ساتھ دینے سے انکار کیا، سختی سے ایذائے گئے۔[۳۹] نیز تلک جیسا عظیم کانگریسی لیڈر جسے سیاست میں امتیازی مقام حاصل تھا، اصرار کرنے لگا کہ ہندوؤں کو یہ حق حاصل ہے کہ جس وقت چاہیں مسجدوں کے سامنے باجا بجائیں۔[۴۰]

تقسیم بنگال کے خلاف ہندوؤں کے اس رویے نے ان مسلمانوں کی بھی آنکھیں کھول دیں جو کانگریس کے لیے نرم گوشہ رکھتے تھے۔ حالانکہ یہ خالصتاً ایک انتظامی فیصلہ تھا جو بالآخر مسلمانوں کے حق میں سودمند ثابت بھی ہوا۔ مگر افسوس کہ ہندوؤں نے اس قدر شدّت سے اس کی مخالفت کی کہ برطانوی حکومت کو مجبوراً اپنا فیصلہ منسوخ کرنا پڑا۔[۴۱]

یوں اس بھیانک منظر کو دیکھتے ہوئے مسلمانوں کو یہ بات سمجھنے میں ذرا دیر نہ لگی کہ کانگریس سے کسی بھی قسم کی خیر یا انصاف کی توقع رکھنا صدا بصحرا کے مترادف ہے۔ لہٰذا ردِ عمل کے طور پر انھوں نے خود کو کانگریس سے علیحدہ کر لیا۔

سیاست میں واپسی؛

تقسیم بنگال کے خلاف کانگریس کا رویہ دیکھ کر مسلمانوں کے ذہنوں میں خطرے کی یہ گھنٹی بج اٹھی کہ ہندو اپنی اکثریت کے بل بُوتے پر — جب کہ انگریزوں کا ہاتھ ان کے سر پر ہے — انھیں مذہبی، سیاسی اور معاشی میدان میں کبھی ابھرنے نہ دیں گے۔ اب وہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ اگر انھوں نے اپنے آپ کو منظم کرتے ہوئے ایک سیاسی لائحہ عمل تیار نہ کیا تو ان کا مستقبل تاریک ہے! چنانچہ طویل غور و خوض کے بعد مسلم راہنماؤں نے ایک منصوبہ ترتیب دیا جس میں یہ بات

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیشِ نظر رکھی گئی کہ فی الوقت سب سے پہلا کام جو ان کے لیے ناگزیر ہے، وہ یہ کہ ہندوؤں کے بالمقابل مسلمانوں کو ایک جداگانہ قوم کی حیثیت سے کھڑا کر کے انتظامیہ میں جگہ بنانا تاکہ حکومتی سطح پر ان کی بات کو اہمیت مل سکے اور آئندہ کے لائحہ عمل پر کام کرنا آسان ہو جائے۔ اس طرح یکم اکتوبر 1906ء کو مسلم راہنماؤں کا ایک وفد شملہ کے مقام پر وائسرائے ہند لارڈ منٹو سے ملا جسے عام طور پر "شملہ وفد" کہا جاتا ہے۔ اس وفد نے وائسرائے کے سامنے جو مطالبات رکھے، مختصر لفظوں میں ان میں سے چند ایک یہ تھے:

- مسلمانوں کے لیے جُداگانہ طریقہ انتخاب رکھا جائے،
- عدالتوں میں انھیں بطورِ جج مقرر کیا جائے،
- گزیٹڈ اور نان گزیٹڈ ملازمتوں پر مسلمانوں کا تقرر کیا جائے، اور یہ کہ
- یونیورسٹی انتظامیہ میں ان کی نشستیں محفوظ کی جائیں۔[۴۲]

یوں مسلمانوں نے ہندوؤں کے بالمقابل اپنے آپ کو ایک نمایاں قوم اور جداگانہ شناخت کے طور پر متعارف کروایا۔ وائسرائے نے ہندوستان کے دیگر طبقات، بالخصوص ہندوؤں کے ڈر اور خوف سے وفد کے ساتھ فی الفور کوئی وعدہ تو نہ کیا لیکن انھیں اس بات کا مکمل یقین دلایا کہ ان کے حقوق و مفادات کو تحفظ فراہم کیا جائے گا۔

اب مسلمانوں کو اپنی سیاسی تگ و دو مزید آگے بڑھانے کے لیے ایک نمائندہ سیاسی جماعت کی اشد ضرورت محسوس ہوئی۔ اس ضرورت کو پورا کرنے کے لیے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے سالانہ اجلاس کے موقع پر 30 دسمبر 1906ء کو ایک قرارداد منظور کی گئی جس میں ملک بھر کے مسلمانوں کے لیے "آل انڈیا مسلم لیگ" کے نام سے ایک سیاسی جماعت تشکیل دے دی گئی۔[۴۳]

مسلم لیگ کی سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ اس نے اپنی بھرپور کوششوں کے ذریعے گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1909ء — عُرفِ عام میں جسے منٹو مارلے اصلاحات کہا جاتا ہے — کے تحت مسلمانوں کے لیے جداگانہ طرزِ انتخاب کا مطالبہ منوا لیا۔ یعنی مسلمان اپنے حلقوں میں اپنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نمائندوں کا انتخاب خود کریں گے۔ اس طرح جُداگانہ طرزِ انتخاب کا اُصول تسلیم کر کے برطانوی حکومت نے ثبوت دے دیا کہ ہندوؤں کے بالمقابل مسلمان ایک "علیحدہ قوم" ہیں۔

قائدِ اعظم اگرچہ 1905ء میں کانگریس کے ممبر بن کر اپنے سیاسی دور کا آغاز کر چکے تھے۔ لیکن مسلم لیگ میں انھوں نے 1913ء میں شمولیت اختیار کی۔ مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کرنے کے بعد بھی وہ ہندو مسلم اتحاد کی کوششوں میں مصروف رہے تاکہ یہ دونوں اقوام باہم مل کر ہندوستان کو انگریزوں کی غلامی سے آزاد کروا سکیں۔ پس یہ انہی کی کاوشوں کا ثمر تھا کہ 1916ء میں ہندو مسلم معاہدہ طے پایا جسے میثاقِ لکھنوء کہا جاتا ہے

جنگ عظیم اوّل اور ہندوستانی سیاست پر اس کے اثرات؛

"پہلی جنگِ عظیم شروع ہونے کی فوری وجہ آسٹریا کے ولی عہد کا سربیا میں قتل ہونا تھا۔ جب قاتل گرفتار نہ ہوئے تو آسٹریا نے سربیا کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا۔ جرمنی اور سلطنتِ عثمانیہ نے آسٹریا کی حمایت کی جب کہ فرانس اور روس نے جرمنی کے خلاف محاذ قائم کر لیا۔ پھر برطانیہ اور بعد میں امریکہ بھی اس محاذ میں شامل ہو گئے۔ اس جنگ کے نہایت دور رَس نتائج بر آمد ہوئے۔ ان میں خلافتِ عثمانیہ کا خاتمہ، اسرائیل کا قیام، 'لیگ آف نیشنز' کے نام سے اقوامِ متحدہ نما عالمی ادارے کی تشکیل اور جرمنی کے خطرے کو روکنے کے لیے اس کی معاشی ناکہ بندی شامل ہیں۔ اگر نتائج پر غور کیا جائے تو ان میں سے بیشتر صہیونی دشمن کے مقاصد تھے جو اس نے اس جنگ سے حاصل کیے۔ جنگ یورپی ممالک کے درمیان تھی اور نقصان اُمّتِ مسلمہ کا ہوا۔ کیا یہ محض ایک اتفاق تھا یا کہ یہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوا؟ کیا دشمن نے پہلے سے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ایسے اقدام کیے یا کہ اس نے حالات سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے منصوبے کی تکمیل کی؟ جواب جو بھی ہو، دونوں صورتوں میں دشمن کے مقاصد ہی کی تکمیل ہوئی۔ دشمن کو علم تھا کہ خلافتِ عثمانیہ کو راستے سے ہٹائے بغیر نہ تو 'آزاد منڈی کی معیشت' (Free Market Economy) قائم ہو سکتی تھی، نہ اسرائیل کی صہیونی ریاست بن سکتی تھی اور نہ ہی کفر کی عالمی حکومت کا منصوبہ پورا ہو سکتا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا"۔[۴۴]

چنانچہ سید حسن ریاض اپنی تالیف "پاکستان ناگزیر تھا" میں لکھتے ہیں:

"جنگِ عظیم اوّل 14 اگست 1914ء کو شروع ہوئی۔ 4 نومبر کو تُرکی، جرمنی کا حلیف بن کر میدانِ جنگ میں کود پڑا۔ اب تُرکی اور برطانیہ ایک دوسرے کے حریف اور دشمن تھے۔ مسلمان سپاہیوں کو انگریز بے تکلف تُرکوں کے مقابلے میں جنگ کرنے کے لیے بھیج رہے تھے اور مسلمان کا مسلمان کو قتل کرنا، شریعت کی رُو سے حرام اور دائمی جہنم کا سبب ہے۔ سلطانِ تُرکیہ اس وقت تک خلیفہ تھا اور خلیفۃ المسلمین کے مقابلے میں جنگ کرنا مسلمانوں کو بڑا شاق گزرا۔ پھر جنگ بھی کہاں کہاں نہیں ہوئی؟ انگریزوں ہی کی فوجیں عراق پر حملہ آور ہوئیں، انھوں نے فلسطین پر حملہ کیا اور بیت المقدس فتح کر لیا۔ لائڈ جارج نے بڑے جوش اور ولولے کے ساتھ فلسطین اور بیت المقدس کی فتح پر ایک تقریر کی جس کے ایک ایک لفظ سے یہ واضح ہو رہا تھا کہ وہ اس کو صلیبی جنگوں کا انتقام سمجھ رہے ہیں"۔[۴۵]

ان گمبھیر لمحات میں مسلمانانِ ہند بے چین و بے قرار تھے اور ان کی نظریں ترکی کی خلافت اور ان کے مقدس مقامات پر جمی ہوئی تھیں۔ ان میں برطانیہ مخالف جذبات عُروج پر جا پہنچے تھے اور ہندوستان کی دیگر قومیں بھی حکومت کی بے جا سختی اور غیر دانشمندانہ اقدامات کی وجہ سے اپنے مستقبل کو غیر محفوظ ہوتا دیکھ کر بیدار ہو رہی تھیں۔ حکومتِ برطانیہ بھانپ گئی کہ ہندوستان میں کوئی سیاسی سازش یا انقلابی تحریک جنم لے سکتی ہے اور وہ موجودہ عمومی حکومتی ڈھانچے کے ذریعے اس انقلاب کو نہ روک پائے گی۔ چنانچہ اس نے ایک کمیٹی تشکیل دی کہ وہ ملک میں ہونے والی سیاسی سرگرمیوں کا جائزہ لے اور انقلابی تحریکوں سے نمٹنے کے لیے مشورے دے۔ اس کمیٹی نے، جس کے صدر سر سِڈنی رولٹ تھے، انقلابی تحریک اور سیاسی جرائم (انقلابی سرگرمیاں حکومت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی نظر میں سیاسی جرائم تھے) میں ملوث افراد کو عبرتناک سزاؤں سے دوچار کرنے کے لیے کئی تجاویز دیں جن کی روشنی میں دو بل تیار کیے گئے جو "رولٹ ایکٹ 1919" کے نام سے مشہور ہوئے۔ 6 فروری 1919ء کو ان میں سے ایک بل بڑی عُجلت کے ساتھ "قانون" کے طور پر منظور کر لیا گیا۔ اس قانون کے مطابق؛

- فوری عدالتی کاروائی کے لیے تین ججوں پر مشتمل ایک خصوصی عدالت تشکیل دی گئی جس کے فیصلے پر اپیل دائر کرنا ممکن نہ تھا،
- صوبائی حکومت کو یہ اختیار دے دیا گیا تھا کہ وہ کسی بھی شخص کو محض شک کی بنا پر یہ حکم دے سکتی تھی کہ وہ اپنی رہائش گاہ کی اطلاع دے یا کسی مخصوص و متعین جگہ پر مقیم رہے یا کسی مخصوص عمل سے مجتنب رہے یا بالآخر یہ کہ پولیس کے سامنے پیش ہو جائے، اور یہ کہ
- بغیر وارنٹ جاری کیے کسی جگہ کی تلاشی یا کسی بھی فرد کی گرفتاری عمل میں لائی جا سکتی تھی اور گرفتار شدہ شخص کو کسی جگہ یا حالات یا پابندیوں میں رکھا جا سکتا تھا۔[۴۶]

اس قانون کی رُو سے کوئی ہندوستانی — کھڑے، بیٹھے یا لیٹے — کسی حال میں محفوظ نہ تھا۔ یعنی صوبائی حکومت کو مختارِ کل بنا دیا گیا تھا کہ وہ جسے چاہے، جب اور جہاں سے چاہے، محض شک کی بنا پر گرفتار کر کے نامعلوم مقام پر قید کر سکتی تھی۔ اس چیز نے ہندوستانیوں کے جذبات بھڑکا دیئے اور برصغیر میں ایک ایسا طوفان مچا جس کے اثرات پورے ہندوستان نے محسوس کیے۔ بعد ازاں جو واقعات رُونما ہوئے انھوں نے ثابت کیا کہ اس جبری قانون سے انقلابی سرگرمیوں میں کمی نہیں آئی بلکہ ان کی شدت میں مزید اضافہ ہی ہوا اور برطانوی راج کے خلاف ایک اَن دیکھی اور غیر اعلانیہ جنگ کا آغاز ہو گیا۔

چونکہ اس قانون کی زد میں نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو بھی آتے تھے، اس لیے گاندھی نے 23 مارچ 1919ء کو اس ایکٹ کے خلاف ملکی سطح پر ہڑتال کا اعلان کر دیا اور اس طرح برطانوی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سامراجیت کے خلاف عدم تشدد پر مبنی باقاعدہ ایک جنگ چھڑ گئی۔ پورے ملک میں مظاہرے شروع ہو گئے، متواتر ہڑتالیں ہونے لگیں اور لوگوں کا ایک سیلاب سڑکوں پر اُمنڈ آیا۔ فرنگیوں نے جب ہندو مسلم مشترکہ مظاہرے دیکھے تو انھیں خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں یہ دونوں قومیں باہم مل کر بغاوت ہی نہ کر بیٹھیں، چنانچہ طاقت کا بے دریغ استعمال کرتے ہوئے انھوں نے اس اتحاد کو ختم کر ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کر ڈالی۔ بڑے پیمانے پر گرفتاریاں کی گئیں، عوامی جلسوں پر فائرنگ کھول کر خوف و ہراس کی فضا ہموار کی گئی اور نہتے شہریوں پر بڑی بے دردی کے ساتھ تشدد کیا گیا۔

امرتسر کا قتلِ عام!

بدنامِ زمانہ قانون، رولٹ ایکٹ، جسے تمام سیاسی جماعتوں نے "کالا قانون" کے نام سے تعبیر کیا، کے خلاف احتجاج کا سلسلہ ابھی جاری ہی تھا کہ اسی دوران "جلیانوالہ باغ" میں ایک ایسا سانحہ رُونما ہوا جس پر پورا برصغیر سَراپا احتجاج بن گیا۔ 13 اپریل 1919ء کو 6 سے 10 ہزار لوگوں پر مشتمل ایک پُرامن جلوس امرتسر کے "جلیانوالہ باغ" پہنچا۔ ابھی یہ لوگ اپنے رہنماؤں کی تقاریر سن ہی رہے تھے کہ اسی اثنا میں جنرل ڈائیر کی کمان میں ایک فوجی دستے نے جلسہ گاہ کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے لیا اور پھر مظلوم عوام پر وحشیانہ فائرنگ کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یہ فائرنگ اُس وقت تک جاری رہی جب تک ان کے راؤنڈ ختم نہ ہو گئے.....! "برطانوی رپورٹ کے مطابق اس سانحہ میں 1200 افراد زخمی اور 379 لوگ ہلاک ہوئے۔ جبکہ ہندوستانی ذرائع کے مطابق ہلاک و زخمی ہونے والوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ تھی"۔[۴۷]

چنانچہ پنجاب تاجر انجمن کے نائب صدر جو اس پورے واقعہ کے عینی شاہدین میں سے ایک تھے، بیان کرتے ہیں:

> "میں نے سینکڑوں لوگوں کو وہیں کی وہیں قتل ہوتے دیکھا۔ اس پورے معاملے کا بدترین پہلو یہ تھا کہ بندوقوں کے منہ ان دروازوں کی جانب تھے جہاں سے لوگ دوڑتے باہر آ رہے تھے۔ وہاں چھوٹی چھوٹی کُل ملا کے چار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پانچ راہداریاں تھیں جہاں لوگوں پر گولیوں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ کئی تو دوڑتی بھیڑ میں پیروں تلے روندے گئے اور جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ خون کثرت سے بہہ رہا تھا۔ یہاں تک کہ جو نیچے لیٹے ہوئے تھے ان کو بھی گولیوں کا نشانہ بنایا گیا۔ حکام کی جانب سے مقتولین اور زخمیوں کی دیکھ بھال کا کوئی انتظام نہیں کیا گیا تھا۔ میرے خیال میں کوئی 1000 لاشیں وہاں باغ میں ہوں گی"۔[۴۸]

جلیانوالہ باغ کے واقعہ کی خبر پھیلتے ہی حکومت کے خلاف غیض و غضب کا طوفان اُٹھ کھڑا ہوا۔ پنجاب کے مختلف شہروں میں ہنگامے ہونے لگے۔ ان ہنگاموں پر قابو پانے کی خاطر پنجاب میں مارشل لاء نافذ کر دیا گیا اور مارشل لاء کے نفاذ کے ساتھ ہی سزائیں بھی رائج کر دی گئیں۔[۴۹]

تحریکِ خلافت:

فرنگیوں نے جہاں ہندوستان میں طوفان ڈھا رکھا تھا وہیں سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے کر کے وہ اس کی بندر بانٹ میں جُتے ہوئے تھے۔ اس طرح برطانیہ اور اتحادیوں کی سازش کے نتیجے میں عثمانی سلطنت ٹوٹ گئی اور انگریزوں نے وہاں انتقامی کاروائیاں شروع کر کے ترکی کو تباہ و برباد کرنے میں اپنی سی کوئی کسر نہ چھوڑی۔

ایک خلافت ہی دنیا میں مسلمانوں کے دورِ عروج کی واحد نشانی رہ گئی تھی اور اب اسے بھی پاش پاش ہوتا دیکھ کر مسلمانوں کا کلیجہ چھلنی ہو رہا تھا۔ مسلمانانِ ہند چاہتے تھے کہ ترکی کے ساتھ مزید ناانصافی نہ ہو بلکہ کسی بھی طرح خلافت قائم رہے۔ کیونکہ انھیں معلوم تھا کہ اگر خلافت نہ رہی تو مسلمانوں کی مرکزیت ختم ہو جائے گی اور وہ کوئی متحدہ اقدام کرنے کے قابل نہ رہیں گے۔ پھر کفار ہی کی حاکمیت ہو گی اور انہی کا سکہ چلے گا۔ وہ جو چاہیں گے، کریں گے اور مسلمان کفِ افسوس ملتے رہ جائیں گے!

خلافت کیا ہے؟ خلافت کا مرکزی خیال یہ ہے کہ دنیا کے تمام مسلمان، خواہ وہ کہیں بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوں، ایک ہی حکمراں کی برائے نام بالادستی کے تحت ہوں جو اپنی سیاسی قوت و شوکت کے ساتھ ساتھ اقتدارِ مذہب کا بھی محافظ و نگران ہوتا ہے۔ شریعت میں خلیفہ کے ذمے دو کام ہوتے ہیں؛ پہلا یہ کہ وہ محمد ﷺ کے جانشین کی حیثیت سے اسلام کے اقتدار کو برقرار رکھے، اور دوسرا یہ کہ مسلمانوں کی حفاظت پر کمربستہ رہے۔[۵۰]

تاریخ اس پر گواہ ہے کہ خلافتِ عثمانیہ نے صدیوں تک یورپ پر اپنی دھاک بٹھائے رکھی اور دنیائے اسلام کو اُن کی یلغار سے محفوظ رکھا۔ جب کبھی یورپی اقوام نے متحد ہو کر مسلمانوں کے مقدس مقامات پر قابض ہونا چاہا تو خلیفۂ وقت ہمیشہ ان کے آڑے رہا اور انھیں شکستِ فاش سے دوچار کیا۔ یہی وجہ تھی کہ سقوطِ عثمانیہ کے وقت مسلمانانِ ہند سب سے زیادہ بے قرار تھے کیونکہ مسلمانوں کی مرکزیت ختم ہوا چاہتی تھی اور انھیں واضح نظر آرہا تھا کہ اب دنیا میں مسلمانوں کا کوئی پُرسانِ حال نہ ہوگا۔

"اسلام کسی خاص قوم یا ملک کا نہیں بلکہ عالمگیر مذہب ہے۔ اس کے تصورات عالمگیر ہیں، اس نے ایک عام حکم لگا دیا ہے؛ — کل مومن اخوۃ — سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ اس میں عرب، ترک، ہندوستانی، پاکستانی، انڈونیشی، یورپین کی کوئی قید و تمیز نہیں۔ جو مسلمان ہے وہ اس عالمگیر ملّت اور برادری کا ایک رکن ہے، اور مسلمان کا خون مسلمان پر حرام ہے، اور مسلمان کی عزت مسلمان پر حرام ہے اور مسلمان کا مال مسلمان پر حرام ہے سوائے اس صورت کے کہ حق اور انصاف اس کا مطالبہ کرے۔ اسلام کے ان اہم تقاضوں کا احساس تھا جس سے تحریک خلافت پیدا ہوئی — کسی غیر ملکی مقصد کے لیے ہرگز نہیں۔ کاش اس سے پہلے مسلمانوں میں اس عالمگیر رشتے کا احساس پیدا ہوتا تو ہندوستان کے مسلمانوں کو انگریزوں کا غلام نہ بننا پڑتا"۔[۵۱]

تاریخی پس منظر؛

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ جنگِ عظیم میں شرکت کی بنا پر عثمانی سلطنت اپنے انجام کو پہنچی۔ یعنی اگر ترکی پہلی جنگ عظیم میں شریک نہ ہوتا تو مسلمانوں کی خلافت کا نظام محفوظ رہتا اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلم اُمّہ کو ان مسائل سے دوچار نہ ہونا پڑتا جن کا سامنا اسے آج کرنا پڑ رہا ہے۔ یہ ایک غلط فہمی ہے، اس مقام پر یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ "خلافت" مسلمانوں کی مرکزیت کی ایک علامت ہے اور جب تک یہ علامت دنیا میں موجود رہے، تب تک کفر کی عالمی حکومت کا مستقل قیام ناممکن ہے۔ لہٰذا ترکی جنگ عظیم میں شریک ہوتا یا نہ ہوتا، کفریہ طاقتوں نے خلافت کا معاملہ تو بہرحال نپٹانا ہی تھا۔ تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی عالمگیر جنگ کے آغاز سے قبل ہی اتحادیوں نے خلافتِ عثمانیہ کو ختم کرنے کے لیے سیاسی گٹھ جوڑ شروع کر دیا تھا۔ یورپی ممالک نے متحد ہو کر اور باقاعدہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت سلطنتِ عثمانیہ کا گھیراؤ کیا۔ چنانچہ ستمبر 1911ء میں اٹلی نے طرابلس پر یہ کہہ کر حملہ کر دیا کہ وہ اس علاقے پر قبضے کو اپنا حق سمجھتا ہے۔ ابھی ترکی افواج اٹلی کی اس جارحیت کا جواب دے ہی رہی تھیں کہ اسی دوران یونان، بلغاریہ اور سرویا نے یہ پراپیگنڈہ کرتے ہوئے تُرکوں پر دھاوا بول دیا کہ عثمانوی عمل داری میں عیسائی آبادی غیر محفوظ ہے۔ اب "ترکوں نے یہ دیکھ کر کہ دو محاذوں پر ایک ساتھ جنگ دشوار ہے، فوراً اٹلی سے معاہدۂ صلح کیا اور طرابلس سے اپنی فوجیں بلانے پر رضامند ہو گئے۔ اس طرح عملاً انھوں نے طرابلس پر اٹلی کا قبضہ تسلیم کر لیا"۔[۵۲]

بلقان کی جنگوں میں، جن کی پُشت پر پوری عیسائی لابی موجود تھی، ترکی کو سخت نقصان اُٹھانا پڑا اور اس کے بیشتر علاقے دشمن نے ہتھیا لیے۔ ان نازک لمحات میں کہ جب ترکی اپنی بقا کی جنگ لڑ رہا تھا، اٹلی نے اسے دھوکا دیا کہ باوجود معاہدۂ صلح کے بحیرۂ ایجین سے اپنی فوجیں پیچھے نہ ہٹائیں۔ عین ان حالات میں روس بھی اپنی قدیم سلطنت کے دعویدار ہونے کی وجہ سے قسطنطنیہ پر قبضے کی راہ ڈھونڈ رہا تھا۔ پھر ایک جانب برطانیہ اگر دولت عثمانیہ کے خلاف شرارتوں میں مصروف تھا تو دوسری طرف فرانس بھی اس پر تاؤ کھائے بیٹھا تھا—خیال رہے کہ فرانس نے ہی طرابلس پر اٹلی کے حملے کی پُرزور تائید کی تھی۔ ایسے میں جب پہلی عالم گیر جنگ چِھڑی تو ترکی کے لیے ناممکن تھا کہ وہ غیر جانبدار رہتا یا برطانیہ اور فرانس کا اتحادی بن سکتا۔ "چونکہ طرابلس اور بلقان کی جنگوں میں جرمنی کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طرزِ عمل ترکوں کے خلاف نہیں تھا..... اس لیے ترک، جرمنی کے حلیف بن کر، جنگِ عظیم میں شریک ہو گئے"۔[۵۳]

یہاں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ سلطنتِ عثمانیہ کو بحالتِ مجبوری جنگ کا حصہ بننا پڑا کہ غیر جانبداری کا اس کے پاس کوئی آپشن نہ تھا۔ یعنی اگر ترکی جنگ عظیم میں شریک نہ بھی ہوتا تب بھی اتحادیوں نے اس پر بہر صورت حملہ کرنا تھا۔ چنانچہ سید حسن ریاض اپنی تصنیف "پاکستان ناگزیر تھا" میں رقم طراز ہیں:

> "انگلستان اور امریکہ کے بااثر سیاسی حلقے اس پر مُصِر تھے کہ ترکوں کو قسطنطنیہ سے نکالا جائے اور ترکیہ کے ٹکڑے کر کے اس کو چوتھے درجے کی چھوٹی ریاست بنا دیا جائے.....انگلستان، فرانس اور رُوس 1915ء ہی میں اس معاہدے پر دستخط کر چکے تھے کہ (عثمانی سلطنت کے) درّہ دانیال اور باسفورَس (کے علاقے) روس کو دیئے جائیں گے۔ قسطنطنیہ اتحادیوں کے تجارتی جہازوں کے لیے آزاد بندر گاہ ہو گا اور اماکن مقدسہ (مسلمانوں کے مقدس مقامات) ترکوں سے لے کر آزاد عرب ریاست کے حوالے کیے جائیں گے۔ اس بنیاد پر شریف حسین اور اتحادیوں کے درمیان معاملہ ہوا اور یہ ترکوں کے جنگ میں شریک ہونے سے قبل ہی ہو چکا تھا۔ اس معاہدہ کا نام معاہدۂ قسطنطنیہ تھا۔ اتحادیوں کی بڑی خواہش تھی کہ اٹلی ان کے حلیف کی حیثیت سے جنگ میں شریک ہو۔ اٹلی کو لالچ دینے کے لیے 1915ء میں لندن پیکٹ کیا گیا جس میں وعدہ تھا کہ عدلیہ (کا علاقہ) اٹلی کو ملے گا..... مئی 1916ء میں رُوس، انگلستان، فرانس اور اٹلی کے درمیان سائیکس پیکٹ ہوا۔ اس کا مقصد عرب ممالک پر یورپین تسلط تھا۔ لہٰذا یہ عربوں کے ساتھ بدعُہدی تھی۔ عربوں سے اس معاہدہ کو خفیہ رکھا گیا"۔[۵۴]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ برطانیہ نے سلطنت عثمانیہ کو پارہ پارہ کرنے کے لیے جہاں عربوں کو ترکوں سے لڑوایا وہیں ہندوستان سے بھی بے پناہ فائدہ اٹھایا۔ دس لاکھ سے زائد ہندوستانی فوجیوں نے، جن میں خود مسلمان سپاہیوں کی بھی بڑی تعداد شامل تھی، جنگ عظیم میں یورپ، افریقہ اور مشرقِ وُسطیٰ کے محاذوں پر صف اوّل کا کردار ادا کرتے ہوئے برطانوی سلطنت کا دفاع کیا۔ اس جنگ میں 74,187 ہندوستانی فوجی ہلاک اور ہزاروں کی تعداد میں زخمی ہوئے۔ نیز یہاں کا غلّہ و اناج، مال و دولت، خاکی وردیاں اور خام لوہا بہت بڑی مقدار میں بحری جہازوں میں بھر کر برطانیہ منتقل کیا گیا۔ تاہم ترکی جب جرمنی کے حلیف کی حیثیت سے برطانیہ کے سامنے آیا تو مسلمانانِ ہند کی دلی وابستگی چونکہ ترکوں کے ساتھ تھی اس لیے ان میں برطانیہ کے خلاف جوش اور انتقام پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔ انگریز 1857ء کا غدر بھگت چکے تھے اور انھیں خدشہ تھا کہ اسلامیانِ ہند کہیں دوبارہ نہ اُٹھ کھڑے ہوں! ایسے میں صورتِ حال پر قابو پانے کے لیے برطانوی وزیرِ اعظم، لائڈ جارج، نے اعلان کر دیا کہ جنگ کے اختتام پر ترکوں کے ساتھ نہایت اچھا سلوک برتا جائے گا، مسلمانوں کے تمام مقدس مقامات محفوظ رہیں گے اور ترکی کو اس کی سرزمین سے محروم نہیں کیا جائے گا— لیکن عملاً ان میں سے کوئی ایک وعدہ بھی پورا نہیں کیا گیا۔

بہر حال، 28 جولائی 1914ء کو پہلی جنگ عظیم کی آگ بھڑک اٹھی۔ تقریباً سوا چار سال تک یہ جنگ جاری رہی جس میں ڈیڑھ کروڑ سے زائد لوگ مارے گئے اور لگ بھگ دو کروڑ شہری و فوجی زخمی ہوئے۔ 1915ء میں ترکی نے برطانیہ اور فرانس کی متحدہ افواج کو گیلی پولی کے مقام پر عبرتناک شکست سے دوچار کیا لیکن عراق میں، جہاں ترکی افواج معمولی مقدار میں تھی اور اسے اندازہ نہ تھا کہ دشمن یہاں بھی اُس پر شب خون مار سکتا ہے، اتحادیوں کے ہاتھوں اسے شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی طرح جرمنی اور اس کے دیگر حلیف بھی اس جنگ میں ڈھیر ہو گئے۔

اب ہنگامی صلح کا معاہدہ ہوا جس میں ترکی کے لیے یہ شرائط رکھی گئیں؛

- ترکی حکومت اپنی تمام فوج کو برطرف کر دے گی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- ترکی کے جنگی جہاز فاتحین کے قبضے میں رہیں گے،
- ملک کی ریلوں کی آمدنی اتحادیوں کے لیے وقف ہو گی،
- ایشیائے کوچک اور عرب کی سرحدوں کا فیصلہ فاتحین کریں گے۔[۵۵]

صرف اندرونِ ملک کا انتظام حکومت ترکیہ کے پاس رہنے دیا گیا۔ اس کے بعد ترکی کے ساتھ "معاہدۂ سیورے" پر دستخط ہوئے۔ اس معاہدہ کے تحت مصر، شام، لبنان، عراق اور اُردن کے علاقے ترکی سے ہتھیا لیے گئے۔ فرانس نے شام؛ برطانیہ نے عراق اور اُردن؛ اٹلی نے عدلیہ؛ اور یونان نے سمرنا اور مغربی اناطولیہ کے علاقے اپنی سلطنت میں شامل کر لیے۔ یہ تھی وہ بندر بانٹ کہ جس کے ساتھ ہی عثمانی سلطنت ٹوٹ گئی اور خلافت کا نظام اپنے انجام کے قریب جا پہنچا!

اس سارے پس منظر کو اگر سامنے رکھا جائے تو تحریک خلافت کی حقیقت کو سمجھنا کچھ مشکل نہیں۔ یعنی وہ بات جس نے اسلامیانِ ہند کو تحریک پر اُبھارا، یہ تھی کہ انھیں دھوکا دیا گیا اور ترکی کی سرزمین اور مسلمانوں کے مقدس مقامات کا تحفظ نہ کیا گیا جیسا کہ آغازِ جنگ پر وعدہ کیا گیا تھا۔ اس چیز نے مسلمانوں کے جذبات پر منفی اثر ڈالا اور ان میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ ملک کے تمام اہم مقامات پر برطانیہ کی اس عہد شکنی اور دھوکہ دہی کے خلاف مذمتی مظاہرے کیے گئے۔ نیز ردِ عمل کے طور پر مسلمانوں نے خلافت کی بحالی، ترکوں کی آزادی اور دولت عثمانیہ کی سلامتی کی خاطر ایک زبردست تحریک کا آغاز کیا جسے تاریخ میں "تحریک خلافت" کے نام سے یاد رکھا جاتا ہے۔

خلافت کانفرنس؛

برصغیر کے مسلمان نہایت بے بس و مجبور تھے اور اس قابل نہ تھے کہ عالمِ اسلام کو متحد کر کے خلافتِ عثمانیہ کو بچا سکتے۔ وہ خود غلامانہ زندگی گزار رہے تھے اور ان کے پاس ایسی کوئی کارگر تنظیم بھی نہ تھی جو خلافت کے معاملے پر تمام مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کر سکتی۔ علی برادران جو اُمتِ مسلمہ کا غم اپنے قلب میں سموئے ہوئے تھے، 1914ء سے نظر بند تھے۔ پس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آفرین ہے ہندوستان کے مسلمانوں پر کہ ان گمبھیر حالات میں بھی وہ دَم سادھے بیٹھے نہیں رہے بلکہ نہایت باریک بینی کے ساتھ انھوں نے حالات کا جائزہ لیا، اپنا لائحہ عمل تیار کیا اور پھر پوری قوت کے ساتھ اُٹھ کر ہندوستان میں برطانوی اقتدار کی چولیں ہِلا ڈالیں۔ علی برادران چونکہ طویل عرصے سے نظر بند تھے، اس لیے ان کی غیر موجودگی میں ہی مولانا عبدالباری، حکیم اجمل خان، ڈاکٹر انصاری اور دیگر کئی ممتاز مسلم رہنماؤں نے باہمی مشاورت سے "آل انڈیا خلافت کمیٹی" کی بنیاد رکھی۔ 17 اکتوبر 1919ء کو اس کمیٹی نے پہلا "یومِ خلافت" منایا۔ مسلمانوں نے اس دن اپنے کاروباری مشاغل ترک کرتے ہوئے روزے رکھے اور دعائیں مانگیں۔

23 نومبر 1919ء کو دہلی میں خلافت کانفرنس کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ اس اجلاس میں، جس کی صدارت اے کے فضل الحق نے کی، مسلمانوں سے درخواست کی گئی کہ وہ؛

- فتح کی سرکاری تقریبات میں شرکت سے اجتناب کریں،
- برطانوی اشیاء کا بائیکاٹ کریں، اور یہ کہ
- حکومت سے عدم تعاون کریں۔[۵۶]

واضح رہے کہ حکومت سے عدم تعاون کا مشورہ گاندھی نے مسلمانوں کو دیا تھا جو اس موقع پر اظہارِ ہمدردی کی خاطر یہاں موجود تھا۔ خلافت کے مسئلہ پر گاندھی نے اپنے بھرپور تعاون کی پیشکش کی تھی کیونکہ اسے یقین تھا کہ برطانویوں سے لڑنے کے لیے مسلمانوں کا دل جیتنے اور ہندوستانی عوام کے اتحاد کو مستحکم کرنے کا ایسا موقع ایک سو سال میں پھر نہیں آئے گا۔[۵۷]

بہر حال، دسمبر 1919ء میں خلافت کانفرنس کا دوسرا اجلاس امرتسر میں ہوا اور اسی دوران سیاسی قیدی بھی رہا کر دیئے گئے۔ اب علی برادران جو 1914ء سے نظر بند تھے، رہائی پاتے ہی اس اجلاس میں پہنچے اور انھوں نے مسئلہ خلافت کے ساتھ ساتھ دیگر مسائل پر بھی ہندو مسلم قائدین کے ساتھ تبادلہ خیال کیا۔ اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ جنوری 1920ء تک ایک وفد انگلستان بھیجا جائے جو برطانوی وزیر اعظم کے سامنے مسلمانانِ ہند کے مطالبات رکھے اور انھیں اس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بات پر ابھارے کہ وہ آغازِ جنگ پر مسلمانوں سے کیے گئے وعدوں کی تکمیل کرے!

اس طرح یہ وفد، تیسری خلافت کانفرنس کے بعد، انگلستان پہنچا جہاں اس نے برطانوی وزیر اعظم سے ملاقات کی۔ مولانا محمد علی جوہر نے وفد کے سربراہ کی حیثیت سے نہایت معقول انداز میں مسلمانوں کے مطالبات پیش کیے۔ تاریخ ثابت کرتی ہے کہ انھوں جس جامع اور مدلل انداز میں لائڈ جارج اور یورپین اقوام کو مسلمانوں کے نقطۂ نظر سے آگاہ کیا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ ایفائے عہد کی خاطر ان کے مطالبات نہ مانے جاتے۔ لیکن نفرت و عصبیت کے غلاف جب قلوب پر چڑھ جائیں تو آنکھیں ہی نہیں بلکہ دل بھی اندھے ہو جاتے ہیں اور پھر عدل و انصاف، ایفائے عہد، اصولی قاعدے اور اخلاقی ضابطے کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ یہی وجہ تھی کہ برطانوی وزیر اعظم نے نہایت سرد مہری کا مظاہرہ کرتے ہوئے مسلمانوں کے مطالبات ماننے سے صاف انکار کر دیا۔

اب ان حالات میں کہ جب مسلمان مظلوم بھی تھے اور محکوم بھی، اور وہ اس قابل بھی نہ تھے کہ انگریزوں سے قتال و جہاد کر سکتے، تو ایسے میں ان کے پاس اپنے مطالبات منوانے کا صرف ایک راستہ تھا اور وہ یہ کہ انگریز حکومت کے خلاف عدم تشدد پر مبنی ایک بھرپور عدم تعاون کی تحریک۔ چونکہ گاندھی پہلے ہی خلافت کے مسئلہ پر اپنے تعاون کی پیشکش کر چکا تھا، اسی وجہ سے امرتسر کے اجلاس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اگر حکومت کے خلاف مشترکہ تحریک چلانے کی نوبت آئی تو گاندھی کی قیادت میں عدم تعاون کی تحریک چلائی جائے گی۔ اس طرح برصغیر کے مسلمانوں نے برطانوی حکومت کے خلاف عدم تعاون کی تحریک کا آغاز کر دیا۔

عدم تعاون کی تحریک:

خلافت کانفرنس اور کانگریس کے باہمی تعاون سے گاندھی کی قیادت میں عدم تعاون کی تحریک چلی اور پورے برصغیر میں زور پکڑ گئی۔ ہندوستان کے ہر گوشے سے مسلمان سروں پر کفن باندھ کر نکلے اور اپنی جانوں پر کھیل گئے۔ مسلمانانِ ہند فرنگیوں کی غلامی کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اس لیے وہ ترکوں کے دوش بدوش لڑ تو نہیں سکتے تھے۔ البتہ اس موقع پر انھوں نے جس

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دلیری اور جوانمردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی حمایت کی وہ اس بات کا عملی ثبوت تھا کہ "مسلمان ایک اُمّت ہیں"۔

برطانوی وزیر اعظم نے اعلان کیا تھا کہ "ہمارا جنگ کا مقصد ہرگز یہ نہیں ہے کہ ہم ترکی کو اس کے تحت زرخیز زمین اور ایشیائے کوچک کے علاقوں سے محروم کر دیں۔ خاص طور پر ان علاقوں سے جہاں ترکی النسل لوگ کثرت سے آباد ہیں۔ ہمارا مقصد صرف جرمنی سے جنگ ہے، جرمنی پر ہماری فتح ہونے پر بات ختم ہو جائے گی"۔[۵۸] تاہم جنگ کے اختتام پر جب مسلمانوں نے دیکھا کہ وہ اپنے عہد سے پھر چکے ہیں، تو ان کی اس دغابازی اور کھلی عہد شکنی نے مسلمانوں کے دلوں میں برطانویوں کا رہا سہا وقار بھی ختم کر دیا۔ یہی وجہ تھی کہ انھوں نے انگریزی اسکولوں، کالجوں، عدالتوں اور برطانوی اشیاء کا ایسا زبردست بائیکاٹ کیا کہ خود برطانوی حکومت بھی اس پر حیران و ششدر رہ گئی! ہندوؤں نے بھی اس تحریک میں بھرپور حصہ لیا اور یوں ان دونوں قوموں نے باہم ملکر برطانوی اشیا خریدنے سے انکار کر دیا، غیر ملکی کپڑے جلا ڈالے، حکومتی خدمات ترک کر دیں اور الیکشن، جو انہی دنوں ہو رہے تھے، کا بائیکاٹ کیا۔ پولیس، فوج، ہوائی فائرنگ اور جبر و تشدد کے ذریعے فرنگیوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ کسی طرح انھیں خوفزدہ کر کے تحریک دبا دی جائے۔ لیکن تحفظِ خلافت کی لوگوں کے ذہنوں پر ایک ایسی دُھن سوار تھی کہ ہزاروں کی تعداد میں وہ ہنستے اور مسکراتے ہوئے پابندِ سلاسل ہو گئے۔

تحریک کا اختتام؛

5 فروری 1922ء کو فراخ پور ضلع کے گاؤں چوری چورا میں پولیس اور احتجاجیوں کے درمیان جھڑپ ہو گئی۔ پولیس نے مشتعل ہو کر جلوس پر گولی چلا دی لیکن جلوس نے جواباً حملہ کر کے تھانے کو آگ لگا دی جس سے 22 اہلکار موقع واردات پر ہی ہلاک ہو گئے۔ اگرچہ یہ ایک افسوس ناک واقعہ تھا جو قابلِ مذمت بھی تھا۔ مگر یہ کوئی اس قدر اچنبھے کی بات بھی نہ تھی کہ دورانِ تحریک کسی مقام پر، پولیس کی اشتعال انگیزی کی وجہ سے، نظم وضبط برقرار نہ رہ سکا اور معاملہ تشدد

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تک جا پہنچا۔ قابلِ حیرت بات اگر کوئی تھی تو یہ کہ ملکی سطح پر ایک عالمگیر تحریک چلتی ہے، اس تحریک کو ناکام بنانے کے لیے خوف و ہراس کی فضا ہموار کی جاتی ہے، لوگوں پر وحشیانہ تشدد کیا جاتا ہے، بغاوت کا مقدمہ دائر کر کے انھیں کال کوٹھڑیوں میں بند کر دیا جاتا ہے مگر اس سب کے باوجود نظم و ضبط نہیں ٹوٹتا بلکہ نہایت منظم انداز میں تحریک رواں دواں رہتی ہے۔ افسوس کہ تشدد کے اس واقع سے گاندھی اس قدر بوکھلاہٹ کا شکار ہوا کہ ایڑیوں کے بل پھر گیا! یوں عین اس موقع پر کہ جب لوگوں کا جوش و خروش قابلِ دید تھا اور انھیں فتح و نصرت کی منزل قریب آتی دکھائی دے رہی تھی، گاندھی نے یکدم تحریک کے خاتمے کا اعلان کر ڈالا جس سے عوام میں بے چینی اور انتشار پھیل گیا۔

یوں عین فتح کے موقع پر مسلمانوں نے محسوس کیا کہ ان کے ساتھ ایک بار پھر غداری ہوئی ہے۔ علی برادران اور دیگر مسلم قائدین پہلے ہی گرفتار تھے اور اس پر گاندھی کا تحریک کو یکدم ختم کر دینے کا اعلان واقعتاً ایک زبردست جھٹکا تھا۔ لیکن اس سے بڑے دھچکے ابھی ان کے منتظر تھے۔ ترکی ہی کے ایک شخص مصطفیٰ کمال پاشا نے از خود خلافت کے خاتمے کا اعلان کر کے ترکی کو ایک جدید سیکولر جمہوری ریاست بنانے کا اعلان کر دیا۔ اس طرح خلافت، جس کے لیے مسلمانانِ ہند اتنی سچائی کے ساتھ جدوجہد کر رہے تھے، ترک قوم کے ایک فوجی حکمراں کے ہاتھوں ختم ہو گئی۔ ترک مسلمانوں کے لیے یہ فیصلہ کتنا ہی منطقی کیوں نہ ہو لیکن ہندوستانی مسلمانوں کو اس نے ششدر کر دیا۔[۵۹]

نتائج:

عجب نہیں کہ تحریکِ خلافت سے مسلمانوں کو وہ مقاصد حاصل نہ ہو پائے جن کی خاطر یہ عظیم تحریک برپا کی گئی تھی۔ لیکن غور کیا جائے تو ماننا پڑے گا کہ اس تحریک کے نہایت مثبت نتائج برآمد ہوئے۔ مثلاً:

- 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد یہ پہلا موقع تھا جب مسلمانوں میں احساسِ غلامی ختم ہوا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور انھوں نے ڈنکے کی چوٹ پر اپنے مطالبات برطانوی حکومت کے سامنے رکھے۔

- اُن میں یہ شعور بیدار ہوا کہ وہ ایک زندہ و جاوید قوم ہیں اور دنیا کی کوئی طاقت انھیں سرنگوں نہیں کر سکتی۔
- حُریت و آزادی کا نیا جوش ان میں پیدا ہوا جس نے انھیں برطانوی سامراج کے دُوبدو لا کھڑا کیا۔
- اتحادِ اُمّت کی فکر ان میں بیدار ہوئی جس سے جغرافیائی حدود کے بُت پاش پاش ہو گئے۔
- سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ تحریک چلانے کی فنی مہارت سے آگاہ ہوئے اور مستقبل میں یہ امر تحریکِ پاکستان کو کامیابی کے ساتھ عُروج تک پہنچانے میں ایک عظیم ورثہ ثابت ہوا۔

لہٰذا تحریکِ خلافت سے مسلمانانِ ہند اگرچہ خلافت بحال نہ کروا سکے، لیکن اس تحریک نے انھیں قدموں پر لا کھڑا کیا جس سے ان میں حصولِ آزادی کی ایک نئی اُمنگ پیدا ہو گئی۔

ایک اور گھاؤ!!

تحریکِ خلافت کے اختتام کے ساتھ ہی ہندو مسلم اتحاد کا جذبہ بھی ختم ہو گیا۔ انقلابی تحریک کا وہ جوش و خروش جو ہندوؤں اور مسلمانوں کو ایک صفحہ پر کھینچ لایا تھا، قصہ پارینہ بن گیا۔ گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ لوگ اپنی اسی پرانی روش پر آتے جا رہے تھے۔ تنگ نظر خیالات، بوسیدہ تصورات اور مذہبی جنون سُرعت سے جنم لے رہے تھے۔ "اسی دوران سوامی شردھانند نے شُدھی تحریک کا آغاز کیا۔ اس تحریک کا مقصد مسلمانوں کو ہندو بنانا تھا"۔[۶۰]

نیز کانگریس جو سیکولر لبادے میں ملبوس تھی، کی سرگرمیاں اور اقدامات یہ ثابت کر رہے تھے کہ وہ ایک خالص ہندو تنظیم ہے جس کا مقصد "اکھنڈ بھارت" کا نعرہ لگا کر ہندو راج قائم کرنا ہے۔ بہرحال، ان گمبھیر حالات میں جناح کی شخصیت ابھر کر سامنے آتی ہے اور وہ مسلم لیگ و کانگریس کے مابین سیاسی اُمور کے تصفیے کے لیے چند ایک تجاویز پیش کرتے ہیں جنھیں عام طور پر "دہلی مسلم تجاویز" کہا جاتا ہے۔ ان تجاویز میں کہا گیا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- سندھ کو ممبئی سے جُدا کر کے ایک علیحدہ صوبہ بنا دیا جائے،
- سرحد اور بلوچستان میں اسی سطح اور معیار کی اصلاحات نافذ کی جائیں جو دیگر صوبوں میں نافذ ہیں، اور یہ کہ
- مرکزی قانون ساز اسمبلی میں مسلمانوں کو کم از کم ایک تہائی نشستیں دی جائیں۔[۶۱]

کانگریس نے 15 مئی 1927ء کو دہلی مسلم تجاویز کی توثیق کر دی جس سے بظاہر ماحول خوشگوار بن گیا۔ تاہم یہ صورتِ حال زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی! نومبر 1927ء میں برطانوی حکومت نے سر جان سائمن کے ماتحت ایک کمیشن مقرر کیا جسے عام طور پر سائمن کمیشن کہا جاتا ہے۔ یہ کمیشن سات اراکین پر مشتمل تھا جو سب کے سب سفید فام، یعنی انگریز تھے۔ چونکہ اس کمیشن نے ہندوستان کے سیاسی مستقبل کا فیصلہ کرنا تھا مگر کسی ایک بھی ہندوستانی لیڈر کو اس میں شامل نہیں کیا گیا، اس لیے تمام سیاسی جماعتوں نے اس کی بھرپور مخالفت کی اور اپنا آئین خود وضع کرنے کا فیصلہ کیا۔

اب دسمبر 1927ء کو مدراس میں کانگریس کا ایک اجلاس منعقد ہوا جس میں تین اہم فیصلے کیے گئے:

- دہلی مسلم تجاویز قبول کر لی جائیں،
- سائمن کمیشن کا مکمل بائیکاٹ کیا جائے، اور یہ کہ
- پنڈت موتی لال نہرو کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی جائے جو ہندوستانی آئین وضع کرنے کا کام سرانجام دے۔[۶۲]

قائدِ اعظم چونکہ پہلے ہی دہلی مسلم تجاویز پیش کر چکے تھے۔ اس لیے وہ مطمئن تھے کہ کانگریس سے اُصولوں پر اتفاق ہو چکا ہے، لہٰذا اب انھیں طے شُدہ اصولوں کی روشنی میں محض تفصیلات پر کام کرنا ہو گا۔

مگر افسوس کہ موتی لال نہرو نے کانگریس کی تجویز کردہ کمیٹی کی مشاورت سے 1928ء

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں جب اپنی حتمی رپورٹ پیش کی — جسے نہرو رپورٹ کہا جاتا ہے — تو معلوم ہوا کہ کانگریس نے میثاقِ لکھنو اور دہلی مُسلم تجاویز میں مسلمانوں سے کیے گئے تمام معاہدات کو دریابُرد کر دیا ہے! ناانصافی پر مبنی اس رِپورٹ کے منظرِ عام پر آنے کے بعد نہرو اور کانگریس کی منافقانہ پالیسی دیکھ کر مسلم راہنماؤں کو سخت افسوس ہوا۔ "مرکزی اور صوبائی اسمبلیوں نے اس رپورٹ سے اتفاق کرنے سے انکار کر دیا"[۶۳]۔ نیز قائدِ اعظم جو اب تک ہندو مسلم اتحاد میں پیش پیش تھے، نے اپنی تمام تر صلاحیتیں صرف مسلمانوں کی اصلاح و تعمیر میں صرف کرنا شروع کر دیں۔ اس ضمن میں انھوں نے مارچ 1929ء میں اپنے وہ مشہور 14 نکات پیش کیے جو مسلمانانِ ہند کے اُن معاشی، معاشرتی اور سیاسی مسائل کا حل تھے جس سے اُس وقت کے مسلمان دوچار تھے۔[۶۴]

منزل کی نشاندہی!

برصغیر کی وہ عظیم شخصیات جنھوں نے برطانوی راج کے سیاہ دور میں مسلمانوں کی راہنمائی فرمائی، ان میں شاعرِ مشرق، مصورِ پاکستان، مفکرِ اسلام، ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمہ اللہ کا نام سرِ فہرست ہے۔ انھوں نے اپنی انقلابی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کو خوابِ غفلت سے بیدار کیا، ذلت کی پستیوں سے انھیں باہر نکالا، عُروج و سربلندی کا انھیں درس دیا، اسلاف کے کارناموں سے انھیں آگاہ کیا اور یوں جذبۂ حریت کی ایک نئی رُوح ان میں پھونک دی۔ وہ فرماتے ہیں:

اُٹھ کہ اب بزمِ جہاں کا اور ہی انداز ہے مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

کبھی یہ کہہ کر مسلمانوں کو ان کے مقصدِ حیات کی یاد دہانی کرائی:

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شُجاعت کا لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی اِمامت کا

اور کبھی اس انداز میں انھیں احیائے اسلام کی خوشخبری سنائی:

شب گریزاں ہو گی آخر جلوۂ خورشید سے یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے

خیال رہے کہ اقبال کو برصغیر کی دیگر شخصیات میں ایک منفرد مقام اور نُمایاں حیثیت اس لیے بھی حاصل ہے کہ موجودہ پاکستان کا تصور انھوں نے ہی پیش کیا تھا — اسی بنا پر انھیں مُصوّرِ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاکستان بھی کہا جاتا ہے۔ اُن کی شدید خواہش تھی کہ مسلمان قوم اپنا کھویا ہوا مقام دوبارہ سے حاصل کرلے۔ تاہم متحدہ ہندوستان میں ایسا ممکن نہ تھا اسی لیے وہ مسلم قومیت کی بنیاد پر ایک اسلامی ریاست کا قیام چاہتے تھے۔ ایک ایسی ریاست جہاں شریعت کا نفاذ ہو۔ جہاں مسلمان اسلامی طرزِ حکومت کو اپنا سکیں اور وہ ریاست پوری مسلم اُمہ کے درمیان اتحاد و اتفاق کی علامت ہو۔ دسمبر 1930ء میں مسلم لیگ کے سالانہ جلسے کی صدارت کرتے ہوئے انھوں نے فرمایا:

" میں پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان کو ایک ریاست میں یکجا دیکھنا چاہتا ہوں کہ جس کی اپنی ایک حکومت ہو، خواہ وہ برطانوی سلطنت میں داخل ہو یا نہ ہو، مجھے ایک یکجا شمال مغربی ہندوستانی مسلم ریاست کا قیام مسلمانوں کا مقدر نظر آرہا ہے"[۶۵]

اس طرح اقبال نے ایک خواب دیکھا اور مسلمانانِ ہند کے منتشر شیرازے کو مجتمع کرکے انھیں نشانِ منزل کا پتہ دے دیا۔ چوہدری رحمت علی نے کشمیر سمیت اس منزل کو "پاکستان"☆ کے لفظ سے تعبیر کیا جسے جناح نے چند ہی سالوں بعد اپنی سیاسی بصیرت، انتھک محنت اور خداداد صلاحیت کے بل بُوتے پر ایک زندہ حقیقت کا رُوپ دے ڈالا۔

☆.....پاکستان کا مطلب ہے؛ "پاک مقام" یا "پاک لوگوں کے رہنے کی جگہ"۔ 28 جنوری 1933ء کو کیمبرج یونیورسٹی کے ایک طالب علم چوہدری رحمت علی اور ان کے چند ساتھیوں نے "اب یا کبھی نہیں" کے عنوان سے ایک پمفلٹ لکھا جس میں برصغیر کے مسلمانوں کے لیے ایک آزاد اسلامی ریاست کا خیال پیش کیا گیا۔ اس ریاست کو انھوں نے "پاکستان" کے لفظ سے تعبیر کیا۔ پاکستان کا لفظ انھوں نے پنجاب کے "پ"، افغان صوبہ (شمال مغربی سرحدی صوبہ) کے "ا"، کشمیر کے "ک"، سندھ کے "س"، اور بلوچستان کے آخری حروف "تان" کو ملا کر بنایا

کانگریسی وزارتیں:

24 جولائی 1935ء کو برطانوی حکومت کی طرف سے ایک قانون منظور کیا گیا جسے عام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

طور پر حکومتِ ہند 1935ء کا قانون کہا جاتا ہے۔ اس قانون کے تحت تمام صوبوں کو خود مختاری دے دی گئی کہ وہ انتخابات کے ذریعے اپنی حکومت خود قائم کریں لیکن ہندوستان برطانوی سلطنت کا حصّہ رہے گا۔ اس قانون کے مطابق 37-1936ء میں جب انتخابات ہوئے تو گیارہ صوبوں میں سے سات میں کانگریس اور چار میں مسلم اکثریتی جماعتوں نے حکومت تشکیل دی۔[۶۶]

کانگریس نے برسرِ اقتدار آتے ہی مسلمانوں کو ان کے جائز حقوق دینے کی بجائے اُلٹا انھیں ملازمتوں سے محروم رکھنا شروع کر دیا۔ حکومتی اداروں میں ہندی کلچر فروغ دیا جانے لگا۔ اسکول کے بچوں کو مجبور کیا جاتا کہ وہ کانگریس کے پرچم کو سلامی دیں، بندے ماترم — ایک ہندو مذہبی گیت جس سے مسلمانوں کے جذبات سخت مجروح ہوتے تھے — گائیں اور گاندھی کی تصویر کے سامنے "پُوجا کی جاوے" کے الفاظ کہا کریں۔ نیز گائے کے ذبیحے پر پابندی عائد کر دی گئی اور باقاعدہ ایک منظم انداز میں اردو کی جگہ ہندی کو فروغ دیا جانے لگا۔ اردو اسکول یا تو سرے سے بند کر دیئے گئے یا پھر انھیں ہندی اسکولوں میں ضم کر دیا گیا۔[۶۷]

اس کے ساتھ ہی کانگریس نے یوپی میں زمینداری بل ختم کرنے کے لیے مسودۂ قانون صوبائی اسمبلی میں پیش کر دیا اور جب یہی بل بنگال اسمبلی میں پیش کیا گیا تو انھوں نے اسے رد کرتے ہوئے اس کی مخالفت میں ووٹ دیئے۔ محض اس بنا پر کہ بنگال میں زمینداروں کی اکثریت ہندو تھی اور کاشت کار مسلمان تھے۔ جبکہ یوپی میں زمیندار مسلمان تھے اور کسانوں کی اکثریت ہندو تھی![۶۸]

سید حسن ریاض اپنی تالیف "پاکستان ناگزیر تھا" میں لکھتے ہیں:

> "کانگریس کی وزارتیں قائم ہوتے ہی ہندوؤں نے یہ سمجھ لیا کہ ان کا راج آ گیا۔ یوپی میں، بہار میں اور ہندو اکثریت کے دوسرے صوبوں میں اذان پر، نماز پر، قُربانی پر، محرم کے جلوس پر روک ٹوک اور حملے اپنے غلبے کے مظاہرے کے لیے انھوں نے ضروری قرار دے لیے۔ پولیس نے ان ہنگاموں پر لاپروائی اختیار کی۔ اگر وہ دباتی بھی تھی تو مسلمانوں ہی کو۔ خود

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کانگریس حکومتوں نے سرکاری عمارتوں پر کانگریس کے جھنڈے لگوا دیئے۔ بندے ماترم کو قومی ترانہ قرار دیا۔ سرکاری اسکولوں میں کانگریس کے جھنڈے کی سلامی جاری کی۔ کانگریسی حکومت نے بڑے اہتمام کے ساتھ مسلمانوں کو یہ محسوس کرایا کہ ان کی رائے اور مرضی کوئی چیز نہیں، ان کو اس ملک میں ہندوؤں کے تابع ہو کر رہنا ہو گا"۔[۶۹]

یومِ نجات:

دوسری جنگ عظیم کے آغاز پر وائسرائے ہند نے ہندوستانی قائدین سے مشاورت کیے بغیر ہی یہ اعلان کر دیا کہ ہندوستان بھی اس جنگ میں ہٹلر کے خلاف حصہ لے گا! اس یک طرفہ فیصلے پر جس میں ہندوستان کو جنگ کی آگ میں جھونکا جا رہا تھا، تمام سیاسی جماعتوں کو شدید غم و غصّہ تھا اور عوام بھی اس فیصلے سے نالاں تھے۔ چونکہ وائسرائے کو اس بات کا واضح طور پر احساس تھا، اس لیے اس نے جنگ میں عوامی تائید اور سیاسی جماعتوں کی غیر مشروط حمایت حاصل کرنے کے لیے جناح، گاندھی اور دیگر سیاسی جماعتوں کے راہنماؤں سے بات چیت کی جو بے سُود ثابت ہوئی۔

اس موقع پر کانگریس نے برطانوی حکومت سے مطالبہ کیا کہ اگر وہ اس جنگ میں اہلِ ہند کی مدد چاہتا ہے تو وہ آزادیٔ ہند کا اعلان کرے، جہاں تک ممکن ہو سکے جلد از جلد اقتدار اسے منتقل کرے اور اس بات کا معاہدہ کرے کہ جنگ کے بعد آئین ساز اسمبلی جو آئین بنائے گی وہ بالغ رائے دہی کی بنیاد پر منتخب کیا جائے گا۔ اس کے ساتھ ہی یہ مطالبات نہ ماننے پر کانگریس نے سول نافرمانی کی دھمکی بھی دے ڈالی۔[۷۰]

مسلم لیگ بھی برصغیر کی آزادی کی اتنی ہی آرزو مند تھی لیکن یہ واضح کر چکی تھی کہ آئندہ بننے والا کوئی بھی آئین مسلمانوں اور ہندوؤں کی باہمی رضامندی سے ہی بنے گا۔ مسلم لیگ کو اس بات کا قوی احساس تھا کہ کانگریس جو مجلسِ آئین ساز تجویز کرنا چاہتی ہے، جناح کے بقول؛ "ایک من پسندوں کی جماعت ہو گی جس کی باگیں کانگریس کے ہاتھوں میں ہوں گی"۔[۷۱]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہر حال، وائسرائے کے ساتھ مذاکرات میں ناکامی کے بعد کانگریس نے جنگ میں برطانوی حکومت کی مدد کرنے سے دستبرداری کا فیصلہ کرتے ہوئے صوبائی وزارتوں سے استعفیٰ دے دیا جس کے بعد صوبوں کے انتظام گورنروں نے اپنے ہاتھ میں لے لیے۔[۲۷]

اس طرح تقریباً سوا دو سال بعد کانگریسی راج انجام کو پہنچا اور مسلمانوں کو سکھ کا سانس نصیب ہوا۔ اب قائداعظم کے مشورے پر مسلمانوں نے 22 دسمبر 1939ء کا دن، جو جمعۃ المبارک تھا، بڑے جوش و خروش کے ساتھ "یومِ نجات" کے طور پر منایا اور مساجد میں شکرانے کے نوافل ادا کیے۔

قراردادِ پاکستان:

22 تا 24 مارچ 1940ء کو لاہور میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس منعقد ہوا جس کی صدارت قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ نے فرمائی۔ یہ اجلاس اہلِ ہند کے مسلمانوں کے لیے ایک تاریخ ساز اہمیت کا حامل بن گیا۔ اس اجلاس میں محمد علی جناح نے دوٹوک لفظوں میں ایک نظریاتی اور آزاد مسلم ریاست کا مطالبہ کر دیا۔ اس موقع پر انھوں نے جو تقریر کی وہ دو قومی نظریہ کا اعلان بھی تھی، قیامِ پاکستان کا ناقابلِ تردید جواز بھی اور مسلمانوں کا ایک جداگانہ قوم ہونے کا ثبوت بھی۔ انھوں نے فرمایا:

> "ہندو اور مسلمان دو مختلف مذہبی فلسفوں، سماجی رسوم اور ادب سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ باہم شادیاں کرتے ہیں اور نہ ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دو ایسی مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں جو باہم متصادم نظریات و تصوّرات پر مبنی ہیں۔ زندگی پر ان کا نقطۂ نظر اور زندگی کے متعلق ان کے تصورات باہم مختلف ہیں۔ یہ بالکل واضح ہے کہ ہندو اور مسلمان مختلف تاریخی ماخذوں سے عقیدہ اور تحریک حاصل کرتے ہیں۔ ان کی رَزمیہ داستانیں مختلف ہیں، ان کے اَبطال مختلف ہیں اور ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے اَدوار بھی مختلف ہیں۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ایک کا ہیرو دوسرے کا دشمن ہوتا ہے اور اسی طرح ان کی فتوحات اور شکستیں بھی باہم مُدغَم ہیں۔ ایسی دو اقوام کو جن میں ایک کی تعداد زیادہ ہے اور دوسرے کی کم، ایک مشترکہ مملکت میں یکجا کرنے کا یقینی نتیجہ یہ ہوگا کہ بے چینی بڑھتی رہے گی اور بالآخر اُس انتظامی ڈھانچے ہی کو لے ڈوبے گی جو اس ریاست کی حکومت کے لیے تیار کیا جائے گا..... قومیت کی ہر ہر تعریف کے مطابق مسلمان ایک قوم ہیں اور ان کے پاس اپنا ایک وطن، ایک علاقہ اور ایک ریاست کا ہونا لازمی ہے"۔[۳]

اگلے روز، 23 مارچ 1940ء کو، شیر بنگال مولوی اے کے فضل الحق نے وہ مشہور قرار داد پیش کی جسے بعد ازاں قرار دادِ پاکستان کہا جانے لگا۔ اس قرار داد کی یاد میں آج تک پوری پاکستانی قوم ہر سال 23 مارچ کا دن "یومِ پاکستان" کے نام سے مناتی چلی آ رہی ہے۔ اس قرار داد میں کہا گیا:

"ہندوستان کے شمال مغربی اور شمال مشرقی علاقوں میں جہاں مسلمانوں کی اکثریت ہے، وہاں اس طرح کی مملکتیں قائم کی جائیں جو خود مختار اور آزاد ہوں۔ ان علاقوں کی اقلیتوں کے لیے آئین میں معین اور موثر تحفظات کا بندوبست کیا جائے"۔[۴]

اس قرار داد کی سب سے نُمایاں بات جس نے اسے تاریخ ساز اہمیت کا حامل بنا دیا، ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی علاقوں میں — جہاں مسلمان اکثریت میں تھے — خود مُختار اور آزاد ریاستوں کا مطالبہ کرنا تھا۔ واضح رہے کہ فرنگی دور میں "ریاست" کا لفظ صوبوں کے لیے بھی استعمال ہوتا تھا۔ اس لحاظ سے مسلم لیگ کا یہ مطالبہ کرنا کہ ہندوستان کے شمال مغرب اور شمال مشرق میں آزاد اور خود مختار ریاستیں قائم کی جائیں، دراصل ایک ایسے آزاد اسلامی ملک کا مطالبہ تھا جہاں مختلف ریاستیں، یعنی مسلم اکثریتی صوبے ایک ہی مملکت کی انتظامی لڑی میں پروئے ہوئے ہوں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جیسا کہ مُصوّرِ پاکستان نے اسی بات کو اپنے خطبۂ اِلٰہ آباد میں ان الفاظ میں بیان کیا تھا:

"میں پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان کو ایک ریاست میں یکجا دیکھنا چاہتا ہوں کہ جس کی اپنی ایک حکومت ہو، خواہ وہ برطانوی سلطنت میں داخل ہو یا نہ ہو، مجھے ایک یکجا شمال مغربی ہندوستانی مسلم ریاست کا قیام مسلمانوں کا مقدر نظر آرہا ہے"[۵۷]

مختصر یہ کہ قرار دادِ لاہور کی منظوری کے بعد مسلمانوں میں خوشی اور مسرت کی لہر دوڑ گئی جبکہ ہندو یہ قرار داد سن کر سراسیمگی کا شکار ہو گئے اور انھوں نے اَز خود اسے "قرار دادِ پاکستان" کے نام سے موسوم کر دیا۔ اب برصغیر کے مسلمانوں نے یہ عزم کر لیا کہ پاکستان ہی ان کی منزل ہے، خواہ کتنی ہی بڑی قربانی کیوں نہ دینی پڑے، بہر صورت وہ اپنی منزل پا کر ہی دم لیں گے۔

یہاں سے تاریخ کے اِک نئے سفر کا آغاز ہوتا ہے اور سات سال کے محدود عرصے میں ایک آزاد اور خود مختار اسلامی نظریاتی ریاست دنیا کے نقشے پر اُبھر کر سامنے آجاتی ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مشترکہ ہند یا منقسم ہند.....فیصلہ کُن معرکہ!

(فرمانِ قائد)

"ہمارے راستے میں اب کوئی چیز مزاحم نہیں ہو سکتی اور نہ کوئی چیز ہمیں اپنے نصب العین سے منحرف کر سکتی ہے۔ ہم تمام رکاوٹوں کا مقابلہ کریں گے، مصائب جھیلیں گے یہاں تک کہ آگ کے شعلوں تک کو بھی پار کر جائیں گے۔ ہم پاکستان لے کر رہیں گے۔ پاکستان کے بغیر مسلمانانِ ہند تباہ و برباد ہو جائیں گے"۔[۶۷]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگست پیشکش؛

یکم ستمبر 1939ء کو جرمنی نے پولینڈ پر حملہ کر دیا جس کے ٹھیک دو دن بعد، 3 ستمبر 1939ء کو، برطانیہ اور فرانس نے جرمنی کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا اور اس طرح دوسری عالمگیر جنگ کی آگ بھڑک اٹھی۔

جنگ عظیم دوم، جنگ عظیم اوّل سے کہیں زیادہ تباہ کن تھی جس میں لڑائی یورپ، ایشیاء اور افریقہ میں ہو رہی تھی۔ اس جنگ میں 7 کروڑ 50 لاکھ سپاہی اور عام شہری ہلاک و زخمی ہوئے جبکہ مالی نقصان بے اندازہ تھا۔ نیز جاپان کے دو شہروں، ہیروشیما اور ناگاساکی، پر ایٹم بم گرائے جانے کا دلخراش سانحہ بھی اسی جنگ میں پیش آیا۔ یہ جنگ دو بنیادی حریفوں کے درمیان لڑی گئی؛ ایک جانب جرمنی، جاپان اور اٹلی تھے جنھوں نے (Axis) نامی اتحاد تشکیل دیا تھا۔ ان کے بالمقابل ممالک جو اتحادی کہلائے، برطانیہ، فرانس، چین، روس اور امریکہ تھے۔ نیز برطانوی کالونیاں اور مشرقِ وسطیٰ کی بااختیار ریاستیں بھی اس جنگ میں اتحادیوں کے شانہ بشانہ کھڑی تھیں۔

پولینڈ کی شکست کے بعد اپریل 1940ء تک یورپ میں جنگ سَرد مہری کی حالت میں رہی لیکن حالات اس وقت ڈرامائی انداز اختیار کر گئے جب ہٹلر نے اچانک حملہ کر کے ناروے اور ڈنمارک کی فوجوں کو تاراج کر دیا، بیلجیم اور ہالینڈ نے ہتھیار پھینک دیئے، فرانس تباہ ہو گیا اور ڈنکرک سے برطانوی افواج نے پسپائی اختیار کر لی۔[۷۷]

یہ ناگہانی مصیبت برطانوی حکومت میں تبدیلی لے آئی۔ مئی 1940ء میں ونسٹن چرچل نے وزیر اعظم نیوائیل چیمبر لین کی جگہ لے لی اور ایل۔ ایس ایمری، ریاست ہندوستان کے سیکٹری کے بطور زیٹ لینڈ کے مارکوئیس کا جانشین بنا۔[۷۸]

یہ وہ حالات تھے کہ جب برطانوی حکومت غیر یقینی اور اندیشے ناک صورتحال میں مبتلا تھی۔ ہندوستانی شورِش سہنے کا زور اُس میں ٹوٹ چکا تھا اور جنگی ضروریات کی تکمیل کے لیے وہ مقامی سیاسی جماعتوں کا تعاون حاصل کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ ایسے میں اُس نے ہندوستان کو درپیش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسائل کے حل کے لیے 8 اگست 1940ء کو ایک عارضی پیشکش کی جسے عام طور پر "اگست پیشکش" کہا جاتا ہے۔

اس پیشکش میں چونکہ مسلم لیگ کو اس بات کی یقین دہانی کروائی گئی تھی کہ مستقبل میں بننے والا کوئی بھی ریاستی قانون اُس کی رضامندی کے بغیر منظور نہیں کیا جائے گا۔ اس لیے لیگ نے اسے قبول کر لیا مگر ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ "ہندوستان کے مستقبل کے آئین کے مشکل ترین مسئلہ کا واحد حل تقسیمِ ہند ہی ہے"۔[۷۹]

اس کے برعکس کانگریس نے اگست کی پیشکش کو خصوصاً اس بنیاد پر ٹھکرا دیا کہ اس میں قومی حکومت کے قیام کے ان کے مطالبے کو پورا نہیں کیا گیا تھا۔[۸۰]

کرپس مشن؛

دسمبر 1941ء میں جاپان کی جنگ میں شمولیت اور آنے والے چند ماہ میں اس کی تیزی سے پھیلتی فتوحات نے جنگ کا نقشہ بدل کر رکھ دیا۔ قریباً تمام ہی مقامات پر برطانوی فوج کی شکست سے جنوب مشرقی ایشیا میں اتحادیوں کی پوزیشن تیزی سے تباہ ہو رہی تھی۔ سنگاپور نے جو اتحادیوں کا گڑھ تھا، فروری 1942ء کو ہتھیار ڈال دیئے اور ٹھیک ایک ماہ بعد رنگون بھی جاتا رہا۔ اب برصغیر مبینہ طور پر اگلا ہدف تھا۔ برطانوی حکومت نے جان لیا کہ ہندوستانی عوام کے تعاون کے بغیر وہ اپنی سلطنت کا جاپانی یلغار کے خلاف دفاع نہیں کر پائے گی۔ چنانچہ امریکی دباؤ اور حالات کے ہاتھوں مجبور ہو کر چرچل نے، جو اس وقت کے برطانوی وزیرِ اعظم تھے، سر اسٹیفرڈ کرپس کو صلح جوئی کی غرض سے مارچ 1942ء کو نئی دلی روانہ کیا۔ واضح رہے کہ کانگریس سے کرپس کی ہمدردیاں معروف تھیں اور وہ بذاتِ خود چند ایک کانگریسی قائدین کا ذاتی دوست بھی تھا۔ اس لیے دوستی کی فطرت کی بنا پر انتخاب ہندوؤں کا ہی ہونا تھا۔ بہر حال، وہ تحریری اعلامیہ جو لندن سے وہ اپنے ساتھ لایا تھا، عُرفِ عام میں جنھیں کرپس تجاویز کہا جاتا ہے، اس کی آمد کے فوراً بعد شائع ہو گیا۔ ان تجاویز میں کہا گیا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

- جنگ کے بعد آئین سازی کے لیے ایک منتخب جماعت تشکیل دی جائے گی،
- کوئی ایک صوبہ یا صوبوں کا کوئی مجموعہ اگر متحدہ ہندوستان سے خارج ہونا چاہے تو اسے اس کا اختیار ہو گا اور وہ اپنی آزاد حکومت قائم کرنے کا مجاز ہو گا۔[۸۱]

کانگریس نے کھلے لفظوں ان تجاویز کو رد کرتے ہوئے ایک آزاد کانگریسی حکومت کے قیام کا مطالبہ کر دیا۔ کانگریس ان تجاویز سے اس لیے ناخوش تھی کہ ان میں صوبوں کو مرکز سے علیحدگی کا اختیار دے دیا گیا تھا جو اس کے نزدیک ہندوستان کی وحدت پر کاری ضرب تھی۔[۸۲]

لطف یہ ہے کہ مسلم لیگ نے بھی یہ تجاویز مسترد کر دیں کیونکہ ان میں ایسی کوئی ضمانت نہیں تھی کہ پاکستان قائم ہو گا۔[۸۳] اس طرح مسلم لیگ اور کانگریس، دونوں نے اپنی اپنی وجوہات کی بنا پر کرپس تجاویز رد کر دیں اور یوں کرپس مشن بھی ناکامی سے دوچار ہوا۔

کانگریسی ڈرامہ!

یورپ میں ہٹلر کی حیران کن فتوحات، سنگاپور اور رنگون کا اتحادیوں کے ہاتھ سے نکل جانا اور اب برصغیر پر جاپانی حملے کی دستک نے برطانوی حکومت پر لرزہ طاری کر دیا۔ نیز کرپس مشن کی ناکامی کے بعد ہندوستان بھی سیاسی افراتفری کا شکار تھا۔ ایسے میں کانگریس کو یقین تھا کہ یہی وہ شاندار موقع ہے جب وہ عوامی اتحاد کو مستحکم کر کے باآسانی انگریزوں کو برصغیر سے دھکیل سکتی ہے جس سے اس کا "اکھنڈ بھارت" کا خواب بھی پورا ہو جائے گا۔

چنانچہ 15 جولائی 1942ء کو کانگریس ورکنگ کمیٹی نے ایک قرار داد پاس کی جس میں کہا گیا کہ برطانیہ فوراً ہندوستان چھوڑ دے۔ اگر ایسا نہیں کیا گیا، قرار داد کے اختتام پر کہا گیا، تو کانگریس 1920ء سے جمع شُدہ عدم تشدد پر مبنی اپنی تمام تر قوت استعمال کرتے ہوئے از خود اسے ہندوستان سے نکلنے پر مجبور کر دے گی۔ اکانومسٹ (ایک جریدے) نے اسے تاریخ عالم میں سیاسی دھونس و دھمکی کا سب سے ڈرامائی انداز قرار دیا جبکہ اسکاٹس مین کے نزدیک گاندھی کی دھمکی ہٹلر کی حقیقی خدمت تھی۔[۸۴]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بہر حال، گاندھی نے بذاتِ خود اپنے اس اقدام کو "کھلی بغاوت" قرار دیا۔ حکومت نے گاندھی اور دیگر کانگریسی رہنماؤں کو گرفتار کر لیا اور گاندھی کا آخری پیغام جو کانگریسی اراکین کو ملا، یہ تھا کہ "کر گزرو یا مر جاؤ"۔[۸۵] اس پیغام کے ساتھ ہی برصغیر آگ و خون کی لپیٹ میں آگیا۔ لوگوں نے پولیس اسٹیشن، پوسٹ آفس، ٹیلی گراف، ٹیلی فون اور ریلوے دفاتر پر حملہ کر کے کھلی بغاوت کا سماں پیدا کر دیا۔ نومبر 1942ء کے اختتام تک 940 افراد ہلاک اور 10 لاکھ پونڈ کی مالی ملکیت تباہ ہو چکی تھی۔[۸۶]

مسلم لیگ ان تمام سرگرمیوں سے دور رہی کیونکہ قائدِ اعظم اپنی سیاسی بصیرت کی بنا پر یہ بات سمجھ گئے تھے کہ اس تحریک کے آغاز کا مقصد لوگوں کے دل و دماغ سے تحریکِ پاکستان کو ختم کر کے برِّ صغیر میں ہندو راج قائم کرنا ہے، لہٰذا انھوں نے گاندھی کی تحریک "ہندوستان چھوڑ دو" کے جواب میں "تقسیم کرو اور چلے جاؤ" کا نعرہ عام کر دیا۔[۸۷]

1944ء میں گاندھی کو خرابیٔ صحت کی بنا پر رہا کر دیا گیا۔ اب کانگریس اور مسلم لیگ ایک بار پھر دُوبدو تھیں؛ یعنی کانگریس اگر ہندوستان کی وحدت پر مُصِر تھی تو مسلم لیگ تقسیمِ ہند کے مطالبہ سے ایک قدم پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھی! اس مسئلہ کے حل کے لیے جناح گاندھی مذاکرات کا سلسلہ شروع کروایا گیا لیکن "دو قومی نظریہ ان مذاکرات کے بیچ میں دیوار بن کر حائل ہو گیا"۔[۸۸]

اس دوران یورپ میں جنگ کا اختتام ہو چکا تھا۔ اب مئی 1945ء کو وائسرائے ہند لارڈ ویول نے ایک سیاسی کانفرنس منعقد کی جس میں کانگریس، مسلم لیگ اور دیگر سیاسی جماعتوں کے قائدین کو مدعو کیا گیا۔ وائسرائے یہ چاہتے تھے کہ وہ ایک مرکزی عبوری حکومت کی انتظامی مجلس از سرِ نو تشکیل دیں جو جنگی معاملات کے سوا باقی امورِ سلطنت سَر انجام دے سکے۔ یہ کانفرنس شملہ میں 25 جون کو شروع ہوئی اور 14 جولائی تک چلتی رہی۔[۸۹]

کانفرنس میں طے یہ پایا کہ انتظامی مجلس میں پانچ اراکین نسلی ہندو اور پانچ مسلمان ہوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گے۔ لیکن کانگریس یہاں بضد ہو گئی کہ مسلم اراکین میں سے ایک نیشنلسٹ پارٹی، ایک یونینسٹ پارٹی اور تین مسلم لیگی ہوں گے۔ اس نازک مرحلہ پر کہ جب حصولِ پاکستان کی جِدّو جُہد دو قومی نظریہ پر مبنی تھی، قائداعظم نے تقاضا کیا کہ پانچوں اراکین مسلم لیگی ہی ہوں گے اور یوں اس مسئلہ پر شملہ کانفرنس بھی ناکامی سے دوچار ہوئی۔[۹۰]

یہ مذاکرات بار بار کیوں ناکام ہو رہے تھے؟ اس بنا پر کہ کانگریس کا دعویٰ یہ تھا کہ وہ سارے ہندوستانیوں، ہندو مسلم، کی واحد نمائندہ جماعت ہے، لہٰذا ہندوستان کی تقسیم ناممکن ہے۔ اس کے برعکس مسلم لیگ کا کہنا یہ تھا کہ ہندوستان میں جس قدر مسلمان موجود ہیں، وہ ان سب کی طرف سے نمائندگی کر رہی ہے، اس لیے پاکستان کا قیام ہی برصغیر کے مسلمانوں کے مسائل کا واحِد حل ہے۔[۹۱] اس مسئلہ کو سُلجھانے کے لیے حکومتِ برطانیہ کی طرف سے لارڈ ڈیول نے دسمبر 1945ء اور جنوری 1946ء میں ہندوستان کی صوبائی اور مرکزی اسمبلیوں کے انتخابات کروائے جن میں مسلم لیگ نے واضح اکثریت سے مسلم نشستیں جیت لیں۔[۹۲] اس شاندار کامیابی سے جہاں یہ بات ثابت ہو گئی کہ مسلم لیگ برصغیر کے مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے، وہیں کانگریس کا یہ ڈرامہ بھی ختم ہو گیا کہ وہ مسلمانوں اور ہندوؤں کی مشترکہ جماعت ہے۔

کابینہ مشن:

انصاف تو یہ تھا کہ عام انتخابات کے بعد پاکستان کے قیام کی راہ ہموار کی جاتی۔ مگر افسوس کہ برطانوی حکومت ایک بار پھر ہندوستان کو متحد رکھنے کی کوششوں میں سرگرم ہو گئی! مارچ 1946ء میں حکومتِ برطانیہ نے تین ممبروں پر مشتمل ایک کابینہ مشن ہندوستان بھیجا جس نے کئی ہفتے یہاں کی سیاسی جماعتوں کے ساتھ گفت وشنید میں گزارے۔ لیکن سمجھوتے کی جب کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی تو 16 مئی 1946ء کو مشن نے اپنے فیصلے کا اعلان خود کر دیا جس میں ہندوستانی ریاستوں اور صوبوں کو تین گروپوں میں تقسیم کر دیا گیا:

گروپ A: مدراس، ممبئی، یوپی، بہار، سی پی، اور اڑیسہ (ہندو اکثریتی صوبے)

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گروپ B: پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ اور سندھ (شمال مغربی مسلم اکثریتی صوبے)
گروپ C: بنگال اور آسام (شمال مشرقی مسلم اکثریتی صوبے)

اس موقع پر مسلم لیگ کا مطالبہ یہ تھا کہ چھ مسلم صوبوں؛ پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، بلوچستان، سندھ، بنگال اور آسام کو باہم ملا کر ایک ہی گروپ تشکیل دیا جائے۔[۹۳] جبکہ کانگریس صوبوں اور مرکز کے درمیان اختیارات کی تقسیم پر معترض تھی۔ بہر حال، مسلم لیگ نے ان تجاویز کو قبول کر لیا کیونکہ ان سے مسلم اکثریتی صوبے باہم جڑ گئے تھے۔

کابینہ مشن کا اگلا ہدف ہندوستان میں ایک عبوری ــــ عارضی ــــ حکومت تشکیل دینا تھا۔ حکومتِ برطانیہ نے وعدہ کیا تھا کہ جو سیاسی جماعت مکمل کابینہ مشن پلان قبول کر لے گی تو اسے حکومت بنانے کی دعوت دی جائے گی۔ ابتدا میں کانگریس نے یہ منصوبہ مسترد کر دیا تھا جبکہ مسلم لیگ اسے قبول کر چکی تھی۔ اب اصولی اعتبار سے برطانوی حکومت کو چاہیے تھا کہ وہ اپنے وعدے پر قائم رہتے ہوئے مسلم لیگ کے ساتھ ملکر عبوری حکومت تشکیل دے۔ صد افسوس کہ یہاں ایک بار پھر مسلم لیگ کی پیٹھ میں چھُرا گھونپا گیا! برطانوی حکومت نے معاملے کو اس وقت تک ملتوی کیے رکھا جب تک کانگریس سے ساز باز کر کے اسے عبوری حکومت بنانے پر راضی نہ کر لیا گیا۔ یہ صریحاً بے انصافی اور جانبداری تھی۔ نتیجتاً مسلم لیگ نے عبوری حکومت میں جُڑنے سے انکار کر دیا کیونکہ اس نے دیکھا کہ اس کے ساتھ کھلی ناانصافی اور غداری ہوئی ہے۔

پھر طویل غور و خوض کے بعد قائدینِ مسلم لیگ اس نتیجے پر پہنچے کہ موجودہ حالات میں حکومت سے دستبرداری کا مطلب ہے کانگریس کے لیے سیاسی میدان خالی چھوڑ دینا ــــ جو کسی طرح بھی دانش مندانہ فیصلہ نہیں! چنانچہ مسلم لیگ نے مسلمانانِ ہند کے مفادات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے عبوری حکومت میں شمولیت اختیار کر لی۔ مگر اس حکومت میں اس قدر شدید اختلافات تھے کہ بالآخر جناح نے، کانگریس کی ناانصافیوں اور انگریزوں کا ان کی جانب جھکاؤ دیکھتے ہوئے، کابینہ مشن پلان مسترد کر دیا اور 16 اگست 1946ء کو "راست اقدام" کے دن کا اعلان کر ڈالا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قتلِ عام اور ہندوؤں کے شرم ناک مظالم!

واضح رہے کہ 46-1945ء کے انتخابات پاکستان کے تنازع پر لڑے گئے جس میں مسلم لیگ نے شاندار کامیابی حاصل کی۔ اس کامیابی سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مسلم لیگ مسلمانوں کی نمائندہ جماعت ہے اور پاکستان کا قیام ہی برصغیر کے مسلمانوں کے مسائل کا واحد حل ہے۔ اس کے برعکس ہندو پاکستان کے سخت مُخالف تھے کیونکہ قیامِ پاکستان کا مطلب ہندوستان کی تقسیم تھی جو انھیں کسی صورت برداشت نہ تھی۔

چونکہ ان انتخابات میں مسلمانوں نے مسلم لیگ کو ووٹ دے کر پاکستان کے قیام کی راہ ہموار کر دی تھی، اس لیے ہندوؤں نے مسلمانوں کو یہ دھمکی دی تھی کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ انھیں بے باکی کے ساتھ پاکستان کا مطالبہ کرنے پر سبق سکھایا جائے۔ چنانچہ 15 جنوری 1946ء کو سردار ولابھائی پٹیل نے احمد آباد میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

"مسلم لیگ نے تمام مسلم نشستیں جیت لی ہیں۔ لیکن اس طریقے سے پاکستان حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ اگر پاکستان حاصل کرنا ہی ہے تو ہندوؤں اور مسلمانوں کو باہم لڑنا ہو گا۔ یہاں لازمی خانہ جنگی ہو کر رہے گی"۔[۹۴]

ہندوؤں کو اپنی اس دھمکی کو عملی جامہ پہنانے کا موقع اس وقت ہاتھ آیا کہ جب مسلم لیگ نے نہرو اور کانگریس کے رویوں سے مایوس ہو کر کابینہ مشن پلان، جسے ابتدا میں وہ قبول کر چکی تھی، سے دستبرداری کا اعلان کرتے ہوئے "یومِ راست اقدام" منانے کا فیصلہ کیا۔ خیال رہے کہ مسلمانوں نے یہ دن نہایت منظم اور پُروقار انداز میں منایا۔ پورے ملک میں جلسے جلوسوں کا اہتمام کیا گیا جو اس بات کا کھلا ثبوت تھا کہ "پاکستان" اب برصغیر کے مسلمانوں کے دل کی دھڑکن بن چکا ہے۔

چنانچہ عین اس وقت جب مسلمان "یومِ راست اقدام" منا رہے تھے، ہندوؤں نے ممبئی سے کلکتہ تک مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیلی! "ممبئی میں مسلمانوں کے جلوس پر حملہ ہوا۔ کلکتہ کی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسجد میں ایک جماعت پر ہندو ٹوٹ پڑے۔ شہر میں احتجاج کرنے والے نہتے مسلمانوں پر حملے کیے گئے اور ہندو اکثریت کے بیشتر علاقے مسلمانوں کے لیے تباہی اور موت کا مرکز بن گئے"۔[۹۵]

اب پٹنہ میں مسلمانوں کا قتلِ عام شروع ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ آگ پورے صوبے میں پھیل گئی۔ ہر قسم کے اسلحے سے لیس ہندوؤں نے مسلمان مردوں، عورتوں اور بچوں تک کو ذبح کر ڈالا۔ مسلم دیہات اور گاؤں مکمل طور پر ملیامیٹ کر دیئے گئے اور زندہ بچ جانے والے مسلمان جو پناہ گزینوں کی صورت میں دیگر علاقوں کی جانب گامزن تھے، ریلوے اسٹیشن پر ٹرینوں سے باہر کھینچ کر بے رحمی کے ساتھ کاٹ ڈالے گئے![۹۶]

یوپی میں مسلمانوں کو جس بھیانک انداز میں موت کے گھاٹ اُتارا گیا تو یہ ہندوؤں کی شرم ناک تاریخ کے سیاہ ترین ابواب میں سے ایک ہے؛ "حاملہ خواتین کے پیٹ چیر کر نازائیدہ بچوں کے ٹکڑے کر دیئے گئے، نوزائیدہ بچوں کے (سر پھوڑ کر ان کے) مغز دیواروں اور زمینوں پر دے مارے گئے۔ (عورتوں کی) آبروریزی کی گئی اور شیطان صفت ہٹے کٹے لوگ خواتین اور بچوں کو ٹانگوں سے پکڑتے اور چیر دیتے۔ ان شریروں نے مسلمانوں کی دکانیں لُوٹ کر نذرِ آتش کر دیں اور زخمیوں اور مُردوں کو اسی آگ میں جھونک دیا۔ (ان تمام واقعات کا سب سے المناک پہلو یہ تھا کہ) ان قاتلوں کی عورتیں وہیں کھڑی ان جلتے جسموں پہ خوشی سے قہقہے لگاتی اپنے مَردوں کو (مزید کاروائیوں پر) اکساتیں رہیں![۹۷]

یہ سب کچھ کیوں کیا گیا..... ؟ تحریکِ پاکستان کے خاتمے کے لیے! عام انتخابات کے نتائج نے کانگریس کے اس غبارے سے ہوا نکال دی کہ وہ ہندوؤں اور مسلمانوں کی مشترکہ جماعت ہے۔ لہٰذا اب اس نے بے نقاب ہو کر اپنی پوری قوت اِس بات پر صرف کر ڈالی کہ خونریزی، دھونس و دھمکی اور ڈرا دھمکا کر لوگوں کو مطالبۂ پاکستان سے باز رکھا جائے۔ لیکن مسلمانانِ ہند کے عزم کے سامنے کانگریس اپنے مزموم مقاصد میں نامراد ہوئی اور انگریزوں کو بھی اس بات کا احساس ہو چلا کہ تقسیمِ ہند ہی برصغیر کے مسائل کا واحد حل ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آزادیٔ ہند کا اعلان!

دوسری جنگ عظیم میں اگرچہ برطانیہ کو فتح ہوئی لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس جنگ نے اُسے گھٹنے بٹھا دیا؛ اقتصادی طور پر اُس کی کمر ٹوٹ گئی جبکہ عسکری میدان میں وہ خستہ حال ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی ہندوستان بھی بدترین سیاسی افراتفری کا شکار ہو گیا؛ سرکاری اداروں میں ہندو مسلم تعصب اس قدر بڑھ گیا کہ اسے ختم کرنا اب فرنگیوں کے بس کا روگ نہ رہا۔ فرقہ وارانہ فسادات نے پورے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ہندی فوج کے حوصلے پست ہو گئے۔ ایسے میں بغاوت کی صرف ایک چنگاری دہکتے الاؤ کی صورت اختیار کر کے برطانوی تسلط کو جلا کر راکھ کر سکتی تھی۔ چنانچہ انگریزوں نے کمال عقلمندی کا ثبوت دیتے ہوئے اس بات کا فیصلہ کر لیا کہ ہندوستان چھوڑ دیا جائے — قبل اس کے کہ ذلّت و رُسوائی کے ساتھ انھیں بھاگنا پڑے!

20 فروری 1947ء کو برطانوی وزیرِ اعظم ایٹلی نے اعلان کر دیا کہ وہ جون 1948ء تک ہندوستان چھوڑ دیں گے۔[98] ایسے میں ہندوؤں نے ہر محاذ پر، ہر ممکن کوشش کی کہ کسی بھی صورت ہندوستان تقسیم نہ ہو بلکہ پورے ہند کا اقتدار انھیں مل جائے۔ لیکن ربِّ کریم کی خاص مدد، مسلمانانِ ہند کی عظیم قربانیوں اور مسلم رہنماؤں کی بے لوث کاوشوں کے سامنے حکومتِ برطانیہ کو تقسیمِ ہند کا اصول تسلیم کرنا پڑا۔

لارڈ ماؤنٹ بیٹن جو ہندوستان کے آخری وائسرائے تھے، 22 مارچ 1947ء کو دہلی پہنچے۔ ابتدا میں انھوں نے بھی یہی کوشش کی کہ ہندوستان متحد رہے۔ لیکن وہ اپنی کوششوں میں ناکام ہوئے اور اسی نتیجہ پر پہنچے کہ تقسیمِ ہند بہر صورت ناگزیر ہے۔

3 جون 1947ء کو انھوں نے اپنے منصوبے کا اعلان کیا جس میں طے کیا گیا کہ ہندوستان کو دو الگ الگ مملکتوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔[99] 18 جولائی کو برطانوی پارلیمنٹ نے تقسیمِ ہند کا منصوبہ منظور کر کے اسے قانون کا درجہ دے دیا جو قانونِ ہند 1947ء کہلاتا ہے۔ اس قانون میں یہ بات طے قرار پائی کہ حکومتِ برطانیہ 15 اگست 1947ء کو اپنا اقتدار دو نئی مملکتوں — پاکستان اور

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بھارت ــــ کو منتقل کر دے گی۔[100]

پہلی اسلامی نظریاتی ریاست...... پاکستان کا ظہور

27 رمضان ...... جمعۃ المبارک کی شب...... 1366ھ کو پاکستان دنیا کے نقشہ پر ایک آزاد اور خود مختار ملک کی حیثیت سے ظاہر ہوا۔ یعنی 14 اور 15 اگست کی نصف شب، ٹھیک 12 بجے، قیامِ پاکستان کا اعلان ہوا۔ اس طرح برصغیر کے مسلمانوں کی ایک طویل جدوجہد، بے مثال قربانیوں، تھکا دینے والے سفر اور ہندوؤں اور انگریزوں کی سخت مخالفت کے باوجود اسلامیانِ ہند نے برطانوی راج سے نجات پائی۔[101]

پاکستان کا قیام کسی ایک فرد کی کاوِش یا چند سالوں کی جدّ و جُہد کا نتیجہ نہیں، بلکہ لاکھوں مسلمانوں نے ایک صدی تک بے باکانہ جدوجہد کی، مظالم سہے، شہادتیں پائیں، آگ وخون کے دریا کو عبور کیا تب کہیں جا کر آزادی کا منہ دیکھنا نصیب ہوا۔ 65 لاکھ مسلمانوں نے ہندوستان سے پاکستان ہجرت کی اور یہ دنیا کی معلوم تاریخ کی سب سے بڑی ہجرت تھی۔ ہمارے بزرگوں نے اپنا مال و املاک، زمین و جائیداد اور آبائی گھروں کو خیر باد کہتے ہوئے وطن عزیز کی طرف رختِ سفر باندھا کہ رضائے رب کی خاطر ایک اسلامی مملکت کا قیام ہی ان کی منزل تھی...... شریعت کا نفاذ اور اسلامی نظامِ حیات ہی ان کا خوابــــ تھا...... قرآنی دستور اور اسلامی قوانین کے سایے تلے رہنا ہی ان کا مطمحِ نظر تھا۔ چناچہ قیامِ پاکستان سے قبل، **سن 1944ء میں**، سیالکوٹ کے ایک معلم اور شاعر، پروفیسر اصغر سودائی نے ایک نظم لکھی جو فرزندانِ توحید کا مقبول ترین نعرہ بن گئی۔ اس نظم کے ابتدائی الفاظ کچھ اس طرح تھے:

پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ

شبِ ظُلمت میں گزاری ہے اُٹھ وقتِ بیداری ہے
جنگِ شُجاعت جاری ہے آتش و آہن سے لڑ جا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاکستان کا مطلب کیا؟ لا اِلٰہ الا اللہ

چھوڑ تعلق داری چھوڑ — اُٹھ محمود، بتوں کو توڑ
جاگ اللہ سے رشتہ جوڑ — غیر اُللہ کا نام مٹا

پاکستان کا مطلب کیا؟ لا اِلٰہ الا اللہ

نغموں کا اعجاز یہی — نعرہ سوز و ساز یہی
وقت کی ہے آواز یہی — وقت کی یہ آواز سنا

پاکستان کا مطلب کیا؟ لا اِلٰہ الا اللہ

تجھ میں ہے خالد کا لہو — تجھ میں ہے طارق کی نمو
شیر کے بیٹے شیر ہے تُو — شیر بن اور میدان میں آ

پاکستان کا مطلب کیا؟ لا اِلٰہ الا اللہ

جرأت کی تصویر ہے تُو — ہمت عالمگیر ہے تُو
دنیا کی تقدیر ہے تُو — آپ اپنی تقدیر بنا

پاکستان کا مطلب کیا؟ لا اِلٰہ الا اللہ [۱۰۲]

حقیقت یہ ہے کہ یہ کلمہ توحید لا اِلٰہ اِلا اللہ ہی تھا جو برصغیر میں پاکستان کے وجود میں آنے کا سبب بنا۔ اور اس کلمہ کی بنیاد پر جِد و جُہدِ آزادی کا وہ سفر جس کا باقاعدہ آغاز 1857ء کی جنگ آزادی سے ہو چکا تھا، نوے سال کا طویل اور دشوار گزار سفر طے کر کے 14 اگست 1947ء کو پایہ تکمیل کو پہنچا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بابائے قوم کا قوم سے خطاب!

برطانوی راج سے آزادی پانے کے بعد، 15 اگست 1947ء کو، بابائے قوم نے قوم سے سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"آج جُمعۃ الوَداع ہے، یعنی رمضان المبارک کا آخری جُمعہ۔ جو ہم سب کے لیے، چاہے وہ جہاں جہاں بھی ہوں اس وسیع و عریض برّاعظم میں ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے، خوشی و مُسّرت کا دن ہے۔ اور ایسا ہو کہ آج کے دن تمام مساجد میں ہزارہا مسلمان مجتمع ہوں اور اللہ کریم کے حضور نہایت عجز و انکسار کے ساتھ سربسجود ہو کر اُس کی ابدی رحمت و عطا کا شُکر بجالائیں اور پاکستان کو ایک عظیم مملکت بنانے اور خود کو اس ریاست کے قابل شہری بننے کے لیے اس سے ہدایت اور نُصرت طلب کریں۔ میرے عزیز ہم وطنو! آخر میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پاکستان عظیم قدرتی وسائل سے مالامال دھرتی ہے۔ لیکن اسے ایک ایسا ملک بنانے کے لیے جو مسلم قوم کے شایانِ شان ہو، ہمیں اپنی تمام تر توانائی بروئے کار لانا ہوگی اور مجھے یقین ہے کہ سب دل و جان سے ایسا کریں گے۔

پاکستان زندہ باد"[۱۰۳]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ریڈکلف کی غداریاں!

فرنگی جس وقت جنوبی ایشیاء پر قابض ہوئے تب بھی انھوں نے ظُلم اور ناانصافی برتنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی، اور جب وہ برصغیر چھوڑ کر گئے تب بھی رہتی دنیا تک کے مسلمانوں کو یہ پیغام دے گئے کہ ہم سے خیر اور بھلائی کی اُمید ہرگز نہ رکھنا.....! سر سیرل ریڈکلف — ایک برطانوی وکیل جو پاکستانی اور ہندوستانی سرحدی کمیشن کے صدر تھے — نے وہ تمام علاقے جو اُصولی طور پر پاکستان کے حصے میں آنے تھے، ﴿الکفر ملة واحدة﴾، ﴿سارا کفر ایک ملّت ہے﴾ کا ثبوت دیتے ہوئے ہندوستان کے حوالے کر دیئے۔ طُرفہ تماشا یہ کہ "جب پاکستانی سرحدی کمیشن کے اراکین نے اس ناانصافی کے تصفیہ کے لیے وائسرائے ہند ماؤنٹ بیٹن سے رابطہ کیا تو انھوں نے پاکستان کے مزید علاقے کاٹ کر ہندوستان کو سونپ دیئے".....![۱۰۴]

پاکستان اور بھارت کے درمیان سرحدوں کی حدبندی کے لیے 30 جون 1947ء کو دو کمیشن بنائے گئے۔ ان دونوں کمیشنوں کا مشترکہ صدر سَر سیرل ریڈ کلف نامی ایک برطانوی وکیل مقرر کیا گیا۔ اس وکیل نے دونوں مملکتوں کی حد بندی سے متعلق جو فیصلے صادر کیے، تاریخ میں انھیں "ریڈ کلف ایوارڈ" کے نام سے یاد رکھا جاتا ہے۔

1941ء کی مردم شُماری کے مطابق پنجاب کے ضلع گورداس پور اور اس کی تحصیل بٹالہ میں 70 فیصد مسلمان آباد تھے اور اس کی سرحدیں بھی پاکستان سے ملتی تھیں۔ لطف یہ ہے کہ آبادی کا ایک چوتھائی حصّہ اگرچہ نچلی ذات کے ہندوؤں پر مشتمل تھا، لیکن وہ سب ملکی سیاست میں مسلم لیگ کے حامی و اتحادی تھے اور مملکتِ خداداد پاکستان کے ساتھ اِلحاق کرنا چاہتے تھے۔ مگر ریڈ کلف نے عوامی خواہشات کو اپنے پاؤں تلے روندتے ہوئے اس سرسبز و شاداب علاقے کو ہندوستان کے حوالے کر دیا۔[۱۰۵] اسی طرح فیروز پور، زِیرہ اور فاضلکا کے علاقے جو اُصولی طور پر پاکستان کو ملنے تھے، بھارت کے حوالے کر دیئے گئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند بڑی نہروں کے ہیڈ ورکس ہندوستان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں رہ گئے اور یوں پاکستان نہری پانی کے سلسلے میں بھارت کا محتاج بن گیا۔[۱۰۶]

حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ کشمیر بھی خود انگریزوں ہی کے ہاتھوں کا پیدا کردہ ہے۔ اس لیے کہ ضلع گورداس پور — جو ایک مسلم اکثریتی علاقہ تھا— اگر پاکستان کے حصّہ میں آ جاتا تو کشمیر کا مسئلہ کسی صورت جنم نہ لیتا۔[۱۰۷] لیکن ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت بھارت کی سرحدیں کشمیر سے ملائی گئیں اور پھر بھارت نے اپنی فوجیں اس خطے میں اُتار کر یہ جنت نظیر وادی اپنے قبضے میں لے لی۔

چوہدری محمد علی اپنی مایہ ناز تصنیف "ظہورِ پاکستان" میں لکھتے ہیں:

"ریڈ کِلف نے پنجاب کے لیے جو ایوارڈ پیش کیا اس میں کچھ مسلم اکثریتی علاقوں کو پاکستان سے کاٹ دیا گیا جبکہ بھارت سے کوئی ایک بھی غیر مسلم اکثریتی علاقہ نہیں لیا گیا۔ اگر ان فیصلوں کا جواز "دِیگر عوامل" کے فقرے میں تلاش کیا جائے تو انتہائی حیران کن بات ہے کہ دِیگر عوامل مسلسل بھارت ہی کے مفاد اور پاکستان کے خلاف کار فرما رہے! ضلع گورداس پور کی دو متصل مسلم اکثریتی تحصیلیں، گورداس پور اور بٹالہ، پٹھان کوٹ سمیت بھارت کو دے دی گئیں تاکہ بھارت اور جموں و کشمیر کے درمیان ایک زمینی ربط مہیا ہو سکے۔ اَمرتسر ضلع کی مسلم اکثریتی تحصیل "انجالہ" بھی بھارت کے حوالہ کر

ریڈ کلف ایوارڈ کے پس پردہ حقائق کیا تھے؟ ہندی فوج کے نہایت تجربہ کار افسر لارڈ برڈ وُڈ کہتے ہیں:

"یہ ہندوستان کے لیے پیش کیا گیا مسلم اکثریتی علاقوں — گورداس پور اور بٹالہ — سے متعلق ریڈ کِلف ایوارڈ ہی تھا جس نے جموں میں پٹھان کوٹ کے مقام پر انڈین آرمی کے قیام کو ممکن بنایا اور بھارت کو یہ موقع فراہم کیا کہ وہ شمال میں یوری سے لے کر پاکستانی سرحد تک اپنے دفاع کو مضبوط و مستحکم بنا سکے"۔

[Lord Birdwood, Two Nations and Kashmir (London, Robert Hale, 1956), p. 74.]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دی گئی۔ نیز ضلع جالندھر میں مسلم اکثریتی تحصیلیں، نکودر اور جالندھر، جو ستلج اور بیاس ندیوں کے پہلو میں واقع تھیں، انڈیا سے ملحق کر دی گئیں۔ اسی طرح زِیرہ اور فیروز پور جیسے مسلم اکثریتی علاقے جو ستلج ندی کے مشرق میں واقع تھے، بھارت کو سونپ دیئے گئے۔ یہ تمام مسلم اکثریتی علاقے مغربی پنجاب سے متصل تھے"۔[۱۰۸]

مزید لکھتے ہیں:

"ریڈ کلف ایوارڈ نے راوی اور ستلج کے اہم نہری سِروں پر انڈیا کو قابو دے دیا اور اس طرح مشرقی پنجاب کی اقتصادی زندگی خطرے میں ڈال دی۔

اس سے بھی کہیں زیادہ اندوہناک زخم پاکستان کو ریڈ کلف منصوبے میں ضلع گورداس پور کی تقسیم کے ذریعے لگایا گیا۔ اس ضلع کی چار تحصیلوں میں سے صرف ایک تحصیل، یعنی پٹھان کوٹ غیر مسلم اکثریت رکھتی تھی باقی تینوں تحصیلیں — گورداس پور، بٹالہ اور شکر گڑھ — مسلم اکثریت کی حامل تھیں۔ مجموعی طور پر یہ ضلع واجبی سی مسلم اکثریت رکھتا تھا، جس کی بڑی وجہ پٹھان کوٹ میں ہندو آبادی کا بلند تناسب تھا۔ ضلع گورداس پور ریاست جموں و کشمیر سے متصل تھا۔ اس ریاست کا ریل و شاہراہ کے ذریعے بھارتی وحدت کے ساتھ رابطہ صرف اسی ضلع کے میدانوں سے ہوتے ہوئے ممکن تھا جو بھارت کے مشرق میں دونوں جانب پہاڑوں سے گھرا ہوا تھا۔

اگر ریڈ کلف بھارت کو صرف ہندو اکثریتی پٹھان کوٹ سے نوازتا تب بھی بھارت کسی صورت جموں و کشمیر تک رسائی نہیں پا سکتا تھا، کیونکہ جنوب میں مسلم اکثریتی تحصیلیں بٹالہ اور گورداس پور نے آڑے آجانا تھا۔ لیکن یہ دو مسلم تحصیلیں بھی بھارت کو دے کر ریڈ کلف نے انڈیا کو ریاست جموں و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کشمیر سے ربط مہیا کر دیا اور یوں پاکستان و بھارت کے مابین تلخ ترین تنازع کی راہ ہموار کر دی"۔[109]

ریڈکلف کی انہی ناانصافیوں کو دیکھتے ہوئے قائدِ اعظم نے فرمایا تھا:

"ہندوستان کی تقسیم اب حتمی اور ناقابلِ تنسیخ طور پر ظہور میں آچکی۔ بلاشبہ ہمیں اس کا احساس ہے کہ اس عظیم آزاد اور خود مختار اسلامی مملکت کی تشکیل نے بڑی ناانصافیاں جھیلی ہیں۔ جس قدر ممکن تھا ہمیں مجبور کیا گیا اور آخری ضرب جو ہم نے وصول کی، باؤنڈری کمیشن ہے۔ یہ ایوارڈ غیر منصفانہ، ناقابلِ فہم بلکہ منحرف ہے لیکن ہم نے اس کی پاسداری پر اتفاق کیا ہے"۔[110]

اسی طرح 30 اکتوبر 1947ء میں انھوں نے فرمایا:

"ہم ایک ایسی گہری اور منظم سازش کا شکار رہے ہیں جسے دیانت، شُجاعت اور شرف و عزّت کے بنیادی اصولوں کو پامال کر کے بروئے کار لایا گیا ہے"۔[111]

اِک آگ کا دریا ہے اور ڈُوب کے جانا ہے.....!

اگر پنجاب اور بنگال کے علاقے پاکستان سے کاٹ کر ہندوستان کے حوالے نہ کیے جاتے تو آبادیوں کی وسیع نقل مکانی کا مسئلہ جنم لیتا اور نہ سکھوں کو مسلمانوں کے ساتھ خون کی ہولی کھیلنے کا موقع ہاتھ آتا۔ لیکن بڑے پیمانے پر پنجاب اور بنگال کے مسلم اکثریتی علاقے جبراً بھارت میں شامل کر دیئے گئے، اس لیے آدھے خاندان اُدھر، آدھے اِدھر، نتیجتاً پاکستان میں مہاجرین کی آبادکاری کا ایک بڑا مسئلہ پیدا ہو گیا۔ کم و بیش 65 لاکھ مسلمان ہندوستانی علاقوں سے ہجرت کر کے پاکستان پہنچے۔ اور ان کا یہ ہجرت کرنا کوئی آسان کام نہ تھا، بلکہ "اِک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے" کا عملی مظہر تھا۔ انگریزوں اور ہندوؤں کی پُشت پناہی پر سکھوں نے پنجاب میں مسلمانوں کے پاکیزہ لہو سے ایک خوفناک ہولی کھیلی۔ ان وحشی درندوں نے ہر قسم کا اسلحہ استعمال کرتے ہوئے مسلمانوں کا بے دریغ قتلِ عام کیا، پورے کے پورے مسلم دیہات جلا کر راکھ کے ڈھیر بنا دیئے گئے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور کھلے عام پاک دامن مسلم خواتین کی عزّتیں پامال کی گئیں۔ چنانچہ بعض عینی شاہدین اپنی آنکھوں دیکھا حال ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں:

"15 اگست کو پنجاب میں یومِ آزادی عجیب ہی طرز پر منایا گیا۔ دوپہر میں ایک سکھ جتھے نے مسلم خواتین کو اَمرتسر کی گلیوں میں برہنہ پھروایا، اُن کی عِصمت دری کی پھر کچھ کو اپنی کرپانوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور باقی ماندہ کو زندہ جلا دیا"۔[۱۲]

اسی طرح لندن ٹائمز کے نمائندے آئن موریسن مشرقی پنجاب کے حالات پر مبنی ایک رپورٹ میں لکھتے ہیں:

"دورانِ جنگ دیکھی گئی تمام چیزوں میں سب سے زیادہ ہولناک وہ رائے ہے جو تجربہ کار برطانوی اور ہندی افسر مشرقی پنجاب کے موجودہ قتل وغارت کے بارے میں قائم کر رہے ہیں۔ سکھ مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کا صفایا کر رہے ہیں، روزانہ سینکڑوں کو قتل کر رہے ہیں، ہزاروں کو مغربی جانب فرار پر مجبور کر رہے ہیں اور مسلم بستیوں کو جلا رہے ہیں۔ ان تمام پُر تشدّد کاروائیوں کا انتظام اعلیٰ درجے کی سکھ قیادت کر رہی ہے اور اس پر ایک منظم انداز سے خطہ بہ خطہ عمل کیا جارہا ہے"۔[۱۳]

نیز لندن ٹائمز نے اپنی 18 ستمبر کی اشاعت میں بالکل نمایاں لفظوں میں لکھا:

"پچھلے ایک ماہ کے مختصر عرصے میں مارے جانے والے ہندوستانیوں کی تعداد گزشتہ پچاس سالوں کے مجموعی فسادات میں قتل کیے جانے والوں سے زیادہ ہے۔ لاکھوں افراد بے گھر کر دیئے گئے ہیں اور آبادیوں کی نقل مکانی کا یہ مسئلہ دو ایسی نئی حکومتوں پر مسلط کر دیا گیا ہے جو پہلے ہی اس مسئلہ سے برگشتہ ہیں اور ایسی صورتحال سے نمٹنے کے بالکل قابل نہیں جو وُسعت کے لحاظ سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یورپ میں جنگ کے باعث پیدا ہونے والی کسی بھی صورتحال سے بہت قد آور نظر آ رہی ہے"۔[141]

تقسیمِ ہند کے وقت سکھوں کی جانب سے مسلمانوں پر ڈھائے جانے والے مظالم بیان کرتے ہوئے قائد ملّت لیاقت علی خان نے فرمایا:

"پاکستان کو مفلوج کرنے کے لیے ہمارے دشمنوں کی جانب سے اُٹھائے گئے انتہائی خطرناک اقدامات میں سے ایک خصوصی تذکرہ چاہتا ہے؛ میری مُراد سکھوں کی وہ منظم سازش ہے جو بہت پہلے ہی ان لوگوں کے مکمل علم میں تھی جو اسے ناکام بنانے پر قادر تھے۔ جب یہ سازش رُوبہ عمل لائی گئی تو انڈین آرمی اور پولیس نے اس میں بھرپور حصّہ لیا۔

یکایک کروڑوں غیر مسلح مسلمان مرد، عورتیں اور بچے وحشیانہ حملے کا شکار ہوئے اور کم از کم 5 لاکھ نفوس، بشمول عورتوں اور بچوں کے، بے رحمی سے قتل کر دیئے گئے۔ جو اس قتلِ عام سے بچ نکلے وہ اپنی تمام تر اِملاک، مکانات، زمینیں اور کاروبار چھوڑ کر اپنی زندگی اور عزّت بچانے کے لیے پاکستان میں پناہ لینے پر مجبور کر دیئے گئے۔ ان بے یار و مددگار خواتین و بچوں کا سوچ کر ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تاریخ میں ایسی ظالمانہ درندگی اور وحشی پن کی نظیریں کم ہی ملتی ہیں۔

صرف مشرقی پنجاب ہی سے 60 لاکھ مسلمانوں کو پاکستان آنا پڑا۔ ان میں وہ مسلمان شامل نہیں جو ہندوستان کے دیگر خطوں سے ہجرت کر کے پاکستان آئے۔ یہ سب کچھ محض پاکستان کے خاتمے اور مشرقی پنجاب میں ایک سِکھ ریاست کی تخلیق کے لیے کیا گیا۔ اللہ کا شکر ہے کہ پاکستان نے اس طوفان کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور یہ بڑی حد تک اس لیے ممکن ہو پایا کہ اس کے عوام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے حیران کُن حوصلے اور استقلال کا مظاہرہ کیا۔ پاکستان کے ہر ہر شہری کے دماغ میں فقط ایک ہی بات تھی کہ پاکستان کی فلاح و بقا کے لیے کوئی بھی قربانی زیادہ بڑی نہیں۔ پاکستان بہر حال باقی رہا اور مضبوط سے مضبوط تر ہوتا رہا"۔[۱۱۵]

پس وہ قیامت خیز مناظر تھے جب مشرقی پنجاب سے مسلمانوں کے لُٹے پِٹے قافلے پاکستان کی جانب رَواں دَواں تھے۔ مصیبت، پریشانی، دکھ، تکلیف، موت، بہتا لہو، بکھری لاشیں، زخمیوں کی آہ و بکا، بے سر و سامانی، بھوک، تنگدستی، بیماری، لُٹی عصمتوں اور عزیزوں کی جُدائی کا غم لے کر وہ اپنے خوابوں کی سر زمین کی طرف دوڑے چلے جا رہے تھے کہ کسی طرح بس ایک نظر اسلام کے قلعہ کو دیکھ لیں.....! لیکن سفر تھا کہ کٹتے نہ کٹتا تھا.....! نہ معلوم ہمارے کتنے بھائی بند ایسے تھے جنھیں منزل تک پہنچنے سے قبل ہی کرپانوں سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا اور وہ مملکتِ خداداد دیکھنے کا ارمان اپنی آنکھوں میں بسائے، سسکتے اور تڑپتے ہوئے دم توڑ گئے.....! ہماری کتنی ہی مائیں اور بہنیں ایسی تھیں جنھوں نے اپنی عزت و ناموس بچانے کی خاطر گاؤں کے کنوؤں میں کود کر اپنی جان جاں آفریں کے سُپرد کر دی.....! وہ عجب دلدوز مناظر تھے جب ہندوستان سے پاکستان آنے والی کئی ٹرینوں کو راستے میں روک کر ان کے مسافروں کو ہلاک و زخمی کر دیا جاتا اور اس طرح ان میں کوئی مسلمان ایسا نہ بچتا جو **لا اِلٰہ الا اللہ** کے نام پر حاصل کیے گئے وطنِ عزیز پاکستان کو دیکھ سکے.....! اس آسمان نے وہ مناظر بھی دیکھے جب خون میں لت پت ہمارے بزرگ پاک سر زمین پر پہنچے اور خاکِ وطن کو چوم کر دم توڑ گئے.....!

اُف یہ جادہ کہ جسے دیکھ کے جی ڈرتا ہے کیا مسافر تھے، جو اس راہ سے گزرے

لاکھوں مسلمانوں کا قتلِ عام، لاکھوں مسلمانوں کی پاکستان ہجرت، اثاثہ جات اور ادائیگیوں کی نامنصفانہ تقسیم، جوناگڑھ اور مناوادر کی ریاستوں پر بھارت کا غاصبانہ قبضہ اور لاکھوں مہاجرین کی آبادکاری جیسا کٹھن مرحلہ..... درحقیقت پہلے روز ہی مملکتِ خداداد پاکستان پر ایک کاری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وار تھا، لیکن ربِّ کریم کی رحمت و نصرت کے طفیل ایک نو زائیدہ اسلامی مملکت اس سارے بوجھ کو برداشت کرنے میں کامیاب ہو گئی۔ **14 اگست 1948ء** کو بانی پاکستان، قائدِ اعظم محمد علی جناح رحمہ اللہ نے فرمایا:

> "یاد رکھیے! پاکستان کا قیام ایک ایسا واقعہ ہے جس کی تاریخ میں کوئی نظیر نہیں مل سکتی۔ یہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی ریاستوں میں سے ایک ہے اور جیسے جیسے ہم آگے بڑھیں گے، سال بہ سال ایک شاندار کردار ادا کرنا اس کا مقدر ہے، بشرطیکہ ہم دیانتداری، تندہی اور بے غرضی کے ساتھ پاکستان کی خدمت کریں۔ مجھے اپنے عوام پر پورا بھروسہ ہے کہ وہ ہر موقع پر اسلام کی گذشتہ تاریخ، شان و شوکت اور روایات کے شایانِ شان مستعد رہیں گے"۔[۱۱۶]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حواشی (باب دوم؛ فصل اوّل)

۱۔ [A. Aziz, *Discovery of Pakistan*, (Lahore: Sh. Ghulam Ali & Sons, 1957, reprinted 2nd revised edition 1964), pp. 173-174.]

۲۔ [Colonel. G. B. Malleson, *The Decisive Battles of India from 1746 to 1849 Inclusive*, (London: 1885, Re-issue corrected edition 1914), pp. 35-36]

۳۔ [A. Aziz, *Discovery of Pakistan*, (Lahore: Sh. Ghulam Ali & Sons, 1957, reprinted 2nd revised edition 1964), pp. 174-175.]

۴۔ [Ibid., p. 175]

۵۔ کلائیو نے اومی چند کو کیسے بے وقوف بنایا، ایم اے حنفی لکھتے ہیں:
"Clive, very cleverly, prepared two copies of the treaty. One was false which contained a promise to pay 30 lakhs to Aminchand and the other which was genuine made no mention of Aminchand. Admiral Watson (Watson represented the King of England in Indo-Pakistan) did not sign the false treaty and instead Clive forged the signature of Watson. The false document was shown to Aminchand."
[M. A. Hanifi, *A Short History of Muslim Rule in Indo-Pakistan*, (Dacca-2: Ideal Library, 1964), pp. 248-249.]

۶۔ For detaisl, see [A. Aziz, *Discovery of Pakistan*, (Lahore: Sh. Ghulam Ali & Sons, 1957, reprinted 2nd revised edition 1964), p. 183.]

۷۔ Ibid., pp. 183-184.

۸۔ [Colonel. G. B. Malleson, *The Decisive Battles of India from 1746 to 1849 Inclusive*, (London: 1885, Re-issue corrected edition 1914), pp. 62-63.]

۹۔ Ibid., p. 63.

۱۰۔ مصنف کے اصل الفاظ یہ ہیں:
"Was it a battle, a fair fight? Who can doubt that if the principal generls of Siraj-ud-Doula had been faithful to him, history would have been written differently! Up to the time of the death of Muidin Khan, the "gallant" Englishmen could make no impression; they had even been forced to retire and could not dare to come out of their shelter. "It was only when treason had done her work, when treason had driven the Nawab from the field, when treason had removed his army from its commanding

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

position," writes Col. Malleson, "that Clive was able to emerge out from his shelter without the certainty of being annihilated." Even then Clive, writes Col. Malleson, "paused and paused for long," before he could venture to advance for he knew, "if Jaffer had changed his mindand failed to betray, none among his troops would escape to tell the tale of what would befall them."
[A. Aziz, *Discovery of Pakistan*, (Lahore: Sh. Ghulam Ali & Sons, 1957, reprinted 2nd revised edition 1964), p. 185.]

۱۱ کرنل میلیسن کے اصل الفاظ یہ ہیں؛
"He (Siraj-ud-Doula) was more fortunate, and certainly still less to be despised, than was Mir J'afar. Whatever may have been his faults, Siraju'd daulah had neither betrayed his master nor sold his coutry. Nay more, no unbiassed Englishman, sitting in judgement on the events which passed in the interval between the 9th February and the 23rd June, can deny that the name of Siraju'd daulah stands higher in the scale of honour than does the name of Clive. He was the only one of the principal actors in that tragic drama who did not attempt to deceive!"
[Colonel. G. B. Malleson, *The Decisive Battles of India from 1746 to 1849 Inclusive*, (London: 1885, Re-issue corrected edition 1914), p. 71.]

۱۲ As quoted [M. A. Hanifi, *A Short History of Muslim Rule in Indo-Pakistan*, (Dacca-2: Ideal Library, 1964), p. 249.]

۱۳ [سید حسن ریاض: پاکستان ناگزیر تھا، (کراچی یونیورسٹی، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، ۱۹۶۷ء اشاعت پنجم ۱۹۸۷ء)، صفحہ نمبر ۱۹]

۱۴ [D.P. Singhal, *A History of the Indian People*, (London: 1983), pp. 281-282.]

۱۵ [K. Ali, *A New History of Indo-Pakistan*, (Dacca: Ali Publications, 1968), Part-iii, p. 241.]

۱۶ For detaisl, see [A. Aziz, *Discovery of Pakistan*, (Lahore: Sh. Ghulam Ali & Sons, 1957, reprinted 2nd revised edition 1964), pp. 246-247.]

۱۷ ہنٹر کے اصل الفاظ یہ ہیں؛
"A hundred and seventy years ago (in Mughal rule) it was almost impossible for a well-born Musalman in Bengal to become poor; at present (in British rule) it is almost impossible for him to continue rich."
[W.W. Hunter, *The Indian Musalmans*, (London: Trubner and Company, 1876), p.158.]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۸ [محمد امین زبیری: سیاست ملیہ، (آتش فشاں پبلیکیشنز، لاہور)، صفحہ نمبر ۲۸]

۱۹ [K. Ali, *A New History of Indo-Pakistan*, (Dacca: Ali Publications, 1968), Part-iii, pp. 241-242.]

۲۰ [Rafi Ullah Shehab, *The Political History of Pakistan*, (Lahore: Dost Associates, 1995), p. 69.]

۲۱ [K. Ali, *A New History of Indo-Pakistan*, (Dacca: Ali Publications, 1968), Part-iii, p. 145.]

۲۲ [Surendra Nath Sen, *Eighteen Fifty-Seven*, (Delhi: May 1957), p. 10]

۲۳ [R. C. Majumdar, *History of the Freedom Movement in India*, (Lahore: 1979), Vol-1, p. 262.]

۲۴ [Rafi Ullah Shehab, *The Political History of Pakistan*, (Lahore: Dost Associates, 1995), p. 67.]

۲۵ Ibid,. p. 70.

۲۶ Ibid,. p. 70.

۲۷ [A. Aziz, *Discovery of Pakistan*, (Lahore: Sh. Ghulam Ali & Sons, 1957, reprinted 2nd revised edition 1964), p. 283.]

۲۸ [Ibid., p. 286.]

۲۹ [Ibid., p. 286.]

۳۰ [K. Ali, *A New History of Indo-Pakistan*, (Dacca: Ali Publications, 1968), Part-iii, p. 154.]

۳۱ [I.H. Qureshi, *The Struggle for Pakistan*, (Karachi: Nafees Academy 1965 reprinted 5th edition 1982), p. 18.]

۳۲ مصنف کے اصل الفاظ یہ ہیں؛

"Rising of the slaves, if it fails to win freedom or overthrow the foreign yoke, must increase the miseries of the defeat; but a success has never appeared more disdainful, dreadful and destructive than in the hands of the British who hated the valour of the Muslims, disdained their religion and considered their existence a challenge to the British Imperialsim. A storm of terrible race-hatred, incapable of compassion or humanity, burst forth with an unrelenting and atrocious fury. Without the distinction of age or sex, Muslims were massacred and mown down like hem or grass. From Ambala and Meerut to Delhi, and from Delhi to Jhansi, and Patna, the countryside was stripped of its Muslim inhabitants and both the living and the dead were

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

abandoned to the wild beasts of the wood. The street of Delhi, Patna, Lucknow, Allahabad, Jhansi and other centres streamed with blood and echoed with the shrieks of the raped women, and lamentations of the mothers and children. The Mosques and the tombs, the huts and palaces, the houses and habitations were all alike the scene of ghastly slaughter and rapine; and no place, however sacred or sequestered, could protect the person or property of a Muslim."

[A. Aziz, *Discovery of Pakistan*, (Lahore: Sh. Ghulam Ali & Sons, 1957, reprinted 2nd revised edition 1964), p. 285.]

۳۳ [Yar Muhammad Khan, Studies In the History Of Indo-Pakistan Subcontinent, (Lahore: Research Society of Pakistan, 1991), pp. 282-283.]

۳۴ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر کی کتاب کے اصل الفاظ یہ ہیں؛

"All sorts of employment, great and small, are being gradually snatched away from the Muhammadans, and bestowed on men of other races, particularly the Hindus. The Government is bound to look upon all classes of its subjects with an equal eye, yet the time has now come when it publically singles out the Muhammadans in its Gazettes for exclusion from official posts. Recently, when several vacancies occurred in the office of the Sundarbans Commissioner, that official, in advertising them in the Government Guzette, stated that the appoinments would be given to none but Hindus. In short, the Muhammadans have now sunk so low, that, even when qualified for Government employ, they are studiously kept out of it by Government notifications. Nobody takes any notice of their helpless condition, and the higher authorities do not deign even to acknowledge heir extistence."

[W.W. Hunter, *The Indian Musalmans*, (London: Trubner and Company, 1876), p. 175.]

۳۵ [Rafi Ullah Shehab, *The Political History of Pakistan*, (Lahore: Dost Associates, 1995), p. 121]

۳۶ کتاب میں درج شُدہ سر سید کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"The reason, gentlemen, why we are all so backward nowadays, is that whilst we are learned in and have benefited by the philosophy, sciences and arts of antiquity, we are almost entirely ignorant of those of modern times."

[G.F.I. Graham, *The Life and Work of Sir Syed Ahmed Khan*,

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

(Karachi: Oxford University Press, 4th edition 1979), p. 50.]

۳۷ [C.H. Philips, *The Evolution of India and Pakistan 1858-1947*, p. 141.]

۳۸ [K. Ali, *A New History of Indo-Pakistan*, (Dacca: Ali Publications, 1968), Part-iii, pp. 178-179.]

۳۹ [I.H. Qureshi, *The Struggle for Pakistan*, (Karachi: Nafees Academy 1965 reprinted 5th edition 1982), p. 28.]

۴۰ [سید حسن ریاض: پاکستان ناگزیر تھا، (کراچی یونیورسٹی، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، ۱۹۶۷ء اشاعت پنجم ۱۹۸۷ء)، صفحہ نمبر ۹۱]

۴۱ [Rafi Ullah Shehab, *The Political History of Pakistan*, (Lahore: Dost Associates, 1995), p. 10]

۴۲ شملہ وفد نے وائسرائے ہند لارڈ منٹو کے سامنے جو مطالبات رکھے، ہم نے ان کا اختصار نقل کیا ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے؛ [سید حسن ریاض: پاکستان ناگزیر تھا، (کراچی یونیورسٹی، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، ۱۹۶۷ء اشاعت پنجم ۱۹۸۷ء)، صفحات ۵۱-۵۳]

۴۳ For details, see [Rafi Ullah Shehab, *The Political History of Pakistan*, (Lahore: Dost Associates, 1995), p. 101-108.]

۴۴ [جدید عسکریت؛ تاریخ اور نظریات، خالد مہمند، صفحات ۱۳۷ تا ۱۳۸]

۴۵ [سید حسن ریاض: پاکستان ناگزیر تھا، (کراچی یونیورسٹی، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، ۱۹۶۷ء اشاعت پنجم ۱۹۸۷ء)، صفحہ نمبر-۶۴]

۴۶ [R. C. Majumdar, *History of the Freedom Movement in India*, (Lahore: 1979), Vol-iii, p. 2]

۴۷ Ibid., pp. 26-27.

۴۸ اصل الفاظ یہ ہیں؛

"I saw hundreds of persons killed on the spot. The worst part of the whole thing was that firing was directed towards the gates through which the people were running out. There were small outlets, 4 or 5 in all, and bullets actually rained over the people at all these gates, and …… many got trampled under the feet of the rushing crowds and thus lost their lives. Blood was pouring in profusion. Even those who lay flat on the ground were shot. No arrangements were made by the authorities to look after the dead or wounded …… I think there must have been over 1,000 dead bodies in the garden then."

[Ibid., p. 28.]

۴۹ [پاکستان منزل بہ منزل، ۱۹۰۱ تا ۱۹۴۷، محمد علی چراغ، (سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۴)، صفحہ نمبر ۶۴]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۵۰ کتاب میں درج شدہ "خلافت" کی تعریف میں کہے گئے اصل الفاظ یہ ہیں؛
"The central idea of the Khilafat is that all Musalmans of the world, wherever they may be, are under the nominal suzerainty of a singal rular who, in addition to his political powers and prestige, is also supposed to be the custodian of religious authority. The two functions assigned to the Khalifa in the Sharah were; while acting as a successor to Muhammad (ﷺ) to maintain (the authority of) Islam and to protect the Muslim community."
[The Muslim League; *Its History, Activities & Achievements*, (Lahore; Mustafa Waheed, 1979), p.133.]

۵۱ [سید حسن ریاض: پاکستان ناگزیر تھا، (کراچی یونیورسٹی، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، ۱۹۶۷ء اشاعت پنجم ۱۹۸۷ء)، صفحہ نمبر-۶۴]

۵۲ ایضاً، صفحات ۸۲ تا ۸۲

۵۳ ایضاً، صفحہ نمبر ۸۳

۵۴ ایضاً، صفحہ نمبر ۹۰

۵۵ [تحریکِ پاکستان اور اس کا پس منظر؛ سید اصغر علی شاہ، (لاہور، نیو بک پیلس 1983ء) صفحہ نمبر-131]

۵۶ [Syed Razi Wasti, *Muslim Struggle for Freedom In British India*, (Lahore: Book Traders, 1993), p. 299]

۵۷ Ibid., p. 299.

۵۸ [تحریکِ پاکستان اور اس کا پس منظر؛ سید اصغر علی شاہ، (لاہور، نیو بک پیلس 1983ء) صفحہ نمبر-131]

۵۹ [نوٹ؛ تحریک کے اختتام کا واقعہ تقریباً تمام تاریخی کتب میں، کمی بیشی کے ساتھ، موجود ہے۔ ہم نے تشبیہات اور واقعات کا اندازِ بیاں، کسی حد تک، چوہدری محمد علی کی کتاب "ظہورِ پاکستان" کے صفحہ نمبر ۲۰ سے نقل کیا ہے۔]

۶۰ [پاکستان منزل بہ منزل، ۱۹۰۱ تا ۱۹۴۷ء، محمد علی چراغ، (سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور ۱۹۸۴ء)، صفحہ نمبر-۷۸]

۶۱ For details, see [Jamil-ud-Din Ahmed, *Historic Documents of the Muslim Freedom Movement*, (Lahore: Publishers United LTD, 1970), pp. 86-88.]

۶۲ [M.R.Kazimi, *A Concise History of Pakistan* (Oxford University Press 2009, reprinted 2015), p. 108.]

۶۳ [Resolution of 7 and 10 September 1928, The Times, 8 and 11September 1928]

۶۴ For details, see [Shafiq Ali Khan, *Two Nation Theory-as a concept, strategy and ideology*,(Karachi: 1973 reprinted 1985), pp. 369-373.]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۶۵ مُصوّرِ پاکستان ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"I would like to see the Panjab, North-West Frontier Province, Sind and Baluchistan amalgamated into a single State. Self-Government within the British Empire, or without the British Empire, the formation of a consolidated North-West Indian Muslim State appears to me to be the final destiny of the Muslims, at least of North-West India."

[Latif Ahmed Sherwani, *Speeches, Writings and Statements of Iqbal*, (Lahore: Iqbal Academy, 1944 reprinted 3rd edition 1977), P. 10.]

۶۶ [A. Aziz, *Discovery of Pakistan*, (Lahore: Sh. Ghulam Ali & Sons, 1957, reprinted 2nd revised edition 1964), pp. 328-329.]

۶۷ [Chaudhry Muhammad Ali, *The Emergence of Pakistan*, (Columbia University Press New York & London 1967), pp. 29-30.]

۶۸ Ibid., p. 30.

۶۹ [سید حسن ریاض: پاکستان ناگزیر تھا، (کراچی یونیورسٹی، شعبہ تصنیف و تالیف و ترجمہ، ۱۹۶۷ء اشاعت پنجم ۱۹۸۷ء)، صفحہ نمبر-۱۹۰]

۷۰ [Chaudhry Muhammad Ali, *The Emergence of Pakistan*, (Columbia University Press New York & London 1967), pp. 33-34.]

۷۱ Ibid., p. 34.

۷۲ Ibid., p. 34.

۷۳ قائداعظم کی تقریر کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"The Hindus and Muslims belong to two different religious philosophies, social customs and literatures. They neither inter-marry, nor inter-dine together and, indeed, they belong to two different civilisations which are based mainly on conflicting ideas and conceptions. Their aspect on life and of life are different. It is quite clear that Hindus and Musalmans derive their inspiration from different sources of history. They have different epics, their heroes are different, and different episodes. Very often the hero of one is a foe of the other, and likewise, their victories and defeats overlap. To yoke together two such nations under a single state, one as a numerical minority and the other as a majority, must lead to growing discontent and final destruction of any fabric that may be so built for the government of such a

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

state……. Musalmans are a nation according to any definition of a nation, and they must have their homeland, their territory and their state."
[Jamil-ud-Din Ahmed, *Historic Documents of the Muslim Freedom Movement*, (Lahore: Publishers United LTD, 1970), pp. 380-381.]

۷۴ [Chaudhry Muhammad Ali, *The Emergence of Pakistan*, (Columbia University Press New York & London 1967), p. 38.]

۷۵ see reference no. 65

۷۶ [پاکستان منزل بہ منزل، ۱۹۰۱ء تا ۱۹۴۷ء، محمد علی چراغ، (سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور – ۱۹۸۴ء)، صفحہ نمبر ۲۰۶]

۷۷ [V.P. Menon, The Transfer Of Power In India (Orient Longman, 1957 reprinted 3rd edition 1979), p. 86.]

۷۸ [Ibid., p. 86.]

۷۹ [I.H. Qureshi, *A Short History of Pakistan*, (Karachi: Ideal Pakages, 1961 reprinted 1984), Vol-IV, pp. 216-217.]

۸۰ [V.P. Menon, The Transfer Of Power In India (Orient Longman, 1957 reprinted 3rd edition 1979), p. 97.]

۸۱ [I.H. Qureshi, *A Short History of Pakistan*, (Karachi: Ideal Pakages, 1961 reprinted 1984), Vol-IV, p. 217.]

۸۲ Ibid., p.218.

۸۳ Ibid., p.218.

۸۴ [Syed Sharifuddin Pirzada, *Evolution of Pakistan*, (Karachi: Royal Book Company1963 reprinted 1995), p. 243.]

۸۵ [Chaudhry Muhammad Ali, *The Emergence of Pakistan*, (Columbia University Press New York & London 1967), p. 45.]

۸۶ Ibid., p. 45.

۸۷ Ibid., p. 45.

۸۸ [Louis Fischer, *The Life of Mahatma Gandhi*, (London: Granada, 1951), Part-two, p. 500.]

۸۹ [Chaudhry Muhammad Ali, *The Emergence of Pakistan*, (Columbia University Press New York & London 1967), p. 47.]

۹۰ [Rafi Ullah Shehab, *The Political History of Pakistan*, (Lahore: Dost Associates, 1995), p. 124.]

۹۱ [I.H. Qureshi, *The Struggle for Pakistan*, (Karachi: Nafees Academy 1965 reprinted 5th edition 1982), pp.236-237.]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۹۲ [Rafi Ullah Shehab, *The Political History of Pakistan*, (Lahore: Dost Associates, 1995), pp. 124-125.]

۹۳ [V.P. Menon, The Transfer Of Power In India, New Delhi, (Orient Longman, 1957 reprinted 3rd edition 1979), p. 86.]

۹۴ [*A History Of the Freedom Movement 1707-1947*, Vol-IV, Part-II, p.147.]

۹۵ [Ibid., p. 148.]

۹۶ [Ibid., pp. 151-152.]

۹۷ کتاب میں درج شدہ ان واقعات کے اصل الفاظ یہ ہیں؛

"Practically every Muslim man, woman and child was murdered with appaling cruelty…… Even pregnant women were ripped up, their unborn babies torn out, the infants' brains dashed out on walls and on the ground. There was rape, and women and children were seized by the legs by burly fiends and torn apart. The hallions looted and burnt the Muslim shops, casting the dead and dying into the flames…… The murderers' women stood about, laughing with glee at the burning booths, egging on their menfolk."

[Ibid., pp.156-157.]

۹۸ [M. A. Hanifi, *A Short History of Muslim Rule in Indo-Pakistan*, (Dacca-2: Ideal Library, 1964), p. 296.]

۹۹ Ibid., p. 280.

۱۰۰ Ibid., pp. 280-281.

۱۰۱ [اسلامی تاریخ کے لحاظ سے مملکتِ خداداد پاکستان جمعۃ الوداع، ۲۶ اور ۲۷ رمضان المبارک کی درمیانی شب، یعنی لیلۃ المبارک کی رات کو دنیا کے نقشے پر ظہور پذیر ہوئی۔ جیسا کہ پاکستان کے پہلے وزیر اعظم، قائد ملت لیاقت علی خان، نے فرمایا تھا:

"For the Muslims August 14, 1947 was double auspious. It was a lucky coincidence that it fell on the 26th of the holy month of Ramzan—the day preciding the night—'the night of power and excelence' (*Lailat-ul-Qadr*). It was in the middle of that night the Book was opened to the thirsting soul. According to Islamic calender the anniversary should have been held on the 26th Ramzan."

[M. Rafique Afzal, *Speeches and Statements of Quaid-i-Millat Liaqat Ali Khan* 1941-51, (Lahore: Research Society of Pakistan, 1967), p. 162.]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۰۲۔ [سید قاسم محمود، انسائیکلو پیڈیا پاکستانیکا، صفحہ نمبر-۲۱۴]، [تہمینہ شیر درانی، پاکستان کا مطلب کیا؟ گورا پبلشرز (پرائیوٹ) لمیٹڈ ۲۵ لوئر مال —لاہور، ۱۹۹۷]، (نوٹ: اصغر سودائی کا تعارف اور ان کی نظم کا ایک بند انسائیکلو پیڈیا آف پاکستانیکا میں صفحہ نمبر—۲۱۴ پر درج ہے جبکہ نظم کے باقی اشعار تہمینہ شیر دُرّانی کی تالیف "پاکستان کا مطلب کیا؟" کے صفحہ نمبر—۴۲ اور ۴۳ پر دیکھے جا سکتے ہیں)

۱۰۳۔ جناح کے اصل الفاظ یہ ہیں؛

"Today is *Jummatul-ul-Wida*, last Friday of the holy month of *Ramazan*, a day of rejoicing for all of us wherever we may be in this vast sub-continent and for the matter of that throughout the world. Let the Muslim congregations in their thousands, in all the mosques, bow in all humility before the Almighty and thank Him for His eternal kindness and generosity, seeking His guidance and assistance in the task of making Pakistan into a great State and themselves into its worthy citizens.

Finally let me tell you, fellow citizens, Pakistan is a land of great potential resources. But to build it up into a country worthy of the Muslim nation, we shall require every ounce of energy that we possess and I am confident that it will come from all whole-heartedly. *Pakistan Zindabad*."

[S.M. Burke, *Jinnah: Speeches and Statements 1947-1948*, (Oxford University Press, 2000 third Impression 2004), p. 36]

۱۰۴۔ [A. Aziz, *Discovery of Pakistan*, (Lahore: Sh. Ghulam Ali & Sons, 1957, reprinted 2nd revised edition 1964), p. 358.]

۱۰۵۔ Ibid., pp. 358-359.

۱۰۶۔ Ibid., p. 361.

۱۰۷۔ Ibid., p. 362.

۱۰۸۔ کتاب کی اصل اور مکمل عبارت یہ ہے:

"The award that Radcliffe gave in the Punjab lopped off a number of contiguous Muslim majority areas from Pakistan, but not a single non-Muslim majority area was taken away from India. If the justification for these decisions is sought in the phrase, "other factors," it is very strange that other factors should have worked consistently in favor of India and against Pakistan. In Gurdaspur district, two contiguous Muslim majority *tahsils*, or subdistricts, Gurdaspur and Batala, were given to India along with Pathankot tahsil to provide a link between India and the state of Jammu and

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

Kashmir. The Muslim majority tahsils, Ajnala, in the Amritsar district was also handed over to India. In the Jullundur district the Muslim majority tahsils, Nakodar and Jullundar, which lie in the angle of the Sutlej and Beas rivers, were assigned to India. The Muslim majority tahsils, Zira and Ferozepore, in the Ferozepore district, which were east of the Sutlej River, were also transferred to India. All of these Muslim majority areas were contiguous to West Punjab."

[Chaudhry Muhammad Ali, *The Emergence of Pakistan*, (Columbia University Press New York & London 1967), p. 213.]

۱۰۹؎ اصل عبارت یہ ہے:

"Radcliffe's Award gave control of important canal headworks on the Sutlej and Ravi rivers to India, and thereby put the economic life of West Pakistan in jeopardy.

An even more grievous injury was inflicted on Pakistan by the way in which Radcliffe divided the district of Gurdaspur. The district had four tahsils of which only one, Pathankot, had a non-Muslim majority; the other three—Gurdaspur, Batala, and Shakargarh had Muslim majorities. The district as a whole had a bare Muslim majority, but that was largely because of the high percentage of Hindus in Pathanlot tahsil. Gurdaspur district was contiguous to the state of Jammu and Kashmir. For the Indian Union, rail and road communication with the state was only possible through the plains of this district that was flanked by high mountains in Indian territory to the east. If Radcliffe had awarded India only the non-Muslim majority tahsil, Pathankot, India would still not have gained access to Jammu and Kashmir, since the Muslim majority tahsils, Batala and Gurdaspur to the south would have blocked the way. By assigning these two Muslim majority tahsils also to India, Radcliffe provided India with a link to the state of Jammu and Kashmir and paved the way for the bitterest dispute between India and Pakistan."

Ibid., p. 215.

۱۱۰؎ پاکستان اور ہندوستان کی غیر منصفانہ تقسیم پر کہے گئے قائداعظم کے اصل الفاظ یہ تھے:

"The division of India is now finally and irrevocably effected. No doubt we feel that the carving out of this great independent Muslim State has suffered injustices. We have been squeezed in as much it was possible, and the latest blow that we have received was the Award of the Boundary Commission. It is an unjust,

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

incomprehensible and even perverse award. It may be wrong, unjust and perverse, and it may not be a judicial but a political award, but we have agreed to abide by it."

[Z.H. ZAIDI, S.I, *Jinnah Papers, Pakistan: PANGS of Birth*, 15 August-30 September 1947, First Series, Vol. V, p. 380.]

۱۱؎ جناح کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"We have been the victims of a deeply-laid and well-planned conspiracy executed with utter disregard of the elementary principles of honesty, chivalry and honour.

[M. Rafique Afzal, *Selected Speeches and Statements of the Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jinnah,* 1911-34 and 1947-48, (Lahore: Research Society of Pakistan, April 1966 4th impression April 1980), p. 447.]

۱۲؎ اصل الفاظ یہ ہیں:

"On 15 August, the day of liberation was strangely celebrated in the Punjab. During the afternoon, a Sikh mob paraded a number of Muslim women naked through the streets of Amritsar, raped them and then hacked some of them to pieces with ***kirpans*** and burned the others alive".

[John Connell, *Auchinleck:* (London, Cassell, 1959), p. 906.]

۱۳؎ آئین موریسن کی مرتب کردہ رپورٹ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"More horrible than anything we saw during the war, is the universal comment of experienced officers, British and Indian, on the present slaughter in East Punjab. The Sikhs are clearing East Punjab of Muslims, butchering hundreds daily, forcing thousands to flee westward, burning Muslim villages and homesteads. This violence has been organized from the highest levels of Sikh leadership, and it is being done systematically, sector by sector."

[Quoted in Ian Stephens, *Pakistan*, (London, Ernest, Benn, 1963), p.183.] see also [Chaudhry Muhammad Ali, *The Emergence of Pakistan*, (Columbia University Press New York & London 1967), p. 256.]

۱۴؎ لندن ٹائمز کی رپورٹ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"More Indian people have been killed during the short space of the past month than in all the civil broils of the past fifty years. Millions have been rendered homeless. A transfer of populations has been

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

enforced on two administrations reluctant and ill-fitted to cope with it that already dwarfs in scale anything caused by war in Europe."
As quoted [Chaudhri Muhammad Ali, *The Emergence of Pakistan*, (Columbia University Press New York & London 1967), p. 256.]

۱۱۵ قائد ملّت لیاقت علی خان کے اصل الفاظ یہ ہیں؛

"One of the most dangerous moves which our enemies restored to in order to paralyse Pakistan requires special mention. I mean the well-planned conspiracy of the Sikhs which was fully known to those long before who were in a position to foil it. When this conspiracy was put into operation, the Indian Army and the Indian Police fully participated in it.
All of a sudden millions of unarmed Muslim men, women and children were brutally attacked and at least half a million souls, including a large number of women and children, were mercilessly murdered. Those who escaped this holocaust were compelled to take refuge in Pakistan to save their life and honour, leaving behind all their belongings, homes, lands and business. It makes one shudder to think of these helpless women and children. History has few parallels of such atrocious barbarism and savagery.
From the East Punjab alone six million Muslims have found their way into Pakistan. This figure does not include Muslims migrating to Pakistan from other parts of India.
All this was done to finish Pakistan and to create a Sikh State in the East Punjab but, thank God, Pakistan braved this storm and this was mainly due to the fact that her people showed surprisingly high courage and perseverance. Every citizen of Pakistan had this one thought in mind that no sacrifice was too great for the preservation and welfare of Pakistan. Pakistan survived and marched from strength to strength."
[M. Rafique Afzal, *Speeches and Statements of Quaid-i-Millat Liaquat Ali Khan* 1941-51, (Lahore: Research Society of Pakistan, 1967), p. 164.]

۱۱۶ بانی پاکستان، قائداعظم محمد علی جناح کی تقریر کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"Remember, that the establishment of Pakistan is a fact of which there is no parallel in the history of the world. It is one of the largest Muslim States in the world, and it is destined to play its magnificent

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

part year after year, as we go on, provided we serve Pakistan honestly, earnestly and selflessly.

I have full faith in my people that they will rise to every occasion worthy of our past Islamic history, glory and tradiontions."

[S.M. Burke, *Jinnah: Speeches and Statements 1947-1948*, (Karachi: Oxford University Press, 2000 third Impression 2004), pp. 232-233.]

* [قائدِ اعظم کا پیغام، سید قاسم محمود، (پاکستان اکیڈمی، ۴-شارع فاطمہ جناح، لاہور، 1967ء، گیارہواں ایڈیشن 1976، صفحہ نمبر-۹۹]

** [قائدِ اعظم کا مذہب اور عقیدہ (ان کے اپنے قول و کردار کی روشنی میں)، منشی عبدالرحمٰن خان، (کاروانِ ادب ملتان، ۱۹۸۶ء)، صفحہ نمبر-۱۹۶]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری فصل

پاکستان کیوں بنا؟

مسلمانوں نے لگ بھگ آٹھ سو سال تک ہندوستان پر حکومت کی۔ اپنے دورِ اقتدار میں انھوں نے غیر مسلموں کے ساتھ جس رواداری اور حُسنِ سلوک کا مظاہرہ فرمایا وہ ان کی تاریخ کا ایک درخشندہ باب ہے۔ لیکن انگریز جب ہندوستان پر قابض ہوئے تو انھوں نے احسان فراموشی کا ثبوت دیتے ہوئے مسلمانوں پر وہ مظالم ڈھائے جو فراعینِ مصر کے مظالم کا عکس دکھلا گئے! انگریز پردیسی تھے اور بالآخر اُنھیں ایک نہ ایک دن چلے جانا تھا۔ ایسے میں ہندوؤں نے یہ نعرہ لگایا کہ ہندوستان ایک ملک ہے اور یہاں صرف ایک قوم آباد ہے۔ یعنی اپنی اکثریت کے بل بُوتے پر انھوں نے چاہا کہ پورے ہندوستان کا مکمل اقتدار انھیں مل جائے۔ مسلمان چونکہ ہندوؤں کے ان عزائم سے آگاہ تھے، اس لیے انھوں نے دو قومی نظریے کی بنیاد پر اپنے آپ کو متحد کیا اور اس نظریے کا اس قدر بھرپور انداز میں پرچار کیا کہ انگریزوں کو بھی اسے تسلیم کرتے ہوئے تقسیمِ ہند کا فیصلہ کرنا پڑا۔ زیرِ نظر باب میں یہی بات اجاگر کی گئی ہے کہ دو قومی نظریہ ہی وجودِ پاکستان کا سبب بنا اور اس لحاظ سے پاکستان، ریاست مدینہ کے بعد، دنیا کی پہلی اور واحد اسلامی نظریاتی ریاست ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاکستان کی بنیاد.....؟

"پاکستان اُسی دن وجود میں آگیا تھا جب ہندوستان کا پہلا ہندو مسلمان ہوا تھا۔ یہ اُس زمانے کی بات ہے جب یہاں مسلمانوں کی حکومت بھی قائم نہیں ہوئی تھی۔ مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کلمۂ توحید ہے، وطن اور نسل نہیں۔ ہندوستان کا جب پہلا فرد مسلمان ہوا تو وہ پہلی قوم کا فرد نہیں رہا، وہ جُدا گانہ قوم کا فرد ہو گیا (اور) ہندوستان میں ایک نئی قوم وجود میں آگئی"۔[1]

یہ الفاظ 8 مارچ 1944ء کو بانی پاکستان قائدِ اعظم محمد علی جناح نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طلبہ سے مخاطب ہوتے ہوئے کہے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد علی جناح کے یہ الفاظ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں۔ اس لیے کہ ان چند لفظوں میں انھوں نے پاکستان کے قیام کے جواز کا پورا فلسفہ بیان کر دیا۔ اپنے اس قول میں جہاں انھوں نے وطنی اور نسلی بنیاد پر قومیت کی نفی کی، وہیں کلمۂ توحید کو مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد قرار دے کر پاکستان کی نظریاتی اساس بھی اُجاگر کر دی۔ یعنی انھوں نے واضح کر دیا کہ پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے اور اس کے نظریے کی بنیاد کلمۂ توحید.....لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ.....پر قائم ہے۔

دو قومی نظریے کا مفہوم؛

سوال یہ ہے کہ دو قومی نظریہ کہتے کسے ہیں؟ برصغیر کے تاریخی تناظر میں دو قومی نظریے سے مُراد دو قوموں کا تصورِ حیات ہے۔ یعنی ہندوستان میں ہندو اور مسلم دو بڑی قومیں آباد تھیں۔ یہ دونوں قومیں اپنی تہذیب، ثقافت، سیاست، معاشرت، اصول، عقائد، نظریات، عبادات ..... غرض ہر اعتبار سے باہم یکسر مختلف تھیں۔ یہ آپس میں شادی بیاہ کر سکتی تھیں اور نہ ایک دوسرے کے مذہبی رسم و رواج اپنا سکتی تھیں۔ ان دونوں قوموں کی تاریخ، قوانین، طرزِ زندگی، سلام و کلام، بود و باش اور غذا تک جُدا تھیں۔ جیسا کہ ہندو مت میں گائے کو ایک مقدس ہستی مانتے ہوئے اس کی پوجا و پرستش کی جاتی تھی۔ جبکہ مسلمان اسے محض ایک پاکیزہ اور حلال جانور سمجھتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے اس کا دودھ اور گوشت بطورِ غذا استعمال کرتے تھے اور یوں ان کے درمیان ایک بہت بڑی تفریق تھی۔

سرسید کی تائید

سرسید نے اپنے تئیں بہت کوشش کی کہ کسی طرح ہندو مسلم اختلافات ختم کر کے انھیں باہم متحد کر دیا جائے۔ اس مقصد کے لیے انھوں نے مسلم تعلیمی اداروں میں نہ صرف ہندو طلباء کو داخلے دیئے بلکہ ہندو اساتذہ تک کا تقرر کیا۔ لیکن ہندوؤں نے جب اردو کو مسلمانوں کی زبان قرار دیتے ہوئے ہندی کے رائج الوقت ہونے کی مہم چلائی تو ان کی پست ذہنیت دیکھتے ہوئے سرسید کو یہ بات سمجھنے میں ذرا دیر نہ لگی کہ یہ دونوں قومیں ان دو ندیوں کی مانند ہیں جو ایک دوسرے کی مُخالف سمت بہہ رہی ہیں اور کبھی یک رُخ نہیں ہو سکتیں۔ پس یہیں سے انھوں نے برصغیر کے مسلمانوں کی بطورِ "قوم" اصلاح کی اور اپنی تمام تر توجہ صرف مسلمانوں کی تعلیم و ترقی پر مرکوز کر دی۔ چنانچہ اردو ہندی تنازعے کے موقع پر بنارس کے ڈویژنل کمشنر شیکسپیئر نے سرسید کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

> "آج یہ پہلا موقع ہے کہ میں نے آپ سے خاص مسلمانوں کی ترقی کا ذکر سنا ہے، اس سے پہلے آپ ہمیشہ عام ہندوستانیوں کی بھلائی کا خیال ظاہر کرتے تھے"۔ اس پر سرسید نے کہا: "اب مجھ کو یقین ہو گیا ہے کہ دونوں قومیں کسی کام میں دل سے شریک نہ ہو سکیں گی۔ ابھی تو بہت کم ہے، آگے آگے اس سے زیادہ مخالفت اور عناد ان لوگوں کے سبب جو تعلیم یافتہ کہلاتے ہیں، بڑھتا نظر آتا ہے۔ جو زندہ رہے گا، وہ دیکھے گا"۔ اس پر شیکسپیئر نے کہا تھا: "اگر آپ کی یہ پیش گوئی صحیح ہو تو نہایت افسوس ہے"۔ سرسید نے کہا: "مجھے بھی نہایت افسوس ہے مگر اپنی پیش گوئی پر مجھے پورا یقین ہے"۔[2]

تقسیمِ ہند کا اوّلین مطالبہ؛

23 اگست 1890ء کو مشہور ادیب عبد الحلیم شرر نے رسالہ "مہذب" کے ادارتی کالم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں لکھا:

"اب یہ صورتِ حال ہو گئی ہے کہ ایک فرقے کی مذہبی رسومات دوسرے فرقے کے جذبات کو مجروح کیے بغیر ادا نہیں کی جا سکتیں۔ نیز کسی بھی قسم کی بے عزّتی کو نظر انداز کرنے کا صبر بھی اب مفقود ہے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے تو دانش مندی کا تقاضا یہ ہے کہ ہندوستان کو ہندو اور مسلمان صوبوں میں تقسیم کر دیا جائے اور آبادی کا تبادلہ عمل میں آئے"۔[3]

پھر اسی دو قومی نظریے کی بنیاد پر تقسیمِ ہند کی بات کرتے ہوئے اسلامی انجمن ڈیرہ اسماعیل خان کے صدر سردار گل خان نے کہا:

"ہندو مسلم اتحاد کبھی حقیقت کا رُوپ نہیں دھار سکتا۔ بلکہ ہم تو ہندوؤں اور مسلمانوں کی علیحدگی ہی دیکھنا چاہتے ہیں، 23 کروڑ ہندو جنوب کی جانب اور 8 کروڑ مسلمان شمال کی جانب۔ راس کماری سے آگرہ تک کا سارا علاقہ ہندوؤں کو دے دو اور آگرہ سے پشاور تک کا علاقہ مسلمانوں کے حوالے کر دو"۔[4]

نیز مولانا محمد علی جوہر نے بھی دو قومی نظریے ہی کے پیشِ نظر 1924ء میں یہ فیصلہ کُن بات کی:

"اگر ہندو مسلم مسئلہ حل نہیں ہوتا تو ہندوستان، ہندو ہندوستان اور مسلم ہندوستان میں تقسیم ہو جائے گا"۔[5]

اقبال اور دو قومی نظریہ؛

مذکورہ بالا اقوال سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ مملکت کے قیام کی بنیاد دو قومی نظریہ تھی۔ لیکن مختلف راہنماؤں کی جانب سے اب تک یہ نظریہ ایک ذاتی حیثیت سے پیش کیا جا رہا تھا۔ پس یہ اقبال ہی تھے جنھوں نے آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے اس نظریے کو جواز بنا کر پورے استدلال کے ساتھ ایک اسلامی ریاست کے قیام کا مطالبہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کیا۔ ان کے اس مطالبے نے برصغیر کے مسلمانوں کو شعور کی وہ روشنی عطا کی جس نے چند ہی برسوں میں مسلم قومیت کی بنیاد پر پاکستان بننے کی راہ ہموار کر دی۔ دسمبر 1930ء میں انھوں نے اِلٰہ آباد کے مقام پر اپنے صدارتی خطبے میں فرمایا:

> "ہندوستانی معاشرے کی اکائیاں یورپی ممالک کی طرح علاقائی نہیں۔ انڈیا ایک برصغیر ہے جہاں کے لوگ مختلف نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں، مختلف زبانیں بولتے ہیں اور مختلف مذاہب پر ایمان رکھتے ہیں۔ یہاں تک کہ تمام ہندو بھی ایک ہم جنس طبقہ تشکیل نہیں دیتے۔ طبقاتی گروہوں کی حقیقت تسلیم کیے بغیر ہندوستان پر یورپی جمہوریت کے اصول کا اطلاق ممکن نہیں۔ ایسے میں مسلمانوں کا ہندوستان کے اندر ایک مسلم ہندوستان کی تخلیق کا مطالبہ عین انصاف پر مبنی ہے ..... میں اسی لیے ہندوستان اور اسلام کے بہترین مفاد میں ایک یکجا مسلم ریاست کے بنانے کا مطالبہ کرتا ہوں"۔[6]

پھر اپنے اسی خطبے میں انھوں نے مسلم ریاست کا خاکہ پیش کرتے ہوئے وہ تاریخی جملے کہے جو مسلمانانِ ہند کے منتشر شیرازے کو مجتمع کر کے انھیں نشانِ منزل کا پتہ دے گئے۔ انھوں نے فرمایا:

> "میں پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان کو ایک ریاست میں یکجا دیکھنا چاہتا ہوں کہ جس کی اپنی ایک حکومت ہو، خواہ وہ برطانوی سلطنت میں داخل ہو یا نہ ہو، مجھے ایک یکجا شمال مغربی ہندوستانی مسلم ریاست کا قیام مسلمانوں کا مقدر نظر آ رہا ہے"۔[7]

اب اقبال نے اپنی زندگی کے آخری ایّام میں قائدِ اعظم کو پے در پے خطوط لکھ کر انھیں اس بات کا شدت سے احساس دلایا کہ دو قومی نظریے کی بنیاد پر تقسیمِ ہند ہی برصغیر کے مسلمانوں کے مسائل کا واحد حل ہے۔ 21 جون 1937ء کو اپنے ایک خط بنام قائدِ اعظم میں وہ لکھتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں:

"ان حالات میں یہ واضح ہے کہ ایک پُرامن ہندوستان کے حصول کا واحد راستہ ہندوستان کی نسلی، مذہبی اور لسانی بنیادوں پر تقسیمِ نو ہے۔ مجھے یاد ہے کہ جب میں انگلستان سے روانہ ہو رہا تھا تو لارڈ لوتھین نے مجھ سے کہا تھا کہ میرا منصوبہ ہی ہندوستان کے مصائب کا واحدِ ممکنہ حل ہے"۔[۸]

چوہدری رحمت علی اور دو قومی نظریہ؛

اقبال کے خطبۂ الہ آباد کے لگ بھگ دو سال بعد کیمبرج یونیورسٹی کے ایک طالبعلم چودھری رحمت علی اور ان کے چند دوستوں نے "پاکستان نیشنل موومنٹ" یعنی تحریکِ پاکستان کی بنیاد رکھی۔ 28 جنوری 1933ء کو انھوں نے "اب یا کبھی نہیں" کے عنوان سے ایک پمفلٹ لکھا جس میں مسلم قومیت کی بنیاد پر پاکستان بننے کی راہ ہموار کی گئی۔ اس تحریر میں انھوں نے واضح کیا کہ پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ (افغان صوبہ)، کشمیر، سندھ اور بلوچستان کو باہم ملا کر ایک اسلامی ریاست تشکیل دی جائے جس کا نام "پاکستان" ہو۔ خیال رہے کہ تاریخ میں یہ لفظ پہلی بار انھوں نے ہی استعمال کیا تھا جو ان علاقوں سے یوں اَخذ کیا گیا:

- پ: پنجاب،
- الف: افغان صوبہ،
- ک: کشمیر،
- س: سندھ،
- تان: بلوچستان

"پاکستان" کے جواز میں انھوں نے دو دلیلیں پیش کیں؛

پہلی یہ کہ جن علاقوں کو باہم ملا کر پاکستان کے قیام کا مطالبہ کیا جا رہا ہے، تاریخی طور پر وہ علاقے کبھی ہندوستانی قوم کا حصہ نہیں رہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوسری یہ کہ اپنی ثقافت اور معاشرت کے اعتبار سے بھی ان علاقوں کے باشندے بقیہ ہندوستانیوں سے جُداگانہ حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں؛

> "ہندوستان، جیسا کہ اس وقت موجود ہے، کسی ایک مملکت کا نام ہے اور نہ کسی ایک قوم کا مسکن ہے۔ اسے دراصل برطانویوں نے تاریخِ انسانی میں پہلی بار ریاست کا درجہ دیا۔ اس میں ایسی قومیں بھی شامل ہیں جو تاریخ میں کبھی ہندوستانی قوم کا حصّہ نہیں تھیں بلکہ انھوں نے تاریخ کے آغاز سے انگریزی راج کے زمانے تک اپنی مخصوص قومیت ہی کو برقرار رکھا۔ انہی قوموں میں ہماری اپنی قوم بھی شامل ہے۔ شمالی ہند کے پانچ صوبوں کی کل آبادی 4 کروڑ ہے جن میں 3 کروڑ مسلمان ہیں۔ ہمارا دین، ثقافت، تاریخ، معاشی نظام، قوانینِ وراثت، جانشینی اور نکاح اصولی و بنیادی طور پر ان لوگوں سے مختلف ہیں جو باقی ہندوستان میں آباد ہیں۔ وہ نظریات جو ان صوبوں میں مقیم ہمارے تین کروڑ دینی بھائیوں کو بڑے سے بڑی قربانی دینے پر آمادہ کرتے ہیں، ان نظریات سے یکسر مختلف ہیں جن سے ہندو تحریک لیتے ہیں۔ مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان اختلاف محض اُصولی نہیں، ان کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ اس میں ہماری جزئیات تک شامل ہیں؛ ہم اکھٹے کھانا نہیں کھاتے؛ باہم نکاح نہیں کرتے؛ ہماری قومی رسوم الگ ہیں؛ تقویم الگ ہیں؛ یہاں تک کہ خوراک اور لباس بھی مختلف ہیں"۔[9]

جناح اور دو قومی نظریہ؛

اب جناح نے اقبال اور دیگر مسلم رہنماؤں کی سوچ کو پروان چڑھاتے ہوئے دو قومی نظریے کو اس قدر بھرپور انداز میں اُجاگر کیا کہ ہندوؤں کو بھی اس کے آگے گھٹنے ٹیکنے پڑے! سب سے پہلے انھوں نے اپنی تقاریر کے ذریعے یہ بات باور کروائی کہ ہندوستان کوئی ملک ہے اور نہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اس کے باشندے کسی ایک قوم کا درجہ رکھتے ہیں۔ یہاں مختلف اقوام آباد ہیں جن میں ہندو اور مسلمان دو نمایاں حیثیت کی حامل اقوام ہیں۔ لہٰذا یہ بات تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں کہ ان دونوں کو ایک قوم نہ سمجھا جائے بلکہ علیحدہ علیحدہ قوم شُمار کیا جائے۔ چنانچہ ایک تاریخ شناس ہندو بذاتِ خود "دو قومی نظریے" کی حقیقت تسلیم کرتے ہوئے لکھتا ہے:

> "عُرفِ عام میں کہا جانے والا دو قومی نظریہ محترم جناح یا مسلم لیگ سے بہت پہلے ہی وضع ہو چکا تھا؛ واقعہ یہ ہے کہ یہ نظریہ سِرے سے نظریہ تھا ہی نہیں بلکہ ایک تاریخی حقیقت تھا"۔[1]

پھر تقسیمِ ہند کے خلاف پیش کردہ بعض لوگوں کی یہ دلیل کہ گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ یہ دونوں قومیں اپنے مذہبی اختلافات بُھلا کر ایک ہو سکتی ہیں۔ جناح نے اس قدر پختہ اور بے لچک انداز میں اس دلیل کا رد کیا کہ مخالفین کو بھی اسے ماننا پڑا۔ اسلام اور ہندو دھرم کے متعلق انھوں نے فرمایا:

> "یہ صحیح لفظی معنوں میں محض مذاہب نہیں ہیں بلکہ در حقیقت دو مختلف اور ممتاز معاشرتی نظام ہیں۔ چنانچہ یہ سوچنا ایک خواب ہی ہے کہ ہندو اور مسلمان کبھی ایک مشترک قومیت تشکیل دے پائیں گے اور واحِد ہندوستانی قوم کا یہ مغالطہ اپنی حدود سے بہت دور جا چکا ہے اور یہی آپ کے بیشتر مسائل کا سبب ہے اور اگر ہم نے بروقت اپنے تصورات کی نظر ثانی نہ کی تو یہ مغالطہ ہندوستان کو تباہی کی طرف لے جائے گا۔ ہندو اور مسلمان دو مختلف مذہبی فلسفوں، سماجی رسوم اور ادب سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ نہ تو باہم شادیاں کرتے ہیں اور نہ ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دو ایسی مختلف تہذیبوں سے تعلق رکھتے ہیں جو باہم متصادم نظریات و تصوّرات پر مبنی ہیں۔ زندگی پر ان کا نقطہ نظر اور خود زندگی کے متعلق ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کے تصورات باہم مختلف ہیں۔ یہ بالکل واضح ہے کہ ہندو اور مسلمان مختلف تاریخی ماخذوں سے عقیدہ اور تحریک حاصل کرتے ہیں۔ ان کی رَزمیہ داستانیں مختلف ہیں، ان کے ابطال مختلف ہیں اور ان کے اَدوار بھی مختلف ہیں۔ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ ایک کا ہیرو دوسرے کا دشمن ہوتا ہے اور اسی طرح ان کی فتوحات اور شکستیں بھی باہم مُدغَم ہیں۔ ایسی دو اقوام کو جن میں ایک کی تعداد زیادہ ہے اور دوسرے کی کم، ایک مشترکہ مملکت میں یکجا کرنے کا یقینی نتیجہ یہ ہوگا کہ بے چینی بڑھتی رہے گی اور بالآخر اُس انتظامی ڈھانچے ہی کو لے ڈوبے گی جو اس ریاست کی حکومت کے لیے تیار کیا جائے گا..... قومیت کی ہر ہر تعریف کے مطابق مسلمان ایک قوم ہیں اور ان کے پاس اپنا ایک وطن، ایک علاقہ اور ایک ریاست کا ہونا لازمی ہے"۔[11]

پھر 1942ء میں انھوں نے مسلمانوں کے جداگانہ قوم ہونے کی منظر کشی ان نمایاں الفاظ میں کی:

"ہم اس بات کا اعادہ کرتے ہیں اور اسی پر قائم ہیں کہ قومیت کی ہر ہر تعریف اور معیار کے مطابق ہندو اور مسلمان دو بڑی قومیں ہیں۔ ہم دس کروڑ نفوس پر مشتمل ایک قوم ہیں، مزید برآں ہم اپنی ثقافت و تہذیب، زبان و ادب، فنون و فنِ تعمیر، نام اور طریق تسمیہ، قدر و تناسب کا شعور، قانونی ضابطے و اخلاقی قاعدے، رسوم و تقویم، تاریخ و روایات اور جذبات و رجحانات رکھنے والی ایک ممتاز قوم ہیں۔ مختصر یہ کہ زندگی کے بارے میں ہمارا ایک مخصوص نظریہ اور جداگانہ نقطہ نظر ہے۔ بین الاقوامی قانون کے تمام تقاضوں کے مطابق ہم ایک قوم ہیں"[12]

اب جناح نے انتہائی حکمت و دانائی کے ساتھ ہندو مسلم اختلافات کے حل کی یہ تجویز

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پیش کی کہ ہندوستان کو ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان دو آزاد اور خود مختار ریاستوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ انھوں نے فرمایا:

"میں اس پر کامل یقین رکھتا ہوں کہ ہماری پیش کردہ تجویز ہی ہندوستان کے مسائل کا انتہائی دیانتدارانہ، قابلِ عمل اور بہترین حل ہے اور وہ یہ کہ انڈیا کو (دو ریاستوں میں) تقسیم کر دیا جائے یعنی پاکستان اور ہندوستان"۔ [۱۳]

قائد ملت اور دو قومی نظریہ؛

اسی طرح قائد ملّت لیاقت علی خان نے نہایت پُرزور الفاظ میں دو قومی نظریے کی وضاحت میں فرمایا:

"مہد سے لحد تک، ہر معاملے میں ہندو اور مسلمان کی زندگی مختلف ہے۔ اس قدر کہ مرنے کے بعد ایک کا جسم جلایا جاتا ہے اور دوسرے کا دفنایا جاتا ہے۔ اسی طرح موت کے بعد کی زندگی کے متعلق ان کے نظریات بھی مختلف ہیں۔ ان دو غیر موافق طبقوں میں موافقت پیدا کرنا قطعاً ناممکن ہے۔ (اس سلسلے میں) ان دونوں طبقوں کے قائدین کی جانب سے ماضی میں کی جانے والے کوششیں ناکام ہو چکی ہیں"۔ [۱۴]

مسلم راہنماؤں کے ان اقوال سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ پاکستان دو قومی نظریے کی بنیاد پر قائم ہوا۔ چونکہ مشترکہ ہندوستان میں ہندو اور مسلم دو جُداگانہ مذاہب، متضاد معاشرتی نظام اور باہم متصادم نظریات کی حامل اقوام تھیں اور انگریزوں کے چلے جانے کے بعد مسلمانانِ ہند..... اقلیت میں ہونے کی بنا پر..... ہندوؤں کے محکوم بن کر رہتے اور ان کی جُداگانہ حیثیت ختم ہو جاتی، اسی لیے انھوں نے بروقت فیصلہ کیا کہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی بنیاد پر پاکستان کا قیام ہی ان کی منزل ہے اور یہی واحد راستہ ہے جو اُنھیں اُن کی تہذیب، اُن کی ثقافت، اُن کی معاشرت، اُن کی معیشت کے تحفظ اور اُنھیں اسلامی قوانین کے مطابق حکومت کے قیام کی ضمانت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دیتا ہے۔ چنانچہ اسی پس منظر کے ضمن میں جناح فرماتے ہیں:

"ہمارے لیے پاکستان سے مراد ہمارا تحفظ، ہماری نجات اور ہماری منزل ہے۔ یہی واحد راستہ ہے جو ہمیں ہماری حُریت، ہمارے وقار اور عظمتِ اسلام کی ضمانت دیتا ہے"۔[۱۵]

جب یہ ایک ثابت شُدہ حقیقت ہے کہ دو قومی نظریہ ہی پاکستان کے قیام کا سبب بنا تو اس سے یہ بات از خود ثابت ہو جاتی ہے کہ نفاذِ شریعت ہی وجودِ پاکستان کا مقصد ہے اور یہی ہمارے تمام تر مسائل کا واحد حل بھی ہے۔

دو قومی نظریے کے مُخالفین اور ان کے عزائم!

حیرت نہیں صدمے کی بات ہے کہ نظریۂ پاکستان سے متعلق اس قدر واضح تصریح کے باوجود ایک مخصوص گروہ ببانگِ دہل کہتا ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں نے یہ ملک دو قومی نظریے کی بنیاد پر نہیں بلکہ محض اپنے سیاسی اور معاشی مفادات کے تحفظ کی خاطر حاصل کیا۔ گویا ان کے کہنے کا مقصود یہ ہے کہ جب یہ ملک نظریاتی بنیادوں پر حاصل ہی نہیں کیا گیا، تو یہاں شریعت کے نفاذ کی بات بھی نہیں کرنی چاہیے.....!

اس طرح ایک طرف یہ لوگ اسلام کے نام پر دی گئی ہمارے بزرگوں کی بے مثال قربانیوں کی نفی کرتے ہیں تو دوسری جانب نظریہ پاکستان کو مسخ کر کے وطنِ عزیز کو سیکولر جمہوری ریاست میں بھی تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔

پاکستان کا مطلب کیا؟

مکی دور میں کفارِ مکّہ نے ہر طرح سے مسلمانوں کو ستایا؛ اُن پر جبر و تشدد کیا، اُن کا معاشی بائیکاٹ کیا، اُن کے ساتھ تعلق داری ختم کی، اُن پر زندگی تنگ کی اور اُنھیں اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے نہیں دیا گیا۔ پھر جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکّہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لے آئے تو یہاں اُن کی جان و مال کو تحفظ ملا اور ایک اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی گئی۔ چنانچہ اب وہ کھلے عام تجارت و

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کاروبار بھی کر سکتے تھے اور اپنے دین پر بھی عمل پیرا ہو سکتے تھے۔ پس آج اگر کوئی بدبخت اُٹھے اور یہ کہے کہ مسلمانوں کا مکہ سے مدینہ ہجرت کرنے اور ایک آزاد ریاست قائم کرنے کا مقصد اسلام کا دفاع نہیں بلکہ ان کے اقتصادی اور معاشرتی مفادات کا تحفظ تھا، تو بھلا کون ہے جو اس بدبخت کو خبطی نہ کہے یا اسے جاہلوں کے سردار کے لقب سے نہ نوازے.....؟

اب ذرا تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیے اور غور کیجیے!

- کیا کانگریس کی قیادت میں مسلمانوں کا محض معاشی استحصال کیا گیا — اور کیا ان کا دین، ایمان، عزت و ناموس محفوظ تھیں؟
- کیا عید الاضحیٰ کے تہوار پر وہ آزادانہ طور پر قربانی کر سکتے تھے؟
- کیا دورانِ نماز مساجد کے سامنے شور و غل کر کے نمازیوں پر حملے نہیں کیے جاتے تھے؟
- کیا اسکول کے معصوم بچوں کو مجبور نہیں کیا جاتا تھا کہ وہ گاندھی کی تصویر کے سامنے "پوجا کی جاوے" کے الفاظ کہا کریں؟
- کیا "ودیا مندر تعلیمی منصوبہ" متعارف کروا کر مسلمانوں کو اسلامی نظریات کے متعلق ابہام میں ڈالنے کی کوششیں نہیں کی گئی تھیں؟
- کیا آئین ساز مجالس میں ہندو مذہبی گیت — بندے ماترم — گانا لازمی قرار نہیں دے دیا گیا تھا؟
- کیا شُدھی اور سنگھٹن جیسی تحریکوں کا آغاز کر کے مسلمانوں کے خاتمے کی کوششیں نہیں کی گئیں؟
- کیا اُردو کو مسلمانوں کی زبان کہہ کر اسے ہندوستان سے خارج نہیں کیا گیا؟
- کیا کانگریس نے اپنی وزارتوں کے دوران اسلامی تہذیب و تمدن کو پوری قوت کے ساتھ کچل ڈالنے کی ہر ممکن کوشش نہیں کر ڈالی تھی؟

الغرض فرنگی راج میں ہندوستانی مسلمانوں کا اُس وقت مذہبی، معاشی، معاشرتی،

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لسانی، تہذیبی، ثقافتی اور سیاسی قتلِ عام کا سلسلہ جاری تھا۔ شُدھی اور سنگھٹن جیسی تحریکوں سے ان کا ایمان داؤ پر لگ چکا تھا۔ ایسے میں وہ کلمہ طیبہ کی بنیاد پر متحد ہو گئے تھے جس کے باعث ہمیں ایک الگ ملک ملا۔ لیکن اس سب کے باوجود سیکولر حضرات کا یہ کہنا کہ قیامِ پاکستان کا مقصد مسلمانوں کے اقتصادی اور سیاسی مفادات کا تحفظ تھا نہ کہ نظریاتی بنیادوں پر کسی اسلامی ریاست کا قیام! تو ان نادانوں کی عقلوں پر سوائے ماتم کے بھلا اور کیا کیا جا سکتا ہے.....؟ کاش ان نادانوں کو کوئی یہ سمجھائے کہ

؎ قوم مذہب سے ہے، مذہب جو نہیں، تم بھی نہیں　　جذبِ باہم جو نہیں، محفلِ انجم بھی نہیں

فکرِ اقبال اور جناح کا عزم!

یہ بات ہے بیسویں صدی کے تیسرے عشرے کی!

پاکستان کا نام وضع ہوئے صرف 7 ماہ کا عرصہ گزرا ہے اور قیامِ پاکستان کی منزل تو ابھی 14 سال 10 ماہ دور ہے۔ ظُلم کا دور ہے، مایوسی کا عالم ہے اور کفر کی یلغار ہے۔ برصغیر کے مسلمان سخت مضطرب اور پریشان ہیں کہ مسائل نے چاروں طرف سے انھیں گھیر رکھا ہے اور خَلاصی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ ایسے میں حالات کا بغور جائزہ لیتے ہوئے شاعرِ مشرق، مصورِ پاکستان، ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؒ 15 ستمبر 1933ء کو اپنے ایک خط بنام راغب احسن میں لکھتے ہیں:

> "مسلمانوں کو درپیش مسائل کے پیشِ نظر یہ لازمی ہے کہ شمال مغربی ہندوستان میں ایک اسلامی ریاست قائم کی جائے یا پھر منصوبۂ پاکستان پر عمل کیا جائے۔ اگر یہ تمام منصوبے کامل مذہبی آزادی (شرعی آزادی) کے لیے معرضِ وجود میں آ بھی جائیں تب بھی مزید جدوجہد کی ضرورت باقی رہے گی"۔[16]

علامہ اقبال بخوبی جانتے تھے کہ جب تک ایک آزاد اور خود مختار اسلامی ریاست قائم نہ ہو جائے تب تک مسلمانانِ ہند مصائب و آلام کے گرداب سے نہیں نکل سکتے۔ چنانچہ انھوں نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

دوٹوک لفظوں میں واضح کیا کہ شمال مغربی ہندوستان میں ایک اسلامی ریاست قائم کی جائے جہاں کامل مذہبی آزادی، یعنی شریعت کا نفاذ ہونا چاہیے۔ اس طرح اقبال نے مسلمانوں کو ایک فکر دی، حصولِ آزادی کا ان پر مقصد واضح کیا اور ساتھ ہی انھیں منزل تک پہنچنے کی روشنی بھی عطا کی۔ پس یہ اقبال کی کاوشوں کا ثمر ہی تھا کہ مسلم قوم نے نہ صرف اپنی منزل کا تعین کیا بلکہ یہ عزم بھی کیا کہ کلمہ طیبہ کی بنیاد پر پاکستان کا قیام ہی ان کا نصب العین ہے۔ یوں تحریکِ پاکستان کے عُروج پر یہ نعرہ وجود میں آیا، بٹ کے رہے گا ہندوستان..... بن کے رہے گا پاکستان..... پاکستان کا مطلب کیا؟..... لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه!

لہٰذا یہ ایک ناقابلِ تردید حقیقت ہے کہ شریعت کا نفاذ اور اسلامی ریاست کا قیام، یہ وہ بنیادی مقاصد تھے جن کے تحت پاکستان بنا! خیال رہے کہ یہ مقاصد صرف اقبال ہی کے پیشِ نظر نہ تھے، بلکہ جناح بھی اسی فکر و سوچ کے خواہاں تھے۔ قیامِ پاکستان سے 2 سال 1 ماہ 26 دن قبل، **18 جون 1945ء** کو، انھوں نے فرمایا:

> "میں بارہا صراحت کر چکا ہوں کہ اگر مسلمان با احترام اور باوقار لوگوں کی طرح زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو ان کے پاس ایک ہی راستہ ہے اور وہ ہے پاکستان کے لیے لڑنا، پاکستان کے لیے جینا اور اگر ضرورت پڑے تو حصولِ پاکستان کے لیے مر جانا۔ بصورتِ دیگر (برصغیر میں) مسلمانوں اور اسلام کے لیے تباہی ہے۔
>
> پاکستان کا مطلب صرف حُریت و آزادی نہیں بلکہ نظریۂ اسلام ہے جس کا تحفظ لازم ہے۔ اور یہ نظریہ ہمیں ایک قیمتی تحفہ اور خزانے کے طور پر ملا ہے اور ہمیں امید ہے کہ دوسرے بھی اس (کے تحفظ) میں ہمارے ساتھ شریک ہوں گے"۔[1]

اسی طرح قیامِ پاکستان کے ٹھیک 4 ماہ 27 دن بعد، **13 جنوری 1948ء** کو، اسلامیہ کالج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پشاور میں ایک بار پھر انھوں نے فرمایا:

”ہم نے پاکستان کا مطالبہ ایک زمین کا ٹکڑا حاصل کرنے کے لیے نہیں کیا تھا۔ بلکہ ہم ایک ایسی تجربہ گاہ حاصل کرنا چاہتے تھے جہاں ہم اِسلام کے اصولوں کو آزما سکیں“۔[18]

تحریکِ پاکستان کے ان دو عظیم قائدین کی تصریح کے باوجود بھی اگر کوئی شخص دو قومی نظریے کی حقیقت تسلیم نہیں کرتا اور یہ کہتا ہے کہ اسلام کے نام پر پاکستان نہیں بنا، تو یہی سمجھا جائے گا کہ ایسا شخص نِرا جاہل ہے یا پھر کفر کا آلہ کار بن کر نظریہ پاکستان میں شگاف ڈالنے کے درپے ہے۔ ایک عرب شاعر کہتا ہے

فان كنت لا تدري فتلك مصيبة ‏ ‏ ‏ وان كنت تدري فالمصيبة اعظم

اگر آپ جہالت کا شکار ہیں تو مصیبت ہے ‏ ‏ ‏ اور اگر جہالت نہیں ہے تو مصیبت عظیم ہے!

ایک اعتراض اور اس کا جواب:

ممکن ہے کوئی معترض یہ کہے کہ جنوبی ایشیاء میں انگریزوں کی آمد سے قبل جس طرح مسلمان اور ہندو باہم مُدغَم تھے، اسی طرح انگریزوں کے چلے جانے کے بعد بھی وہ ایک متحدہ مملکت میں رہ سکتے تھے۔ نیز یہ کہ برصغیر کو تقسیم کر کے مسلمانوں نے اسلامی ریاست کا ایک بہت بڑا حصّہ اپنے ہاتھوں خود کفار کے حوالے کر دیا! کیا ان کا یہ اقدام اسلامی شان کے منافی نہیں......؟

اس ممکنہ اعتراض کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ ساری زمین مسلمانوں کے لیے ایک سجدہ گاہ کی حیثیت رکھتی ہے اور دینِ اسلام جغرافیائی حدود سے بالاتر ہو کر پوری دنیا میں غلبہ پانے آیا ہے۔ لیکن برصغیر کے مسلمان سیاسی، سماجی، معاشی، اخلاقی، تعلیمی، عسکری اور مذہبی اعتبار سے اس قدر کمزور ہو چکے تھے کہ ہندوؤں کے ساتھ رہتے ہوئے اب انھیں اپنا دین و ایمان اور اسلامی تشخص برقرار رکھنا قریباً محال ہو گیا تھا۔ ایسے میں انگریز جب جنوبی ایشیاء سے جاتے تو ہندو جو اُس وقت اپنی دولت، قوت، تعلیم، عہدوں اور تعداد کے اعتبار سے مسلمانوں سے کہیں بڑھ کر

” محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

تھے، پورے برصغیر پر قابض ہو کر خود حکمران بن جاتے اور مسلمان ان کے ماتحت رہ کر زندگی بسر کرتے — اگرچہ انھیں کسی قدر مذہبی آزادی حاصل ہوتی لیکن اسلام کو حاکمیت بہرحال نصیب نہ ہو پاتی۔ چنانچہ اسی بات کے پیشِ نظر اقبال نے کہا

مُلّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

لہٰذا برصغیر میں مسلمانوں کی بقا کا دارومدار اسی بات پر منحصر تھا کہ انھیں علیحدہ سے ایک ریاست حاصل ہو۔ ایک ایسی ریاست جہاں وہ نہ صرف جسمانی بلکہ فکری طور پر بھی آزاد ہوں، زندگی کے ہر شعبے میں انھیں آگے بڑھنے کے مواقع میسر ہوں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے دین کو قیام ملے۔ جیسا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب تک مکہ میں مقیم تھے، تب تک مجبور و محکوم تھے۔ لیکن جب وہ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو یہاں انھوں نے اسلامی ریاست کی بنیاد رکھ کر دین کو عملاً نافذ کر دیا جس سے انسانی جان کی حرمت قائم ہوئی اور اسلام کو تمکن ملا۔ یوں ان کے قدم مضبوط ہو گئے اور کچھ ہی عرصے بعد وہ نہ صرف مکہ مکرمہ بلکہ عرب و عجم پر غالب آ گئے۔ درحقیقت یہی وہ معراج تھی جو اسلامیانِ ہند کے پیشِ نظر تھی جیسا کہ اقبال فرماتے ہیں

نکل کے صحرا سے جس نے، روما کی سلطنت کو اُلٹ دیا تھا
سنا ہے یہ قُدسیوں سے میں نے، وہ شیر پھر ہوشیار ہو گا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حواشی (باب دوم: فصل دوم)

۱۔ [قائد اعظم کا پیغام، سید قاسم محمود، (پاکستان اکیڈمی، ۴- شارع فاطمہ جناح، لاہور، 1967ء، گیارہواں ایڈیشن 1976)، صفحات ۵۱ تا ۵۲]

۲۔ [حیاتِ جاوید، مولانا الطاف حسین حالی، (نیشنل بک ھاؤس، ایبک روڈ، لاہور: ۱۹۸۶ء)، صفحات ۱۳۸ تا ۱۳۹]

۳۔ عبدالحلیم شرر کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"Times are such that the religious rites of one nation can not be performed without injuring susceptibilities of the other. Nor is there the element of patience to ignore insults. If things have reached such a stage, it would be wise to partition India into Hindu and Muslim provinces and exchange the population."

[Syed Sharifuddin Pirzada, *Evolution of Pakistan*, (Karachi: Royal Book Company, 1963 reprinted 1995), p. 54.]

۴۔ سردار گل خان، اسلامی انجمن ڈیرہ اسماعیل خان کے صدر، کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"The Hindu-Muslim unity will never become a fact. …. We would very much rather see the separation of the Hindus and the Muhammadans, 23 crore of Hindus to the South and 8 crores of Muslims to the North. Give the whole portion from *Raskumari* to *Agra* to Hindus and from *Agra* to *Peshawar* to Muhammadans."

[Ibid. pp. 97-98.]

۵۔ مولانا محمد علی جوہر کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"If the Hindu-Muslim problem is not settled, India will be divided into Hindu India and Muslim India."

[Choudhry Khaliquzzaman, *Pathway to Pakistan*, (Longmans, 1961), p.238]

۶۔ ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"The units of Indian society are not territorial as in European countries. India is a continent of human groups belonging to different races, speaking different languages and professing different religions.…Even the Hindus do not form a homogenous group. The principal of European democracy cannot be applied to India without recognising the fact of Communal groups. The Muslim demand for the creation of a Muslim India within India

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

is, therefor, perfectly justified…… I therefor demand the formation of a consolidated Muslim State in the best interests of India and Islam."

[Latif Ahmed Sherwani, *Speeches, Writings and Statements of Iqbal*, (Lahore: Iqbal Academy, 1944 reprinted 3rd edition 1977), pp. 9, 11.]

۷ مصور پاکستان ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"I would like to see the Panjab, North-West Frontier Province, Sind and Baluchistan amalgamated into a single State. Self-Government within the British Empire, or without the British Empire, the formation of a consolidated North-West Indian Muslim state appears to me to be the final destiny of the Muslims, at least of North-West India."

[Ibid., P. 10.], see also [M. Gyre and A Appadorai, *Speeches and Documents on the Indian Constition*, 1921-1947, Vol-II, p. 437.]

۸ اقبال کے خط کی اصل عبارت یہ ہے:

"In these circumstances, it is obvious that the only way to a peaceful India is a redistribution of the country on the lines of racial, religious and linguistic affinities……. I remember Lord Lothian told me before I left England that my scheme was the only possible solution of the troubles of India."

[Bashir Ahmed Dar, *Letters of Iqbal*, (Lahore: Iqbal Academy, 1978), pp. 259-260.]

۹ چوہدری رحمت علی کے اصل الفاظ یہ ہیں؛

"India, constituted as it is at the present moment, is not the name of one single country; nor the home of one single nation. It is, infact, the designation of a State created for the first time in history, by the British. It includes peoples who have never previously formed part of India at any period of its history; but who have, on the other hand, from the dawn of history till the advent of the British, possessed and retained distinct nationalities of their own.

In the five Northern Provinces of India, out of a total population of about forty millions, we, the Muslims, constitute about thirty

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

millons. Our religion, culture, history, tradition, economic system, laws of inheritance, succession and marriage are basically and fundamentally different from those of the people living in the rest of India. The ideals which move our thirty million brethren-in-faith living in these provinces to make the highest sacrifices are fundamentally different from those which inspire the Hindus. These differences are not confined to the broad basic principles—far from it. They extend to the minutest details of our lives. We do not inter-dine; we do not inter-merray. Our national custums and calendars, even our diet and dress are different."

[Choudhary Rahmat Ali, *Now Or Never*]

۱۰۔ اصل الفاظ یہ ہیں؛

"The so-called two-nation theory was formulated long before Mr. Jinnah or the Muslim League: in truth, it was not a theory at all; it was a fact of history."

[Nirad C. Chaudhuri, *The Autobiography of an Unknown Indian* (California: University of California Press, Berkeley and Los Angeles, 1968), p. 227]

۱۱۔ قائدِ اعظم کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"They are not religions in the strict sense of the word, but are, infact, different and distinct social orders, and it is a dream that the Hindus and Muslims can ever evolve a common nationality, and this misconception of one Indian nation has gone far beyond the limits and is the cause of most of our troubles and will lead India to destruction if we fail to revise our notions in time. The Hindus and Muslims belong to two different religious philosophies, social customs and literatures. They neither intermarry, nor interdine together and, indeed, they belong to two different civilisations which are based mainly on conflicting ideas and conceptions. Their aspects on life and of life are different. It is quite clear that Hindus and Musalmans derive their inspiration from different sources of history. They have different epics, their heroes are different, and different episodes. Very often the hero of one is a foe of the other, and likewise, their victories and defeats overlap. To yoke together two such nations under a single

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

state, one as a numerical minority and the other as a majority, must lead to growing discontent and final destruction of any fabric that may be so built up for the government of such a state……. Musalmans are a nation according to any definition of a nation and they must have their homeland, their territory and their state."

[Jamil-ud-Din Ahmed: *Historic Documents of the Muslim Freedom Movement*, (Lahore: Publishers United LTD, 1970), pp. 380-381.]

۱۲ بابائے قوم کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"We maintain and hold that Muslims and Hindus are two major nations by any definition or test of a nation. We are a nation of a hundred million, and what is more, we are a nation, with our own distinctive culture and civilisation, language and literature, art and architecture, names and nomenclature, sense of value and proportion, legal laws and moral codes, customs and calendar, history and traditions, aptitudes and ambitions. In short, we have our own distinctive outlook on life and of life. By all canons of international law, we are a nation."

[G. Allana, *Pakistan Movement: Historic Documents*, (Karachi: Paradise Subscription Agency 1967, reprint 2nd edition 1968), p. 354.]

۱۳ جناح کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"I honestly believe that ours is the most honest, the most feasible, and the best solution of the Indian problem, namely, to divide India into Pakistan and Hindustan."

[Jamil-ud-Din Ahmed, *Speeches and Writings of Mr. Jinnah*, (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1947 reprinted 3rd edition 1976), Vol-II, p. 11.]

۱۴ قائدِ ملّت لیاقت علی خان کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"From the cradle to the grave the life of the Hindu and the Muslim differs in every respect. Even after death one's body is burnt and the other's buried. The concept of life after death, as well, is different. It is impossible to reconcile these too irreconcilables. Efforts made in the past by leaders of both the communities failed."

[M. Rafique Afzal, *Speeches and Statements of Quaid-i-Millat*

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

Liaquat Ali Khan 1941-51, (Lahore: Rearch Society of Pakistan, 1967), p. 27.]

۱۵۔ بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"For us Pakistan means our defence, our deliverance, and our destiny. It is the only way which will ensure to us our freedom and the maintenance of our honour and glory of Islam."

[G. Allana, *Pakistan Movement: Historic Documents*, (Karachi: Paradise Subscription Agency 1967, reprint 2nd edition 1968), p. 337.]

۱۶۔ مصوّرِ پاکستان ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"In view of the problems facing the Muslim, it is essential to establish an Islamic State in North-Western India or to implement the Pakistan Scheme. Even if these schemes materialised for full religious independence (Shari Azadi) further struggle would be necessary."

[Syed Sharifuddin Pirzada, *Evolution of Pakistan*, (Karachi: Royal Book Company, 1963 reprinted 1995), p. 129.]

۱۷۔ قائداعظم محمد علی جناح کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"I have often made it clear that if Musalmans wish to live as honourable and respectable people there is only one course open to them: fight for Pakistan, live for Pakistan, and, if necessary, die for the achievement of Pakistan, or else Muslims and Islam are doomed….

Pakistan not only means freedom and independence but the Muslim ideology, which has to be preserved, which has come to us as a precious gift and treasure and which, we hope, others will share with us."

[Jamil-ud-Din Ahmed, *Speeches and Writings of Mr. Jinnah*, (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1947 reprinted 3rd edition May 1976), Vol-II, pp. 174-175.]

۱۸۔ [قائداعظم کا پیغام، سید قاسم محمود، (پاکستان اکیڈمی، ۴- شارع فاطمہ جناح، لاہور، 1967ء، گیارہواں ایڈیشن 1976)، صفحہ نمبر-۹۹]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تیسری فصل

قائداعظم کیسا پاکستان چاہتے تھے؟

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سیکولرازم اور اسلام

کیا جناح سیکولر پاکستان چاہتے تھے؟

بلاشُبہ یہ ایک اہم سوال ہے، لیکن اس پر غور کرنے سے پہلے صاف اور واضح لفظوں میں یہ سمجھ لیا جائے کہ سیکولر اِزم ہے کیا اور اسے کیوں وضع کیا گیا؟ لُغت (Dictionary) یہ کہتی ہے کہ سیکولر وہ شخص ہے جو دنیوی اُمور سے متعلق ہو اور کسی دین یا مذہب کے اُصول کا پابند نہ ہو۔ لیکن اصطلاح میں سیکولر اسے کہا جاتا ہے جو مذہب کو ہر انسان کا ذاتی معاملہ سمجھتا ہو اور اجتماعی یا حکومتی معاملات میں مذہبی اُصولوں کے اِطلاق کا قائل نہ ہو۔ سادہ لفظوں میں یوں سمجھ لیجیے کہ **سیکولر اسے کہتے ہیں جو مذہب اور حکومت کو قطعاً الگ الگ رکھے**۔ اسی طرح **ایک ایسی ریاست جس کا کوئی سرکاری مذہب نہ ہو یعنی جو اپنی داخلی و خارجی سیاست میں مذہب سے رہنمائی نہ لیتی ہو، سیکولر ریاست کہلاتی ہے**☆۔

☆....."Longman Dictionary of Contemporary English" کے مطابق سیکولرازم کی تعریف یہ ہے:

"A system of social organization that does not allow religion to influence the government, or the belief that religion should not influence a government."

"معاشرتی تنظیم کا ایک ایسا نظام جو مذہب کو حکومت پر اثر انداز ہونے کی اجازت نہیں دیتا، یا یہ خیال کہ مذہب کو حکومت پر اثر انداز نہیں ہونا چاہیے (سیکولر اِزم کہلاتا ہے)"۔

جبکہ "Cambridge Dictionary" سیکولرازم کی تعریف میں کہتی ہے:

"The belief that religion should not be involved with the ordinary social and political activities of a country."

"یہ عقیدہ رکھنا کہ ملک کی عمومی سماجی اور سیاسی سرگرمیوں میں مذہب کو کوئی دخل نہیں ہونا چاہیے"۔

اسی طرح "Oxford Advanced Learner Dictionary 9" کے مطابق سیکولرازم یہ ہے کہ:

"The belief that religion should not be involved in the organization of society, education etc."

"یہ خیال کہ معاشرتی انتظام، تعلیم وغیرہ اُمور میں مذہب کو کوئی دخل نہیں ہونا چاہیے"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

واضح رہے کہ دنیا میں موجود بیشتر مذاہب تو خود کو خود ہی رب اور فرد کے مابین ایک ذاتی معاملہ سمجھتے تھے جب کہ کچھ مذاہب اجتماعی انسانی امور سے متعلق کوئی مکمل اور نمو پذیر احکامات کے حامل نہ تھے۔ نیز دورِ جدید کے پیش آمدہ نِت نئے اور متنوع مسائل کا حل ان کے مذاہب میں موجود تھا اور نہ جدید بین الاقوامی معاملات کے متعلق ان کے مذاہب میں کوئی خاص احکامات موجود تھے۔ سو ممکن ہی نہ تھا کہ ایسے مذاہب کے سہارے وہ دورِ جدید میں سیاست و حکومت کر پاتے۔ پھر ایک جانب کلیسا تھی جو حیات انسانی سے متعلق جامع تعلیمات سے محرومی کی بنا پر فرسودہ نظام کھڑا کرنے کا سبب بنی تو دوسری جانب ظالم و جابر حکمران اور ان کے حاشیہ نشین امراء و جاگیر دار تھے جو مظلوم و مجبور عوام پر مسلّط تھے۔ اسی دوران مغرب کے بطن سے جنم لینے والے ماہرینِ فن اور سائنسدانوں نے جب کائنات کے رازوں سے پردہ اُٹھانا شروع کیا تو قدم قدم پر کلیسا کی من گھڑت اور فرسودہ روایات ان کی تحقیقات کے آڑے آنے لگیں۔ یوں جدید مغربی فکر اور کلیسا کے مابین ایک کشمکش بپا ہوئی اور انجام کار یہ ہوا کہ مغرب نے کلیسا اور دین سے راہِ فرار اختیار کرتے ہوئے مذہب کو فرد اور معبود کے درمیان ایک ذاتی معاملہ قرار دے کر اسے حکومتی پالیسی اور قومی و بین الاقوامی سیاست سے خارج قرار دے دیا۔

اس کے برعکس اسلام ایک ہمہ گیر اور آفاقی مذہب ہے۔ اس کی تعلیمات حیرت انگیز طور پر حیاتِ انسانی سے متعلق تمام انفرادی و اجتماعی امور کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ عقائد ہوں یا عبادات، اخلاق ہوں خواہ معاملات، نظم و نسق ہو یا عقوبات، غرض تمام عنوانات کے تحت آنے والے اسلامی احکامات اس قدر جامع ہیں کہ فرد واحد ہو یا گھرانہ، قبیلہ ہو یا قوم، یہاں تک کہ انسانی اجتماعیت کی سب سے بڑی اکائی ریاست بھی ان احکامات کی تعمیل میں خارج از بحث نہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جوں جوں کائنات کے رازوں سے پردہ اُٹھتا جا رہا ہے توں توں سائنس بذاتِ خود اسلام کی حقانیت پر دلیل بنتی جا رہی ہے۔ اسلام کا یہی وہ امتیازی وصف ہے جس پر اُمّتِ مسلمہ بجا طور پر فخر کرتی ہے جبکہ مغرب اپنے کلیسا کے دور کو "عہدِ تاریک" سے تعبیر کرتے ہوئے اس سے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کوسوں دور بھاگتا ہے۔ لہٰذا سیکولرازم کی ضرورت مغرب کو ہے اسلام کو نہیں۔ اقبال نے یونہی تو نہیں کہا

؎ اپنی ملّت پر قیاس اقوامِ مغرب سے نہ کر خاص ہے ترکیب میں قومِ رسولِ ہاشمیؐ
ان کی جمعیت کا ہے ملک و نسب پر انحصار قوّتِ مذہب سے مستحکم ہے جمعیت تری

سیکولر حضرات کا منصوبہ؛

پس وہ تمام لوگ جو وطنِ عزیز میں سیکولرازم کے نفاذ کے خواہاں ہیں، بخوبی جانتے ہیں کہ خواہ وہ کتنا ہی زور کیوں نہ مار لیں، محض سیاسی، حکومتی اور بین الاقوامی اُمور میں اسلامی تعلیمات کے ناکافی ہونے کا دعویٰ کر کے سیکولرازم کے نفاذ کی بات ہرگز نہیں کر سکتے۔ چنانچہ اپنے مقصد کو عملی جامہ پہنانے کے لیے وہ بانیٔ پاکستان، قائداعظم محمد علی جناح کے تصور پاکستان کو سیکولر ریاست کا رنگ دے کر عوام النّاس کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس طرح اس مخصوص طبقہ نے دانستہ طور پر کچھ ایسی بحثیں شروع کر رکھی ہیں جیسا کہ آپ کو کس کا پاکستان چاہیے..... جناح کا سیکولر پاکستان یا ملّاؤں کا مذہبی پاکستان؟ اس طرح یہ لوگ علمائے کرام کی تحقیر کرتے ہوئے اسلامی نظامِ شریعت پر چوٹ کرتے ہوئے سیکولرازم کی راہ ہموار کرنے کے لیے کوشاں ہیں۔

جان رکھیے کہ یہ لوگ اس ملک سے وفادار ہیں اور نہ قائدِ اعظم کی ذات سے انھیں کوئی دلچسپی ہے۔ دراصل انھیں پاکستان کے ساتھ "اسلام" کا نام برداشت نہیں۔ یہ لوگ اسلامی طرزِ حیات کو مغربی طرزِ معاشرت سے بدلنا چاہتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہے کہ جو لادینیت، بے راہ روی، فحاشی، عُریانی، شراب نوشی اور ہم جنس پرستی مغرب کے گلی کوچوں میں عام ہے، وہی گندگی اور غلاظت پر مبنی نظام پاکستان میں عملاً نافذ ہو جائے۔ ورنہ وہ یہ بات خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے۔ اس کے نظریے کی بنیاد کلمہ توحید لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ پر اُستوار ہے۔ اور قائدِ اعظم بذاتِ خود اس ملک کو ایک اعلیٰ درجے کی اسلامی ریاست بنانے کے خواہاں تھے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تاریخ دُرست کیجیے!

ایک عہد تھا جس کے تحت ہم نے یہ ملک پایا!

محرومی کے سائے تھے، ہندوؤں کا جبر تھا اور فرنگی راج تھا۔ ہمارے بزرگ روتے اور گڑگڑاتے ہوئے خالقِ کائنات اللہ ربُّ العالمین سے دُعائیں مانگ رہے تھے کہ اے پروردگارِ عالم! اگر تو ہمیں ایک خطۂ سرزمین عطا فرمادے تو ہم تیرا دین نافذ کریں گے، تیرا بول بالا کریں گے اور اسلام کے نشاۃِ ثانیہ کا پھر سے احیا کریں گے۔ یوں خالق اور مخلوق کے درمیان دُعاؤں کے ذریعے عہد و پیمان ہوا۔ اب برصغیر میں جابجا یہ نعرہ لگنے لگا، پاکستان کا مطلب کیا.....؟ **لا الٰہ الا اللہ!** ایک اَن دیکھی جنگ تھی جو سامراجیوں اور بنیوں کے خلاف جاری تھی۔ ہند کے مسلمانوں کی سچی لگن، بے لوث قربانیوں اور پُرخلوص جدوجہد کو دیکھ کر ربِّ کائنات نے لیلۃ القدر کی رات 27 رمضان المبارک کو پاکستان کی صورت میں ہمیں یہ ملک عطا کیا۔ ایک ایسا ملک جس میں ریگزار اور جنگلات ہیں..... لہلہاتے کھیت اور میدان ہیں..... معدنی ذخائر اور برف پوش پہاڑ ہیں..... خوبصورت وادیاں اور قابلِ دید مناظر ہیں..... بہتے دریا اور آبشار ہیں..... گرم پانیوں کا سمندر اور بدلتے موسم ہیں.....!

سو، جب یہ ملک، مملکت خداداد ہے، ربِ کائنات کی عطا کردہ نعمت ہے اور ایک عہد کے تحت ہم نے اسے حاصل کیا ہے، تو اب ہمارے پیشِ نظر کیا سوال ہونا چاہیے۔ کیا یہ کہ قائداعظم کیسا پاکستان چاہتے تھے، یا پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ ہم سے کس طرح کے پاکستان کا تقاضا کرتا ہے؟ یقینی بات ہے کہ دوسرا سوال ہی ہمارا مطمحِ نظر ہونا چاہیے۔ مگر افسوس کہ ہم نے اپنے رب سے کیے گئے عہد کو فراموش کر دیا! اپنی تاریخ دُرست کی نہ اپنی منزل اور سمت کا صحیح تعین کیا! یہی وجہ ہے کہ ذلّت و رُسوائی کا وہ کون سا داغ ہے جو گزشتہ ستّر سالوں میں ہمارے دامن پر نہ لگا ہو؟ اپنے تئیں ہم نے جمہوریت بھی آزمائی اور آمریت کے مزے بھی چکھے۔ صدارتی نظام بھی دیکھا اور پارلیمانی نظام کو بھی اپنے سَروں کا تاج بنائے رکھا۔ مگر نحوست ہے کہ سائے کی طرح ہمارے ساتھ چمٹی ہوئی ہے اور مسائل ہیں کہ قابو میں ہی نہیں آرہے؛ مہنگائی، بے روزگاری، کرپشن، لوٹ مار، رشوت، سفارش

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کلچر، کساد بازاری، اندھا قانون، غُربت، بد حالی، احساسِ محرومی، طبقاتی نظام، قتل و غارت گری، دہشت گردی، رُوپے کی قدر گرنا، ڈالر کا مہنگا ہونا، آئی ایم ایف کی کڑی شرائط، اقوامِ متحدہ میں بے چارگی، بھارت کی دھمکیاں اور امریکہ "بہادر" کے خوف نے ہماری حالت ابتر کر رکھی ہے۔ ستم ظریفی یہ کہ حکمرانوں کے ہر دھوکے کے بعد ہم نئے نعرے کے ساتھ اپنا سفر شروع کرتے ہیں اور ساری رات چلتے ہیں، مگر صبح وہیں واپس آ کھڑے ہوتے ہیں جہاں سے چلتے ہیں۔ یوں ہمارے سارے نعرے، سارے دعوے اور سارے فلسفے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں اور ہمارا سارا سفر کھوٹا رہتا ہے۔

ایسا کیوں ہے.....؟

کیا ہمارے پاس وسائل نہیں، اعلیٰ صلاحیتوں کے حامل افراد نہیں، بہترین منصوبہ ساز نہیں، افرادی قوت نہیں یا پھر جذبہ اور خلوص نہیں۔ سب کچھ ہے، مگر بات پھر وہیں آ کر اٹک جاتی ہے کہ مسئلہ وہ نہیں جو ہمیں سمجھایا گیا، مسئلہ وہ ہے جو ہمیں بتایا ہی نہیں گیا۔

مسئلہ کیا ہے؟ یہاں ایک مثال سے بات واضح ہو پائے گی۔ فرض کیجیے کہ آپ کے پاس ایک قلم ہے۔ اس قلم کا ایک مقصد اور ایک کام ہے، اور وہ ہے لکھنا۔ جب تک قلم میں سیاہی موجود ہے اور وہ لکھتا رہتا ہے، تب تک آپ حفاظت سے اُسے اپنے سینے سے لگائے رکھتے ہیں۔ لیکن اگر قلم میں سیاہی ختم ہو جائے، یا سیاہی تو موجود ہو مگر اُس کی نب خراب ہو جائے اور وہ لکھنا چھوڑ دے یا خراب لکھے۔ تو آپ کیا کریں گے؟ اوّل تو آپ کی یہی کوشش ہو گی کہ قلم کی نِب دُرست ہو جائے تاکہ وہ صحیح لکھنے لگے۔ لیکن اگر باوجود کوشش کے اُس کی نِب دُرست نہیں ہوتی اور وہ صحیح نہیں لکھتا، تو بالآخر آپ اپنا قلم تبدیل کر لیں گے۔

یاد رکھیے ہم نے یہ ملک اذان دینے، نماز پڑھنے، زکوٰۃ نکالنے، حج ادا کرنے اور مدارس چلانے کے لیے حاصل نہیں کیا تھا۔ یہ تمام کام تو مشترکہ ہندوستان میں بھی ہو رہے تھے اور آج بھی امریکہ، یورپ اور بھارت میں ہو رہے ہیں۔ پاکستان کے حصول سے ہمارا مقصد دین کی حاکمیت، دین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کا قیام، کلمہ کی سربلندی اور شریعت کا نفاذ تھا جسے آج ہم فراموش کر چکے ہیں یا یوں کہیے کہ باقاعدہ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت اس مقصد سے یوٹرن (U-Turn) لیا جا رہا ہے۔ مگر کب تک ..... خیال رہے کہ جس طرح قلم کا مقصد فوت ہونے پر قلم تبدیل کر دیا جاتا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وجودِ پاکستان کا مقصد فوت ہونے پر ہم اس کے وجود ہی سے ہاتھ دھو بیٹھیں.....!!

آپ ذرا دل پر ہاتھ رکھیے اور ملکی اداروں اور پارلیمنٹ میں بیٹھے حکمرانوں کا جائزہ لیجیے تو آپ دیکھیں گے کہ ہر ادارے سے تعفن اُٹھ رہا ہے اور ہماری پارلیمنٹ اس وقت کرپٹ، بے ایمان، چور، لٹیروں اور قومی اثاثہ لوٹنے والوں کے اعتبار سے گندے ترین لوگوں کی آماجگاہ بن چکی ہے۔ اسمبلی میں شور شرابہ، گالم گلوچ، ہاتھا پائی، فقرے بازی، غیر سنجیدگی، ہنسی مذاق اور دورانِ اجلاس شراب نوشی جیسے واقعات سے ہر خاص و عام واقف ہے۔ دوسری جانب عوام کا حال یہ ہے کہ کبھی وہ بجلی کی لوڈشیڈنگ تو کبھی پانی و گیس کی عدم دستیابی، کبھی مہنگائی اور ٹیکس کی بھرمار تو کبھی اچھی غذا اور اچھے علاج کی سہولت سے محرومی کا رونا رو رہے ہیں۔ ایک افراتفری کا عالم ہے، لوٹ مار کا بازار گرم ہے اور ہر طرف سے تباہی تباہی کی داستان سنائی دے رہی ہے؛ تعلیمی اداروں میں تعلیم نہیں، مارکیٹ میں خالص اشیا نہیں، پینے کا صاف پانی نہیں، صفائی کا مناسب انتظام نہیں، عدالتوں میں انصاف نہیں — حالت یہ ہے کہ مظلوم جعلی پولیس مقابلے میں مار دیا جاتا ہے اور اس کا مجرم دندناتا پھرتا ہے۔ بکری چور تو دھر لیا جاتا ہے جبکہ اربوں روپے کا کرپٹ حکمران کبھی ڈیل کے تحت تو کبھی تاریخ پہ تاریخ کے مصداق سالہا سال تک عیش و نشاط میں رہتا ہے۔ ایسا نہیں کہ اداروں کے پاس وسائل یا اختیارات نہیں اور ملک میں پولیس اور فورسز نہیں۔ سب کچھ ہے مگر امن نہیں، سکون نہیں، انصاف نہیں، اطمینان نہیں، یکسوئی نہیں، عافیت نہیں، اُخوت نہیں ..... ! سچی بات یہ ہے کہ نفاق پر مبنی یہ دوغلا نظام ہی ہے جس سے باغی ہو کر آج ہمارے اپنے شہری اپنی ہی فوج اور سیکورٹی اداروں سے دست و گریباں ہو چکے ہیں ..... ایسا ہی کچھ 71 میں بھی ہوا تھا۔ نتیجہ کیا نکلا؟ ..... انجام بہت بھیانک ہے.....!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اگر کوئی اندھا ایک بار گڑھے میں جا گرے تو دوسری مرتبہ وہ اپنا راستہ بدل لیتا ہے کہ اس مقام پر گڑھا ہے۔ ہم کیسے اندھے ہیں کہ بینا ہونے کے باوجود بار بار ایک ہی گڑھے میں گرے چلے جا رہے ہیں مگر حیف ہے کہ راستہ تک نہیں بدلتے! ستّر سالوں میں جو نظام غریبوں کو پینے کا صاف پانی تک مہیا نہ کر سکا ہو تو اس نظام سے آپ خوشحالی اور سلامتی کی اُمید کیسے رکھ سکتے ہیں؟ ذرا غور کیجیے کہ ہم نے آزادی کے بعد سے آج تک اس نظام سے کیا حاصل کیا ہے؟ ایک قابلِ رحم معاشرہ، بھیڑیئے نُما سیاست دان، بے چینی و بے یقینی کی زندگی، بنیادی انسانی حقوق سے محرومی، لوٹ کھسوٹ کو پروان چڑھاتی فضا، صوبوں کے درمیان بڑھتی نفرتیں، جنرل توپ خان کی آمریت اور ملک کا دولخت ہونا! المیہ یہ رہا کہ جمہوریت کی ہم بات کرتے ہیں، آزادئ اِظہار کا پرچار کرتے ہیں۔ حال مگر یہ ہے کہ شریعت کی بات کرنے والوں کو گم کر دیتے ہیں! خلافت کا تصور اُجاگر کرنے والوں کا منہ بند کر دیتے ہیں! آخر کب تک..... کب تک ہم حق اور سچ کو جبر و قوت کے بل پر دباتے رہیں گے.....؟

آج بیداری کی ایک لہر ہے اور عوام سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ کیا ہم نے فرنگیوں کی غلامی سے نکل کر کالے آقاؤں کے شکنجے میں رہنے کے لیے یہ ملک آزاد کیا تھا۔ کیا ہم نے ہندوؤں کی چیرہ دستیوں سے بچ کر اپنوں کی خنجر آزمائی کے لیے آزادی حاصل کی تھی۔ کیا ہم نے "ہندو ازم" کے کفر سے بھاگ کر "سیکولر ازم" کے سایے تلے رہنے کے لیے قربانیاں دیں تھیں.....؟ کیا یہی آزادی کا مقصد تھا؟ اسلام؛ جس کا نعرہ لگایا گیا تھا، شریعت کا نفاذ؛ جس کا وعدہ کیا گیا تھا، مسلم قومیت کا تصور؛ جس کی بنیاد پر پاکستان کا مقدمہ لڑا گیا تھا..... وہ اسلام، وہ شریعت اور وہ مسلم قومیت کہاں ہے.....؟

دنیا کی تمام تہذیبیں زمین سے اُگی ہیں۔ ایک مسلمان واحد قوم ہیں جن کی تہذیب آسمان سے نازل ہوئی ہے؛ ایک ایسی تہذیب جس میں خاندانی نظام ہے، عائلی قوانین ہیں، معاشرتی توازن ہے، خوشحالی کا سامان ہے، ظُلم کا استیصال ہے، ترقی کے مواقع ہیں اور رب کی رحمتیں ہیں۔ کتنے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بدنصیب ہیں ہم کہ اس قدر پاکیزہ اور خوبصورت تہذیب کو چھوڑ کر مغرب کی کاسہ لیسی اختیار کرنے پر گامزن ہیں — ہاں وہی مغرب جہاں خاندانی نظام تباہ ہو چکا، والدین کو اولڈ ہاؤس میں بند کیا جاچکا اور بدکاری و بے حیائی ایسی کہ جانور بھی دیکھیں تو شرم سے سر جھکا لیں.....!

قصہ مختصر یہ کہ جب تک ہم مقصدِ وجودِ پاکستان کے مطابق وطن عزیز کی بنیادوں کو اُستوار نہیں کریں گے تب تک ہم یونہی غربت و بدحالی، ظُلمت گمراہی، ناکامی و مایوسی، تباہی و بربادی، حسرت و افسوس اور پستی و تنزلی کا رونا روتے رہیں گے۔

آج ہمیں اپنا قبلہ اور اپنی تاریخ دُرست کرنے کی ضرورت ہے..... اپنے رب سے کیے گئے عہد کے ایفا کی ضرورت ہے..... قرآن کو اپنا دستور بنانے کی ضرورت ہے..... شریعت کے نفاذ اور اسلامی معاشرے کے قیام کی ضرورت ہے..... سود کے خاتمے اور زکوۃ و عُشر کے نظام پر اپنی معیشت کھڑی کرنے کی ضرورت ہے..... عدالتوں میں انسانوں کے وضع کردہ قوانین کے بجائے "کتاب و سُنّت کے احکامات" کے مطابق فیصلے کرنے کی ضرورت ہے..... شراب اور نشے کی لعنت سے اس ملک کو پاک کرنے کی ضرورت ہے..... اپنی "قومی زبان" کو ذریعہ تعلیم بنانے کی ضرورت ہے ..... پرائمری اسکولوں سے جامعات تک مخلوط نظامِ تعلیم کے خاتمے کی ضرورت ہے ..... اسلامی "حدود" کے مطابق سزائیں نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم ایسا کرنے میں کامیاب رہے تو یقین کیجیے کہ امن، سکون، چین، اُخوّت، مُحبت، بھائی چارہ، صحت، عافیت، تعلیم، روزگار، سلامتی، خوشحالی اور کامیابی و ترقی کی منازل طے کرنا ہمارا مقدر ہے۔ مالکِ کائنات ارشاد فرماتا ہے:

﴿ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَى آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكَاتٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَلَكِنْ كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴾

(سورۃ الاعراف ۷:۹۶)

"اور اگر ان بستیوں کے لوگ ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان پر آسمان و زمین سے برکتوں (کے دروازے) کھول دیتے، لیکن انھوں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نے (دینِ حق) کو جھٹلایا تو ہم نے ان (برے) اعمال کی وجہ سے انھیں پکڑ لیا جو یہ کیا کرتے تھے"۔

لیکن اگر ہم اس گھمنڈ اور تکبر میں مبتلا رہے کہ پہلے کی بات کچھ اور تھی اور اب معاملہ کچھ اور ہے۔ اگلے وقت میں ہمارے پاس ایٹم بم نہیں تھا اور اب ہمارے پاس جوہری صلاحیتوں سے لیس جدید میزائل ہیں۔ دنیا ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی اور ہم کسی بھی صورت شریعت نافذ کرنے والے نہیں! تو ٹھیک ہے، دنیا شاید واقعتاً ہمارا کچھ نہ بگاڑ سکے۔ مگر خیال رہے کہ ہر قوم کی ایک مہلتِ وقت مقرر ہے..... جب وہ پوری ہو جائے اور قوم اپنی سرکشی سے باز نہ آئے تو رب کے فیصلے بدل جاتے ہیں..... فرعون سے اللہ نے فوج چھینی تھی اور نہ نمرود سے تخت..... بلکہ فرعون کو فوج سمیت غرق کیا اور نمرود کو تخت پر بٹھا کر جوتے لگوائے! اگر یقین نہ آئے تو اقوامِ عالم کی تاریخ پڑھ لیجیے یا کم از کم اس ایک آیت پر ہی غور کر لیجیے؛

﴿أَلَمْ يَرَوْا كَمْ أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَكَّنَّاهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ لَكُمْ وَأَرْسَلْنَا السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ بِذُنُوبِهِمْ وَأَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ﴾ (سورة الاعراف ۷:۹۶)

"کیا ان لوگوں نے نہیں دیکھا کہ ان سے پہلے کتنی ایسی قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں جن کا اپنے اپنے زمانے میں دور دورہ رہا ہے؟ ان کو ہم نے زمین میں وہ اقتدار بخشا تھا جو تمھیں نہیں بخشا ہے، ان پر آسمان سے ہم نے خوب بارشیں برسائیں اور ان کے نیچے نہریں بہا دیں، (پھر جب انھوں نے کفرانِ نعمت کیا تو) آخر کار ہم نے ان کے گناہوں کی پاداش میں انھیں تباہ کر دیا اور ان کی جگہ دوسرے دور کی قوموں کو اُٹھایا"۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاکستان.....اقوالِ قائد کی روشنی میں؛

اب جب زمینی حقائق اور احوال نامہ یہ ہے تو ہمارے اربابِ اقتدار کو چاہیے کہ وہ پوری قوم کے ساتھ رجوع الی اللہ کرتے ہوئے بِلا تاخیر پورے ملک میں شریعت نافذ کر دیں۔ مگر دنیا پرست نااہل حکمران، سیکولر طبقہ اور ہمارے ہاں کے روشن خیال بونے (Intellectual dwarfs) چونکہ اس راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہیں۔ نیز ان کا دعویٰ ہے کہ جناح سیکولر تھے اور سیکولر پاکستان ہی ان کی منزل تھی۔ اس لیے اب ہمیں ذرا تفصیل سے دیکھنا پڑے گا کہ کیا واقعتاً قائد اعظم سیکولر تھے یا ان کی یہ دیرینہ خواہش تھی کہ پاکستان کی بنیادیں حقیقی معنوں میں اسلامی خطوط پر استوار ہو جائیں۔

پہلا قول:

جناح سیکولر تھے اور سیکولر پاکستان ہی ان کا خواب تھا—سیکولر حضرات کا دعویٰ!

چلیں ہم اس بحث میں نہیں پڑتے اور مان لیتے ہیں کہ آپ اپنے دعوے میں برحق ہیں۔ اب پہلا سوال جو ہمارے سامنے ہے، یہی ہے کہ اگر سیکولر جناح سے پوچھا جاتا کہ پاکستان کا آئین کیا ہو گا۔ تو آپ بتلائیے کہ ان کا جواب کیا ہونا چاہیے تھا، یہی نا کہ ایک ایسا آئین جو مذہب سے ماورا ہو گا۔ کیونکہ سیکولر ریاست کے قوانین مذہبی بنیادوں پر نہیں بنتے بلکہ مذہبی احکامات تو وہاں کی ریاستی پالیسی میں زیرِ بحث ہی نہیں آتے۔ مگر جناح سے جب مستقبل کے لائحہ عمل کے متعلق پوچھا گیا کہ پاکستان کا قانون کیا ہو گا، تو انھوں نے تو کچھ اور ہی فرمایا تھا، کیا فرمایا تھا، ذرا دل تھام کر آپ بھی پڑھ لیجیے۔ 26 نومبر 1945ء کو پشاور میں انھوں نے فرمایا:

> "آپ نے سپاس نامے میں مجھ سے یہ پوچھا کہ پاکستان کا قانون (آئین) کیا ہو گا۔ یہ ایک بے معنیٰ سوال ہے۔ مسلمان ایک خدا، ایک نبی ﷺ اور ایک کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے فقط یہی قانون ہے۔ اِسلام ہی پاکستان کا بنیادی قانون ہو گا اور اسلام کے خلاف کوئی قانون

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

پاکستان میں نافذ نہیں کیا جائے گا"۔[1]

قائداعظم کا یہ بیان ان کے سیکولر نہ ہونے کا اِثبات کر رہا ہے۔ ان کے قلب میں موجود اسلام کی عظمت کو اجاگر کر رہا ہے۔ سیکولر پاکستان کا پروپیگنڈا کرنے والوں کے چہروں پر خاک مل رہا ہے۔ مسلمانوں کی پاکستان سے نسبت بیان کر رہا ہے؛ یہ ملک مسلمانوں کا ہے۔ ☆..... مسلمان ایک خدا، ایک رسول ﷺ اور ایک کتاب پر ایمان رکھتے ہیں۔ ☆..... اسلام ہی پاکستان کا بنیادی قانون ہو گا۔ ☆..... اسلام کے خلاف کوئی قانون پاکستان میں نافذ نہیں کیا جائے گا۔

قائداعظم کے اس بیان پر غور کیجیے اور سیکولر حضرات کی ڈھٹائی دیکھیے کس دھڑلے سے وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں "سیکولر پاکستان جناح کا خواب تھا!"

شرم تُم کو مگر نہیں آتی

یہاں سمجھنے کی بات یہ بھی ہے کہ قائداعظم نے آخر اسلام ہی کو پاکستانی آئین کی بنیاد کیوں قرار دیا؟ اس کی دو وجوہات ہیں؛ پہلی وجہ تو یہ ہے کہ قیامِ پاکستان کی جدوجہد ہی اسلام کے نام پر مسلمانوں کے مفاد کی خاطر ایک الگ مملکت حاصل کرنے کے لیے کی جارہی تھی۔ اس کی دوسری وجہ یہ کہ اسلام ایک کامل دین اور ابدی ضابطۂ حیات ہے۔ یہ دینِ انسانیت ہے جس کی تمام تعلیمات انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔ اس نے حقوقِ انسانی کے لیے ایک ایسا منشور پیش کیا ہے جو پوری انسانیت کے لیے سب سے عمدہ، سب سے بہترین، سب سے منفرد اور سب سے بے مثال ہے۔ اس میں باپ، بیٹا، شوہر، بیوی، ہمسایہ، شہری، طبیب، معلم، تاجر، جج، حاکم، جرنیل اور فاتح کے لیے کامل رہبری موجود ہے۔ یہ ایک ایسے صالح معاشرہ کا خاکہ پیش کرتا ہے جو ظُلم و جبر سے پاک اور اُخوت و محبت اور حریت و مساوات کی اساس پر کھڑا ہوتا ہے۔ اس میں وسائلِ مملکت، ریاستی امور، قومی و ملکی اثاثوں کے لیے ایسے آفاقی اُصول موجود ہیں جن کی نظیر کسی مذہب میں موجود نہیں۔ سو اختصار کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اسلامی شریعت ایک جامع، ہمہ گیر اور مثالی دستورِ حیات ہے۔ یہی وجہ تھی کہ قائداعظم نے انتہائی پُرعزم انداز میں اسلام ہی کو پاکستانی آئین

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کی بنیاد قرار دیا تھا۔

قائد کی اس وضاحت کے بعد اب اس میں کیا تردد رہ جاتا ہے کہ وہ سیکولر تھے اور نہ سیکولر پاکستان ہی ان کا خواب تھا۔

دوسرا قول:

پاکستان کا نظامِ حکومت کیا ہوگا اور اس کے قیام کا مقصد کیا ہے؟

یہ وہ بنیادی سوال ہے جو برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے اذہان میں گردش کر رہا تھا اور وہ اس کی وضاحت چاہتے تھے۔ سو ہمیں بھی دیکھنا پڑے گا کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی اُمنگیں، آرزوئیں اور تمنائیں کیا تھیں اور کس جذبے کے تحت وہ حصولِ پاکستان کے لیے اپنا تن من دھن وارنے پر تیار ہو گئے تھے۔ نیز یہ کہ بانیانِ پاکستان نے ان سے کیا وعدے کیے تھے اور کن بنیادوں پر انھیں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کرنے کی دعوت دی جا رہی تھی۔ اس تناظر میں ہمیں جناح کے تصورِ پاکستان کو، جو انہوں نے مسلمانانِ ہند کے سامنے اُجاگر کیا، سمجھنا آسان ہو جائے گا۔

خیال رہے کہ مطالبہ پاکستان اور مسلمانوں کے لیے جداگانہ سیاسی ڈھانچے کی وضاحت میں نواب بہادر یار جنگ نے، جو بانیانِ پاکستان کی فہرست میں ایک معتبر نام اور قائداعظم کے ایک اہم ساتھی تھے، کراچی میں منعقدہ مسلم لیگ کے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے دسمبر 1943ء میں فرمایا:

> "اس امر سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ہم پاکستان اس لیے چاہتے ہیں کہ وہاں قرآنی نظامِ حکومت قائم ہو۔ یہ ایک انقلاب ہو گا، یہ ایک نشاۃ ثانیہ ہو گی، یہ ایک حیاتِ نو ہو گی جس میں خوابیدہ تصوراتِ اسلام ایک مرتبہ پھر جاگیں گے اور حیاتِ اسلامی ایک مرتبہ پھر کروٹ لے گی۔ پلاننگ کمیٹی آپ کے لیے جو دستوری اور سیاسی نظام مرتب کرے گی، اس کی بنیادیں اگر کتاب اللہ اور سُنّتِ رسول ﷺ پر نہیں ہیں تو وہ شیطانی سیاست ہے اور ہم ایسی سیاست

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں"۔ ☆

تصور کیجیے کہ کراچی میں مسلم لیگ کا جلسۂ عام ہو رہا ہے اور مسلمانوں کا جمِ غفیر موجود ہے۔ اس جلسے میں قائداعظم بذاتِ خود موجود ہیں اور ان کے سامنے یہ منظر کشی کی جارہی ہے کہ پاکستان کے نام پر ہم جس آزاد ملک کا مطالبہ کر رہے ہیں، وہ ایک ایسی مملکت ہو گی جہاں اسلام و شریعت کی حاکمیت قائم ہو گی۔ اس ریاست کے دستور کی بنیادیں قرآن مجید کے احکامات پر مبنی ہوں گی۔ عین اس طرح یہ ایک انقلاب ہو گا جہاں اسلام کو تمکین میسر ہو گی۔ گویا مسلمانانِ ہند کو یہ یقین دلایا جارہا ہے کہ پاکستان کا سیاسی نظام، طرزِ حکومت اور داخلی و خارجی سطح کے تمام معاملات شریعت کے تابع ہوں گے۔ اور اگر ایسا نہ ہوا—یعنی ریاستِ پاکستان کا سیاسی نظام قرآن کے سپرد نہ ہوا— "تو وہ شیطانی سیاست ہے اور ہم ایسی سیاست سے خدا کی پناہ مانگتے ہیں"!

اب اسی تصوُّرِ پاکستان کے ساتھ بانیٔ پاکستان، قائداعظم محمد علی جناح بذاتِ خود پورے ہندوستان کا دورہ کرتے ہیں اور رضائے رب، نفاذِ شریعت اور بقائے اسلام کی خاطر قیامِ پاکستان کا نعرہ لگاتے ہیں۔ موقع بہ موقع وہ مسلمانانِ ہند کو یہ باور کراتے ہیں کہ پاکستان ہم سب کے لیے زندگی اور موت کا معاملہ ہے۔ اس طرح تحفظِ اسلام کے نام پر برصغیر کے مسلمانوں سے ووٹ مانگے جاتے ہیں اور کفر سے لڑنے کے لیے انھیں تیار کیا جاتا ہے۔ پھر کھلے لفظوں ان پر یہ واضح کیا جاتا ہے کہ مسلم لیگ کا مقصد آپ کو پرچمِ اسلام تلے منظم کرنا ہے۔ چنانچہ 46-1945ء کے انتخابات میں، **24 نومبر 1945ء** کو، پشاور میں جلسۂ عام کرتے ہوئے قائداعظم فرماتے ہیں:

☆.....نواب بہادر یار جنگ فرماتے ہیں: "جب میں دورانِ تقریر اس مقام پر پہنچا (کہ پاکستان کا دستور، الٰہی دستور اور وہاں کی حکومت قرآنی حکومت ہو گی) تو قائداعظم نے زور سے اور بڑے جوش سے مکّا مار کر فرمایا: "تم بالکل درست کہتے ہو"۔ اور میں نے فوراً اعلان کر دیا کہ قائداعظم سے میرے قول پر سندِ تصدیق مِل گئی"۔

[بہادر یار جنگ؛ مشاہیر کی نظر میں، (بہادر یار جنگ اکادمی، کراچی ۱۹۷۶) صفحہ نمبر ۱۹۲]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"مسلمان ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں، ایک کتاب پر ایمان رکھتے ہیں اور ایک نبی (ﷺ) کے پیروکار ہیں۔ مسلم لیگ انھیں ایک پلیٹ فارم اور سبز اسلامی پرچم تلے منظم کرنے کی جدوجہد کر رہی ہے۔

یہاں ہمارا کوئی دوست نہیں۔ برطانوی ہمارے دوست ہیں نہ ہندو۔ ہم اچھے طریقے سے جانتے اور سمجھتے ہیں کہ ہمیں ان دونوں کے خلاف لڑنا ہے۔ اگر یہ دونوں ہمارے خلاف متحد جائیں تب بھی ہم ان سے ڈریں گے نہیں۔ ہم ان کی مشترکہ قوت سے ٹکرائیں گے اور انشاءاللہ فاتح بالآخر ہم ہی ہوں گے"۔[۲]

اس وضاحت کے بعد آپ تائیداً پوچھتے ہیں:

"آپ کو پاکستان چاہیے یا نہیں؟ (اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوتے ہیں)۔ اچھا تو اگر پاکستان چاہتے ہو تو لیگی اُمیدواروں کو ووٹ دو"۔[۳]

پھر اپنی اسی تقریر میں آگے چل کر فرماتے ہیں:

"ہم ان انتخابات میں وزارتوں کے لیے نہیں لڑ رہے۔ ہم یہ انتخابات مسئلۂ پاکستان کے بارے میں مسلمانوں کا فیصلہ لینے کے لیے لڑ رہے ہیں۔ آج اگر ہم اپنا فرض سمجھنے سے ناکام رہے تو تم شودروں کی سی حیثیت تک پست ہو جاؤ گے اور اسلام ہندوستان سے مٹ جائے گا"۔[۴]

27 نومبر 1945ء کو ایک دوسرے جلسے میں فرماتے ہیں:

"مسلم لیگ کو ملنے والے ہر ووٹ کا مطلب ہے پاکستان۔ مسلم لیگ کے خلاف پڑنے والے ہر ووٹ کا مطلب ہے ہندو راج۔ ہمارے سامنے یہی ایک اختیار ہے اور یہی ایک (قابلِ توجہ) مسئلہ"۔[۵]

اس سے قبل، **21 نومبر 1945ء** کو، پشاور ہی میں ایک دوسرے مقام پر جلسہ کرتے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہوئے فرماتے ہیں:

"ہمیں دو طرفہ جنگ لڑنی ہو گی؛ ایک ہندو کانگریس کے خلاف اور دوسری برطانوی سامراج کے خلاف، ہیں دونوں سَرمایہ دار۔ مسلمان، پاکستان کا مطالبہ کرتے ہیں جہاں وہ اپنے نظامِ حیات، اپنی ثقافت و روایات اور اسلامی قوانین کے مطابق حکومت کر سکیں"۔[۲]

یہ بیانات اس بات کو سمجھنے کے لیے کافی ہیں کہ تحریکِ پاکستان کے دوران مسلمانانِ ہند سے کیے گئے وعدے کیا تھے اور قائد اعظم ان کے سامنے کس قسم کے پاکستان کا پرچار کر رہے تھے۔ ایک ایسا پاکستان جو اسلام کا قلعہ ہو گا، جس کے سیاسی امور کتاب و سُنّت کی تعلیمات کے مطابق سَر انجام دیئے جائیں گے، جہاں اسلامی قوانین نافذ ہوں گے اور ایسا پاکستان جو سیکولرازم اور کمیونزم سے پاک ہو گا۔

المیہ یہ نہیں کہ حامیانِ سیکولرازم ان حقائق سے واقف نہیں، تعجب تو اس پر ہے کہ سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی وہ پاکستان کی نظریاتی اساس کا انکار کرتے ہیں تاکہ نفاذِ شریعت کی راہ میں رُکاوٹیں حائل کر کے سیکولرازم کی راہ ہموار کی جا سکے۔

تیسرا قول: مسلمانوں سے دور رہو.....!

19 مارچ 1944ء کو لاہور میں مسلم اسٹوڈنٹس فیڈریشن سے خطاب کرتے ہوئے قائد اعظم نے فرمایا:

"میں کمیونسٹ پارٹی کو خبردار کرتا ہوں کہ وہ مسلمانوں سے دور رہے۔ وہ لیگی پرچم کے علاوہ کسی اور پرچم کے خواہاں نہیں رہے۔ اِسلام ہی ان کا رہبر اور ان کا مکمل نظامِ حیات رہا ہے۔ وہ کوئی اور ازم نہیں چاہتے"۔[۳]

سیکولر حضرات کے سیکولر امام، یعنی جناح کمیونسٹ پارٹی کو سختی سے خبردار کر رہے ہیں کہ وہ مسلمانوں سے اپنے ہاتھ دُور رکھے!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

یہاں سوال جنم لیتا ہے کہ جناح ایسا کیوں کر رہے ہیں؟
جواب اس کا جناح یہ دیتے ہیں کہ مسلمانوں کو لیگی پرچم کے علاوہ کوئی اور پرچم منظور نہیں۔

اب اگلا سوال جو ہمارے سامنے ہے، یہی ہے کہ مسلمانوں کو لیگی پرچم ہی کیوں منظور ہے؟ جناح کے جواب کی theme یا مرکزی خیال یہ ہے کہ اسلام دین انسانیت، دین رحمت اور دین فطرت ہے۔ یہ ہر پہلو سے؛ اخلاق، تمدن، معیشت، معاشرت، سیاست اور طرزِ حکومت میں مسلم معاشرے کی رہنمائی کرتا ہے۔ اس نے حیاتِ انسانی کو حُریت، مساوات اور احترامِ انسانیت کا درس دے کر دنیا سے ظُلم و استبداد کا خاتمہ کیا۔ اپنی تعلیمات کی بدولت دنیا میں ایک نئی تہذیب کی بنیاد رکھی جس سے ماحول میں خوشگوار تبدیلی آئی اور یوں دُکھی انسانیت کو فرش سے عرش تک پہنچانے میں ان کا رہبر و رہنما بنا۔ مسلم لیگ چونکہ ہندوستان میں اسلامی پرچم تھام کر مسلمانانِ ہند کی نمائندگی کر رہی ہے، اس لیے وہ کوئی اور ازم چاہتے ہیں نہ دوسرا پرچم تھامنے کی انھیں کوئی ضرورت ہے۔

ہمارا پوچھنا یہ ہے کہ جب جناح سیکولر تھے اور سیکولر پاکستان ہی ان کی منزل تھی، تو انھیں کیا حق پہنچتا تھا کہ وہ مذہب کی بنیاد پر مسلمانوں سے کسی سیاسی جماعت کی وابستگی پر قدغن لگاتے؟ دیکھیے بات یہ ہے کہ سیکولر شخص سیاست میں مذہب کی آڑ نہیں لیتا جبکہ جناح تو اسلام کی بنیاد پر کمیونسٹوں کو مسلمانوں سے دور رہنے کی وارننگ دے رہے ہیں! کیا وہ جانتے نہ تھے کہ سیکولر ریاست میں تمام جماعتیں عوام سے رابطہ رکھ کر حکومت سازی کی راہ ہموار کرنے میں آزاد ہوتی ہیں۔ یا انھیں معلوم نہ تھا کہ سیکولر ریاست میں مذہب کے نام پر سیاست نہیں کی جاتی۔ یا پھر یہ کہا جائے کہ وہ دوغلی سیاست کر رہے تھے.....؟ نہیں، ایسا کچھ نہیں ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ کمیونسٹ پارٹی سے اُن کی روِش نے ثابت کر دیا کہ وہ سیکولر تھے اور نہ سیکولر ریاست کا قیام ہی ان کا مطمح نظر تھا۔ اس کے برعکس وہ اسلام کے بقا کی خاطر پاکستان کا قیام چاہتے تھے جیسا کہ **10 مارچ 1941ء**

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو انھوں نے واضح کیا:

"عملی لحاظ سے "پاکستان" ہی آپ کا وہ واحد مقصد ہے جس کے ذریعے آپ اس ملک میں "اسلام" کو قطعاً فنا ہونے سے بچا سکتے ہیں۔ ہمیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے، پاکستان موجود تو ہے لیکن اسے حاصل کرنا ہے"۔[۸]

ذرا غور کیجیے کہ مسلمان اس لیے پاکستان چاہتے تھے کہ برصغیر میں اسلام کو فنا ہونے سے بچایا جاسکے۔ مصیبت مگر یہ ہے کہ سیکولر حضرات اس حقیقت سے نظریں چُرا کر عوام کو یہ لوریاں دیتے رہتے ہیں کہ جناح پاکستان کو ایک ایسی سیکولر ریاست بنانا چاہتے تھے جہاں اقلیتوں کی جان و مال محفوظ ہوں؛ جہاں ہر ایک کو اپنے عقیدے کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی ہو؛ جہاں رنگ، نسل اور مذہب کی بنیاد پر کسی پر جبر نہ ہو؛ جہاں قانون کی مکمل بالادستی ہو؛ جہاں انسان دوست معاشرہ ہو اور تمام ادارے ایک وفاقی آئین کے تابع ہوں۔ کاش قوم کے ان "ارسطوؤں" کو کوئی یہ بتلائے کہ سیکولر ریاست کی مذکورہ خصوصیات، جن کا ڈھنڈورا آپ پیٹ رہے ہیں، ایک نظریاتی اسلامی ریاست کا جزو لاینفک ہوتی ہیں۔ دعویٰ ہے دانشوری کا اور حال یہ ہے کہ سیکولرازم کی بنیاد کا علم ہے اور نہ اسلام کی الف ب کا.....!!

لہٰذا یہ حقیقت تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ پاکستان بننے میں اسلام کا بہت اہم کردار رہا ہے اور تحریکِ پاکستان کے پیچھے دو قومی نظریہ کارفرما تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک ہم اس نعرے کی بازگشت سن رہے ہیں، پاکستان کا مطلب کیا؟..... لا اِلٰہ الا اللہ!

اقبال اپنے ایک خط میں جناح کو لکھتے ہیں: "دنیا کو یہ بتانا از حد ضروری ہے کہ اقتصادی مسئلہ ہی ملک کا واحد مسئلہ نہیں ہے۔ مسلمانوں کے نقطہ نظر کے مطابق اسلامیانِ ہند کے لیے ثقافتی مسئلہ کئی گنا زیادہ اہم ہے۔ کسی بھی لحاظ سے یہ مسئلہ اقتصادی مسئلہ سے کم تر اہمیت کا حامل نہیں"۔ [Bashir Ahmed Dar: Letters of Iqbal, p.249]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

چوتھا قول: ہماری منزل..... جُداگانہ حکومت کا قیام!

برطانوی راج میں کانگریس کا دعویٰ تھا کہ ہندوستان میں صرف ایک قوم آباد ہے اور ان کی منزل سیکولر ہندوستان ہے۔ سیکولر حضرات بھی یہی چاہتے ہیں کہ مسلم و غیر مسلم کا جو فرق ہے، اسے فرد کی ذات تک محدود رکھا جائے اور جُداگانہ قومیت کی بنیاد پر نفاذِ شریعت کی بات نہ کی جائے بلکہ سیکولر حکومت کا نظام اپنایا جائے۔ اب رہے قائداعظم جو "دیسی" لبرلز کے بقول سیکولر تھے، انھیں بھی چاہیے تھا کہ وہ اس فلسفہ کو مان لیتے۔ مگر حیرت ہے کہ ان کی غیرتِ ایمانی جوش مارتی ہے اور وہ یہ کہہ کر کانگریس کے بالمقابل میدانِ عمل میں کود پڑتے ہیں کہ:

> مسلم لیگ کا نصب العین یہ بنیادی اصول ہے کہ ہندوستان میں مسلمان ایک جُداگانہ قومیت رکھتے ہیں، انھیں کسی دوسری قوم میں جذب کرنے یا ان کے نظریات یا ملّی تشخص کو مٹانے کے لیے جو کوشش بھی کی جائے گی، اُس کا ڈٹ کر مقابلہ کیا جائے گا۔ ہم نے تہیہ کر لیا ہے کہ اپنے جُداگانہ قومی تشخص اور جُداگانہ حکومت قائم کر کے رہیں گے"۔[9]

ارے جناب یہ کیا ہوا ہے جناح صاحب کو! یہ دو قومی نظریے کا رونا کیوں لے کر بیٹھ گئے ہیں؟ یہ سیکولر نظامِ حکومت کیوں قبول نہیں کر لیتے؟ یہ جُداگانہ قومیت کی بنیاد پر جُداگانہ حکومت کیوں قائم کرنا چاہتے ہیں؟ کانگریس ہے، برٹش گورنمنٹ ہے، بے دین جمہوریت ہے اور سیکولر حکومت کی پیشکش ہے..... اور کیا چاہیے ایک سیکولر شخص کو! مگر جناح ہیں کہ اس موقع سے فائدہ اُٹھانے پر تیار ہی نہیں بلکہ نظریے کی اساس پر مسلمانوں کی ایک جُداگانہ حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں.....!

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلمان کس ضابطہ، کس قاعدہ اور کس کلیہ کے تحت جُداگانہ قوم ہیں اور وہ کیا ہے جو ان کا محور و مرکز ہے اور انھیں سیکولر معاشرے میں ضم ہونے نہیں دیتا۔ جناح بذاتِ خود اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"یہ بات سوائے جہلا کے ہر کوئی جانتا ہے کہ قرآن مسلمانوں کا عمومی ضابطہ ہے — ایک مذہبی، سماجی، شہری، تجارتی، فوجی، عدالتی اور فوجداری ضابطہ۔ یہ مذہبی رسومات سے لیکر روزمرہ زندگی کے معاملات تک، روح کی نجات سے لیکر جسدِ خاکی کی صحت تک، انفرادی حقوق سے لیکر اجتماعی حقوق تک، اخلاقیات سے لیکر جرائم تک، دنیاوی سزا سے لیکر اُخروی سزا تک تمام اُمور کی تحدید کرتا ہے۔ پس اسلام محض روحانی عقائد و ہدایات یا رسوم و عبادات تک محدود نہیں۔ یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جو پورے مسلم معاشرے کو چلا رہا ہے، اور انفرادی اور اجتماعی زندگی کے ہر شعبے پر پوری طرح حاوی ہے"۔[۱۰]

قائداعظم کے اس قول سے یہ اُصولی بات معلوم ہوگئی کہ مسلم لیگ اگر کانگریس کے برعکس سیکولر نہیں بلکہ اپنی جداگانہ حکومت قائم کرنا چاہتی تھی تو اس بنا پر کہ اسلام کا ایک اپنا طرزِ حکومت اور سیاسی نظام ہے۔ یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس میں بچپن سے بلوغت تک، نوجوانی سے بڑھاپے تک، شادی بیاہ سے غمی موت تک، اولاد کے حقوق سے والدین کے حقوق تک، بیوی کے حقوق سے شوہر کے حقوق تک، پڑوسی کے حقوق سے محلہ داری تک، لین دین اور تجارت سے کھیتی باڑی اور زراعت تک، ملکی امور سے بین الاقوامی معاملات تک، اپنوں کی دوستی سے غیر مسلموں کے ساتھ تعلقات تک، حالتِ امن سے حالتِ جنگ تک پوری پوری راہنمائی موجود ہے۔ اسلام صرف عبادت و بندگی پر ہی زور نہیں دیتا بلکہ اخلاقیات، معاملات، معاشرت، سیاست اور حکومت تک کے احکامات کھول کھول کر بیان کرتا ہے۔ اس طرح اسلام واحد مذہب ہے جو دین دنیا کی تمام تعلیمات اپنے دامن میں سموئے ہوئے ہے۔

یوں قائداعظم نے اپنے افکار میں ایک مثالی اسلامی ریاست اور مسلم معاشرے کے خدوخال بیان کر دیئے کہ قرآن مسلمانوں کا مرکز ہے جس کے گرد ان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

گھومتی ہے۔ یعنی دین دنیا کا کوئی معاملہ ہو، مسلمان اغیار سے نہیں بلکہ اسلام سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں اسی لیے وہ اپنی جداگانہ حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

اب ایک عام فہم شخص بھی ان حقائق سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتا ہے کہ قائد اعظم شریعت کے نفاذ پر یقین رکھتے تھے۔ انھوں نے اپنی زندگی کا آخری عشرہ دو قومی نظریے کی بنیاد پر ایک اسلامی مملکت کے حصول کے لیے وقف کیا۔ جناح کی سیاسی جدوجہد کا یہ پس منظر اس امر پر واضح دلیل ہے کہ انھوں نے کبھی بھی سیکولر نظامِ حکومت کی بات نہیں کی۔ سیکولر نظامِ حکومت کی بات تو دور کی بات انھوں نے اپنی کسی تقریر میں "سیکولر" کا لفظ تک استعمال نہیں کیا۔ لہٰذا آج جو لوگ قائد اعظم کو سیکولر کہہ کر ان کی منزل کو سیکولر پاکستان کا نام دیتے ہیں، تو ان کے اس طرزِ عمل کو "نِری جہالت" یا پھر "کھلی منافقت" کے سوا بھلا اور کیا کہا جا سکتا ہے؟؟

پانچواں قول: قرآن ..... مسلمانوں کا آخری سہارا!

یہ ذکر ہے بیسویں صدی کے چوتھے عشرے کا۔ فرنگیوں کی ناانصافیاں اور ہندوؤں کا جبر بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ قیامِ پاکستان کی منزل قریب تو ہے مگر کشتی ہے کہ کنارے لگتی دکھائی نہیں دیتی۔ ایسے پُرالم حالات میں جناح تڑپ اٹھتے ہیں اور سوال و جواب کے انداز میں یوں مسلمانوں کا حوصلہ بڑھاتے ہیں:

> "وہ کیا ہے جو مسلمانوں کو جسدِ واحد کی طرح متحد رکھتا ہے اور جو سماج کا بنیادی اُصول اور سہارا ہے؟ وہ اسلام ہے اور وہ عظیم کتاب قرآن ہے جو ہندوستان کے مسلمانوں کا آخری سہارا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ (اس سہارے کے بل پر) ہم جیسے جیسے آگے بڑھیں گے وحدت بڑھتی ہی چلی جائے گی۔ ایک اللہ ..... ایک رسول ﷺ..... ایک کتاب..... اور ایک قوم"۔[11]

قائد اعظم نے اپنے اس بیان میں اُس راز کو کھول دیا جو مسلم معاشرے کا بنیادی ستون ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارا ایک رب، ایک نبی، ایک کتاب اور بحیثیتِ مسلمان ہم ایک قوم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہیں۔ اسلام ہمارا دین اور قرآن ہماری شیرازہ بندی کا ذریعہ ہے۔ یہی وہ مستحکم سہارا ہے جسے تھام کر ہمارے درمیان نہ صرف وحدت و مُحبت پروان چڑھے گی بلکہ ہماری کشتی بھی کنارے لگ جائے گی۔ اصل موضوع مگر یہ نہیں، بات دراصل یہ ہے کہ سیکولر معاشرے میں مذہب ہر شخص کا ذاتی معاملہ ہوتا ہے اور اجتماعی سطح پر لوگوں کو مذہبی احکامات کے تابع نہیں کیا جاتا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جناح تو یہاں معاشرے کا بنیادی اُصول ہی اسلام اور قرآن سے گہری وابستگی کو قرار دے رہے ہیں! وہ لوگوں کو اس جانب راغب کر رہے ہیں کہ اس سہارے کو تھام لو..... تمہاری کشتی کنارے لگ جائے گی!

ذرا سوچئے کہ جب لوگ اجتماعی سطح پر کتابُ اللہ کو تھام لیں گے تو یقینی بات ہے کہ وہ اس کے احکامات سے بندھ جائیں گے جس سے دین معاشرے میں از خود نافذ ہو جائے گا اور یہ بات سیکولرازم کی موت کے مترادف ہو گی!

اب یہ کیسے ممکن ہے کہ جناح کا وِژن تو سیکولر پاکستان ہو مگر وہ اسلام کو سماج کا بنیادی اصول قرار دے کر معاشرتی سطح پر اس کے سہارے آگے بڑھنے کا پرچار کریں.....! یہ کیسے سیکولر جناح ہیں جن کا خواب تو سیکولر ریاست ہے مگر اس کے لیے جو افرادی ٹیم اور معاشرہ تعمیر کیا جا رہا ہے اس کی بنیاد قرآن پر رکھ رہے ہیں.....! کاش سیکولر حضرات کو یہ بات سمجھ آجائے کہ اجتماعیت اور معاشرہ جب دینی احکامات کا پابند ہو جائے تو وہ معاشرہ سیکولر نہیں رہتا بلکہ اسلامی معاشرہ بن جاتا ہے۔ اور جناح پاکستان کے لیے جو معاشرہ تعمیر کر رہے ہیں اُس کا آغاز ہی اسلامی تعلیمات سے کر رہے ہیں!!

چھٹا قول: پارلیمانی جمہوری نظامِ حکومت غیر موزوں ہے!

6 مارچ 1940ء کو مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے طلبہ کے سامنے اپنے نظریات کا اظہار کرتے ہوئے قائداعظم محمد علی جناح نے فرمایا:

"دو سال قبل میں نے شملہ میں کہا تھا کہ ہندوستان کے لیے پارلیمانی جمہوری

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نظامِ حکومت غیر موزوں ہے۔ اس پر ہر جگہ کانگریسی اخبارات نے میری مذمت کی۔ مجھ سے کہا گیا کہ "تم اسلام کو نقصان پہنچانے کے مجرم ہو، کیونکہ وہ جمہوریت کی تلقین کرتا ہے"۔ مگر جہاں تک مجھے اسلام کا علم ہے، وہ ایسی جمہوریت کی وکالت نہیں کرتا جو غیر مسلم اکثریت کو مسلمانوں کی قسمت کا فیصلہ کرنے کا اختیار دے۔ ہم کوئی ایسا نظامِ حکومت تسلیم نہیں کر سکتے جس کی رُو سے ایک غیر مسلم اکثریت محض تعداد کی بنا پر ہم مسلمانوں پر حکومت کرے اور ہم پر غالب آجائے"۔[۱۲]

غور فرمایئے قائداعظم کس قدر صاحبِ بصیرت اور غیرت مند مسلمان تھے کہ انھوں نے ڈنکے کی چوٹ پر متحدہ ہندوستان میں پارلیمانی جمہوری نظامِ حکومت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا.....! کیوں؟ محض اس بنا پر کہ اس طرح ہندو اپنی اکثریت کے بل پر غالب آجاتے اور مسلمان ان کے محکوم بن جاتے۔ اور قائداعظم کو یہ بات کسی صورت برداشت نہ تھی کہ کفر کی حاکمیت ہو اور مسلمان محکوم بن کر زندگی گزاریں۔ وہ تو یہ چاہتے تھے کہ اسلام کی حاکمیت ہو تاکہ مسلمانوں کا بول بالا رہے۔

کیا سیکولر شخص ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ جناح اپنے قول کے آئینے میں دکھائی دے رہے ہیں.....؟ ہرگز نہیں۔ سو مان لیں کہ آج جو لوگ وطنِ عزیز میں سیکولرازم کے نفاذ کی سرتوڑ کوششیں کر رہے ہیں، وہ نہ صرف قائد کے تصورِ پاکستان کی بیخ کنی کر رہے ہیں بلکہ کفار کو یہ جواز بھی فراہم کر رہے ہیں کہ وہ ہمارے حاکم بن جائیں اور ہم ان کے ماتحت رہ کر زندگی بسر کریں..... یاللعجب!

اہم نکتہ:

یہاں ایک بنیادی سوال یہ اُٹھتا ہے کہ قائداعظم نے اگر متحدہ ہندوستان میں پارلیمانی جمہوری نظامِ حکومت کی مخالفت کی تو پاکستان میں انھوں نے اس نظام کو قدم رکھنے کی جگہ کیوں دی؟ جواب بہت آسان ہے؛ مشترکہ ہندوستان میں مسلمان اقلیت میں تھے اور پارلیمانی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جمہوری نظامِ حکومت میں ہندو اسی بات کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے حکومت پر چھا جاتے، قانون سازی وہ کرتے، فیصلے ان کے نافذ ہوتے اور یوں مسلمانوں کی تقدیر اور ان کے اُمور کی باگ ڈور غیر مسلموں کے ہاتھ میں چلی جاتی — جیسا کہ آج ہندوستان میں ہے۔ یعنی متحدہ ہندوستان میں جمہوریت تو ہوتی مگر شریعت کی حاکمیت غائب رہتی۔ سیکولر ریاست ہوتی مگر اسلامی ریاست کہ جو اقبال کا خواب تھا، کبھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو پاتا۔

پاکستان میں چونکہ اکثریت مسلمانوں کی تھی، اس لیے یہ خدشات تو تھے نہیں کہ یہاں غیر مسلم؛ مسلمانوں پر مسلط ہو کر ان پر حکومت کر سکیں گے۔ لہٰذا اسی فکر کے تحت جناح نے وطن عزیز میں جمہوری نظامِ حکوت کو قبول کر لیا۔

اب اگر جناح کو یہ اندازہ ہوتا کہ اس پارلیمانی جمہوری نظامِ حکومت کے پاکستان میں بھی وہی نتائج برآمد ہونے ہیں جو متحدہ ہندوستان میں نکلنے تھے، تو کسی بھی صورت وہ اس بیمار نظام کو پاکستان میں جگہ نہ دیتے۔ اس لیے کہ حاکم گورے ہوں یا کالے اور مسلمان غلام ہوں یا آزاد، ہر دو صورتوں میں اگر اسلام مغلوب رہے، شریعت خواب رہے اور قرآنی نظامِ حکومت کی حقیقت محض ایک وعدے کی حیثیت اختیار کر جائے تو مسلم قوم کے لیے لاکھوں جانی قربانیاں دے کر ایک آزاد و خود مختار ملک پانے کا کیا مطلب.....؟؟

افسوس کہ وہ تمام افراد جو سیکولرازم کے علمبردار ہیں اور جمہوریت ہی جن کا اوڑھنا بچھونا ہے، اس قدر بے بصیرت ہو چکے ہیں کہ وہ یہ معمولی بات بھی نہیں سمجھ سکتے کہ وہی جناح جو متحدہ ہندوستان میں جمہوریت کی مخالفت پر ڈٹ جاتے ہیں مگر پاکستان میں اسے قبول کر لیتے ہیں تو اس کی وجہ سوائے اس کے کچھ اور نہ تھی کہ ہندوستان میں اسلام ڈوب جانے کا خطرہ تھا جبکہ پاکستان میں ایسا کوئی خطرہ ان کے سامنے موجود نہ تھا۔ مگر کیا کیا جائے ان کرائے کے دانشوروں اور بناوٹی مفکروں کا جو یہ ڈھول پیٹتے رہتے ہیں کہ جناح پکے جمہوریت پسند تھے۔ سچی بات یہ ہے کہ یہ لوگ مغربی تہذیب سے مرعوب بیمار ذہنیت کے حامل ہیں جو کھرے کھوٹے میں فرق ہی نہیں کر سکتے۔ ان

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

میں یہ صلاحیت ہی نہیں کہ حق و باطل میں تمیز کر سکیں اور جابرِ وقت کے سامنے کلمۂ حق کہہ سکیں۔ یہ چڑھتے سورج کے پجاری ہیں اور ان میں یہ سکت کہاں کہ دورِ حاضر کے اس نئے بت کے سامنے سجدہ ریز ہونے سے انکاری ہو سکیں! سو یہ حضرات، جناح کے اس قول کا کیا جواب دیں گے جس میں وہ متحدہ ہندوستان میں جمہوریت پر اس لطیف انداز میں اعتراض وارِد کرتے ہیں:

> "ابتداً عرض ہے کہ جمہوریت کے معنی اکثریت کی حکومت ہے۔ اکثریت کی حکومت قومِ واحد میں قابلِ فہم ہے..... قومِ واحد میں ایک مربوط، ہم جنس نمائندہ حکومت سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن آپ کو محض چند لمحوں کے لیے سچائی تک رسائی کے لیے غور کرنا ہو گا۔ کیا ایسا نظام کبھی قابلِ عمل یا کامیاب ہو سکتا ہے جب دو مختلف قومیں—بلکہ دو سے زائد مختلف قومیں—اسی برصغیر میں بستی ہوں، جب دو بالکل مختلف معاشرے ہوں ایک مسلم اور دوسرا ہندو"۔[۱۳]

جناح اپنے اس بیان میں متحدہ ہندوستان میں جمہوری نظامِ حکومت کو قبول کرنے سے انکاری ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ہند میں، جہاں دو مختلف قومیں بلکہ دو بالکل مختلف معاشرے آباد ہیں، جمہوریت نہیں چل سکتی۔ حالانکہ ہم سب جانتے ہیں کہ سیکولر معاشرے میں اگر پچاس قومیں آباد ہوں تب بھی جمہوری نظام رواں دواں رہتا ہے تو جناح نے آخر کس تناظر میں مشترکہ ہندوستان میں جمہوریت کی ناکامی کا عندیہ دیا؟ سچی بات یہ ہے کہ جناح کی منزل سیکولر ریاست نہ تھی بلکہ دو قومی نظریے کی اساس پر ایک اسلامی مملکت کا قیام ہی ان کا مطمحِ نظر تھا۔ اس لیے کہ جہاں اسلام ہو گا وہاں سیکولرازم سے اس کا ٹکراؤ یقینی ہو گا اور ایسے میں جمہوریت کی گاڑی پٹڑی سے اتر جائے گی۔ پھر ہندوستان میں تو اکثریت ہندوؤں کی تھی جس کا مطلب ہندو راج تھا۔ ایسے میں اگر مشترکہ ہندوستان میں جمہوری نظام قبول کر لیا جاتا تو وہاں ہندو راج نافذ ہو جاتا جس سے نہ صرف مسلمانوں کے معاشی حقوق و مفادات داؤ پر لگ جاتے بلکہ ان کی تہذیب، تمدن، معاشرت، ثقافت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اور دین، جس کی حاکمیت انھیں مطلوب تھی، قصہ پارینہ بن جاتے۔ چنانچہ **24 اپریل 1943ء** کو دہلی میں آل انڈیا مسلم لیگ کے صدارتی خطاب کے دوران اسی حقیقت کو آشکار کرتے ہوئے قائد اعظم نے فرمایا:

> "جب آپ جمہوریت کی بات کرتے ہیں تو آپ قطعی طور پر بد دیانت ہوتے ہیں۔ جب آپ جمہوریت کی بات کرتے ہیں، تو آپ کی مُراد ہندو راج ہوتا ہے جو مسلمانوں پر مسلط ہو گا، ایک بالکل مختلف قوم پر جو ثقافت میں بلکہ ہر چیز میں مختلف ہے۔ آپ تو خود ہی ہندو قوم پرستی اور ہندو راج کے لیے کوشاں ہیں"۔[۱۴]

یہاں سے معلوم ہوا کہ جناح جمہوریت کو خدائی نظام نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ اس کے دجل و فریب اور عیوب و نقائص سے بخوبی واقف تھے۔ متحدہ ہندوستان میں وہ جمہوریت کے زبردست ناقد رہے لیکن پاکستان میں انھوں نے اس نظام کو قبول کیا تو اس حُسنِ ظن پر کہ اس سے مسلمانوں کا مقصد فوت نہ ہو گا؛ یعنی شریعت نافذ رہے گی، اسلام کی حاکمیت پر کوئی آنچ نہ آئے گی اور اسلامی تاریخ کے عدل و انصاف اور رواداری و مساوات کے زرّیں اُصولوں پر معاشرہ رواں دواں رہے گا۔ چنانچہ جمہورت کے اسی تصور کو ذہن میں رکھتے ہوئے وہ فرماتے ہیں:

> "ہم نے تو جمہوریت 1300 برس قبل ہی سیکھ لی تھی۔ یہ ہمارے خون میں سمائی ہوئی ہے جبکہ یہ ہندو سماج سے اتنی ہی دور ہے جتنا کہ قطب شمالی کے علاقے"۔[۱۵]

اب اس امر پر غور کیجیے کہ یہ کون سی جمہوریت ہے جو ہمارے خون میں رچی بسی ہوئی ہے اور جسے ہم تیرہ صدیاں قبل ہی سیکھ چکے تھے؟ یہ ہے معاشرتی مساوات، بے لاگ عدل و انصاف اور رواداری کے سنہرے اسلامی اُصول جنھیں جناح جمہوریت کے لفظ سے تعبیر کر رہے ہیں۔ یعنی اسلامی ریاست میں مسلم ہوں یا غیر مسلم؛ قانون کی نظر میں سب برابر ہوں گے، ہر ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

کو اپنے مذہب کے مطابق جینے کی آزادی ہو گی، بنیادی انسانی حقوق سب کے لیے یکساں ہوں گے اور مذہب کی بنیاد پر کسی پر جبر نہیں کیا جائے گا۔ چنانچہ قیامِ پاکستان کے بعد جب یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ پاکستان میں شریعت نافذ نہیں ہو گی کہ اس سے اقلیتوں کی جان و مال کو خطرات لاحق ہوں گے، تو **25 جنوری 1948ء** کو جناح نے کراچی میں وکلا کے سامنے ان حضرات کی، جو نفاذِ شریعت کی نفی اور اقلیتوں کے عدم تحفظ کے متعلق شکوک و شُبہات پھیلا رہے تھے، واضح اور دوٹوک لفظوں میں تردید کرتے ہوئے کہا:

> "میں ان لوگوں کی بات نہیں سمجھ سکتا جو دیدہ و دانستہ اور شرارت سے یہ پروپیگنڈا کرتے رہتے ہیں کہ پاکستان کا دستور شریعت کی بنیاد پر نہیں بنایا جائے گا۔ اسلام کے اصولِ عام زندگی میں آج بھی اسی طرح قابلِ اطلاق ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے۔
>
> میں ایسے لوگوں کو، جو بدقسمتی سے گمراہ ہو چکے ہیں، یہ صاف صاف بتا دینا چاہتا ہوں کہ نہ صرف مسلمانوں کو، بلکہ یہاں غیر مسلموں کو بھی کوئی خوف و ڈر نہیں ہونا چاہیے۔ اسلام اور اس کے نظریات نے ہمیں جمہوریت کا سبق دے رکھا ہے۔ ہر شخص سے انصاف، رواداری اور مساوی برتاؤ اسلام کا بنیادی اصول ہے۔ پھر کسی کو ایسی جمہوریت، مساوات اور آزادی سے خوف کیوں لاحق ہو جو انصاف، رواداری اور مساوی برتاؤ کے بلند ترین معیار پر قائم کی گئی ہو۔ ان کو کہہ لینے دیجیے۔ ہم دستورِ پاکستان بنائیں گے اور دنیا کو دکھائیں گے کہ یہ رہا ایک اعلیٰ آئینی نمونہ!"[۱۶]

قائد اعظم نے اپنے اس بیان میں ان تمام لوگوں کو گمراہ، شرارتی اور فسادی قرار دیا جو یہ پروپیگنڈا کر رہے تھے کہ پاکستان کے آئین کی بنیاد شریعت پر مبنی نہیں ہو گی۔ پھر انھوں نے یہ کہہ کر آئینِ پاکستان کے شریعت پر مبنی ہونے کا اثبات فرمایا کہ "اسلام کے اصولِ عام زندگی میں

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آج بھی اسی طرح قابلِ اطلاق ہیں جس طرح تیرہ سو سال پہلے تھے"۔ اس کے ساتھ ہی انھوں نے اقلیتوں کو بھی ان الفاظ میں احساسِ تحفظ فراہم کیا کہ "ہر شخص سے انصاف، رواداری اور مساوی برتاؤ اسلام کا بنیادی اصول ہے"۔ لہٰذا ایسی پاکیزہ شریعت اور جمہوریت سے آپ کو گھبرانے یا خوف زدہ ہونے کی قطعاً ضرورت نہیں۔

اب یہ بات عیاں ہو گئی کہ متحدہ ہندوستان میں جمہوریت کی مخالفت کی گئی تو اس بنیاد پر کہ اس سے ہندو راج نافذ ہو جاتا۔ اور پاکستان میں جمہوریت لائی گئی تو اس یقین کے ساتھ کہ شریعت نافذ رہے گی جو نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کے لیے بھی باعثِ رحمت ہو گی۔ بدقسمتی دیکھیے کہ قیامِ پاکستان کے لگ بھگ ایک سال بعد جناح اس دارِ فانی سے کوچ کر گئے اور اس دوران جتنا عرصہ وہ حیات رہے، بیماری سے جنگ اور مہاجرین کی آبادکاری جیسے مسائل سے نبرد آزما رہے۔ یوں وہ دستور جو قرآنی تعلیمات پر مبنی ہونا تھا اور جسے عملاً نافذ کر کے دنیا پر اس کے ثمرات آشکار کرنے تھے، اِک خواب و خیال بن کر رہ گیا۔

افسوس کہ جناح کی جیب میں پڑے کھوٹے سکوں نے جمہوری نظام تو اپنا لیا مگر وہ سوچ جو اس کی پُشت پر کارفرما تھی، اسے دفن کر دیا۔ سچی بات یہ ہے کہ ان کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنے خاندان کے لیے ایک گائے خرید کر لائے اور کہے کہ اس گائے سے اصل مقصود تو دودھ حاصل کرنا ہے، مگر اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ یہ گوبر دیتی ہے جسے تھاپ کر اس کے اوپلوں سے تم لوگ چولھا جلا سکتے ہو۔ پھر ایسا ہو کہ وہ شخص تو گزر جائے اور گائے دودھ دینا چھوڑ دے۔ مگر وہ نادان خاندان اس بنا پر گائے سے چمٹا رہے کہ دودھ سے ہمیں کیا لینا دینا، دودھ ملے یا نہ ملے گوبر تو مل ہی رہا ہے، بس یہی ہمارے لیے کافی ہے.....!!

اب حال یہ ہے کہ عوام بے چارے صحت، غذائیت، تعلیم، روزگار اور پینے کے صاف پانی تک کو ترس رہے ہیں تو دوسری جانب حکامِ وقت کی موج مستیاں اور بدعنوانیاں عُروج پر ہیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ جمہوریت دونوں ممالک میں ہے اور وہ اساسی فرق جو عملاً ان کے مابین درکار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تھا، مفقود ہو گیا؛ اسلامی قوانین پاکستان میں رائج ہیں اور نہ ہندوستان میں! شراب کا کاروبار یہاں بھی حلال اور وہاں بھی جائز! سودی نظامِ معیشت دونوں جگہ جڑ پکڑ چکا! قرآن ہمارا دستور ہے اور نہ برہمن کا اور شریعت کا نفاذ دونوں جگہ یکساں غائب ہے! آج اگر قائد اعظم زندہ ہوتے تو اس پارلیمانی جمہوری نظامِ حکومت کے کرشمے دیکھ کر یقیناً پاکستان میں بھی اس کی اُسی طرح مخالفت کرتے جیسا کہ متحدہ ہندوستان میں کی تھی۔ اس لیے کہ قوم سے ان کا یہ وعدہ تھا کہ پاکستان کا مطلب لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ یعنی اسلام کی نشاۃ ثانیہ ہے۔

حاصل یہ کہ پاکستان جمہوریت نہیں بلکہ دو قومی نظریے کی بنیاد پر بنا اور تحریکِ پاکستان کے عروج پر یہ نعرہ لگا؛ بٹ کے رہے گا ہندوستان..... بن کے رہے گا پاکستان..... پاکستان کا مطلب کیا؟..... لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ! مگر سیکولر حضرات کی عیاری دیکھیے کہ ان لوگوں نے جمہوریت، جمہوریت کی ایسی مالا جپی کہ آج ہم شریعت کو بھول کر جمہوریت ہی کو کُل سمجھ بیٹھے ہیں! ہمارا قافلہ لُٹ چکا اور ہمیں خبر ہی نہیں کہ ہمارے ساتھ ہوا کیا ہے!

؎ وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

ساتواں قول: پاکستان..... ہمارے لیے زندگی اور موت کا مسئلہ!

23 مارچ 1945ء کو یومِ پاکستان کے موقع پر قائداعظم نے فرمایا:

"ہندوستان کے مسلمان اُس وقت تک مطمئن نہیں بیٹھ سکتے جب تک کہ ہم برصغیر کے شمال مغربی اور مشرقی خطوں میں مکمل طور پر پاکستان کو حاصل اور قائم نہیں کر لیتے۔ یہ، جیسا کہ آپ واقف ہیں، ہندوستان کے مسلمانوں کی زندگی اور موت کی جدوجہد ہے۔

پاکستان ہی میں ہماری نجات، تحفظ اور عزّت مضمر ہے۔ اگر ہم ناکام ہوئے تو مٹ جائیں گے اور برصغیر میں مسلمانوں اور اسلام کا نام و نشان تک باقی نہ رہے گا۔ یہ وہ عظیم الشان مقصد ہے جو آپ کے سامنے ہے۔ اس لیے آج

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اپنے قومی دن پر میں پھر اپیل کرتا ہوں کہ زندگی کے ہر ہر شعبے میں خود کو منظم کریں اور آل انڈیا مسلم لیگ کے پرچم تلے جمع ہو جائیں"[۱۷]

غور کیجیے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی زندگی کا سب سے بڑا اور عظیم مقصد، جسے جناح نے یہاں اُجاگر کیا، پاکستان کا حصول اور اس کا قیام تھا۔ محمد علی جناح نے اسے اسلامیانِ ہند کی زندگی اور موت کا معاملہ قرار دیا اور یہاں تک کہہ ڈالا کہ اگر پاکستان قائم نہ ہو سکا تو برصغیر سے اسلام اور مسلمانوں کا خاتمہ ہو جائے گا.....!

سوال مگر یہ ہے کہ مسلمان تو آج بھی کروڑوں کی تعداد میں ہندوستان میں موجود ہیں۔ کیا وہاں سے اسلام مٹ گیا..... ؟ کیا وہاں کے مسلمان اپنے دین پر عمل پیرا نہیں..... ؟ کیا وہاں مساجد و مدارس آباد نہیں..... ؟ کیا وہاں کے سرکاری و نیم سرکاری اداروں میں مختلف عُہدوں پر مسلمان فائز نہیں..... ؟ یقیناً ہیں۔ تو کیا وجہ تھی کہ جناح نے متحدہ ہندوستان کو اسلام اور مسلمانوں کی موت سے تعبیر کیا..... ؟ وجہ صاف ظاہر ہے۔ مفکرِ پاکستان نے اسے یوں واضح کیا:

مُلّا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اِجازت ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

کہنے کو تو مسلمان آج امریکہ و افریقہ میں بھی موجود ہیں، یورپ اور آسٹریلیا میں بھی موجود ہیں، لیکن اسلام، نظامِ خلافت اور نفاذِ شریعت کی صورت میں کہیں موجود نہیں۔ اسلام کا اپنا ایک سیاسی نظام اور طرزِ حکومت ہے جو کہیں نافذ نہیں! اس اعتبار سے اسلام کہیں غالب نہیں اور شوکت اسلام کے ضمن میں مسلمانوں کا ہونا نہ ہونا برابر ہے.....!

اب دنیا میں اسلام اور اہل اسلام کو عظمت و سربلندی کیسے مل سکتی ہے؟ اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ ریاست بھی اسلامی احکامات کے تابع رہے۔ لوگوں کے انفرادی، اجتماعی اور معاشرتی معاملات کتاب و سُنّت کی تعلیمات کی روشنی میں طے پائیں اور ان اُمور میں ریاست خود ان پر نگران رہے۔ نیز یہ کہ سیاست کو دین سے جُدا نہ کیا جائے بلکہ سیاسی اُمور بھی دائرۂ اسلام ہی میں رہتے ہوئے سرانجام دیئے جائیں۔ یہی اسلام کو مطلوب ہے اور یہی وہ فکر تھی جو

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمانانِ ہند کے پیشِ نظر تھی۔ چنانچہ قائد ملّت لیاقت علی خان نے اعترافِ حقیقت کے طور پر برملا یہ اظہار کیا:

> "ہمارے اور قائداعظم کے مطالبۂ پاکستان کی واحد وجہ برصغیر میں ایک ایسے وطن کا حصول تھا جہاں مسلمان اپنے طور طریقوں کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ ہم چاہتے تھے کہ پاکستان ایک ایسی تجربہ گاہ ہو جہاں ہم اسلامی اصولوں — جو کہ دنیا میں اعلیٰ ترین ہیں — پر عمل کر سکیں اور اس طرح دنیا کو عملاً دکھا سکیں کہ اسلام نے تیرہ صدیاں قبل جو تعلیم دی تھی، وہ آج بھی اسی طرح مطلوب ہے جیسے اس وقت تھی۔ ہمیں ہرگز یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ یہی وہ جذبہ تھا اور اسی کی پکار پر لبیک کہتے ہوئے ہزارہا مسلمانوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے اور قریباً 70 لاکھ مسلمان اپنے آبائی گھروں سے ہاتھ دھو بیٹھے اور انتہائی خستہ حالت اور غربت کے عالم میں انھوں نے ہندوستان سے پاکستان ہجرت کی"۔[۱۸]

ذرا سوچیے کہ اگر پاکستان کے طرزِ حکومت کی تعمیر اسلامی اصولوں پر رکھ کر یہاں شریعت نافذ نہ کی جائے تو وہ تمام وعدے جھوٹے ثابت ہو جاتے ہیں جو قیامِ پاکستان سے قبل مسلمانانِ ہند سے کیے گئے تھے۔ نیز یہ کہ شریعت نافذ کیے بغیر ہم دنیا پر کیونکر ثابت کر سکتے ہیں کہ اسلام نے صدیوں قبل جو تعلیم دی تھی وہ آج بھی اسی طرح مطلوب ہے جیسا کہ اس وقت تھی؟ گویا اس طرح تو وجودِ پاکستان کا مقصد ہی فوت ہو جاتا ہے اور ان لاکھوں مسلمانوں کی قربانیاں بھی رائیگاں جاتی ہیں جنھوں نے اسلام کا شاندار ماضی دیکھنے کی خاطر ہجرت کی صعوبتیں جھیلی تھیں!!

آٹھواں قول: یہ مملکت بذاتِ خود مقصود نہ تھی.....!

اکتوبر 1947ء کو قائداعظم نے وطن عزیز کی مسلح افواج کے افسروں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"پاکستان کا قیام جس کے لیے ہم نے گزشتہ دس سالوں سے جدوجہد کی ہے، آج اللہ کے فضل سے ایک زندہ حقیقت ہے۔ لیکن اپنے لیے ایک مملکت کی تخلیق بذاتِ خود مقصود نہ تھی بلکہ مقصود کے حصول کا ایک ذریعہ تھی۔ ہمارا نظریہ یہ تھا کہ ہم ایک ایسی مملکت تخلیق کریں جہاں ہم آزاد انسانوں کی طرح رہ سکیں، ہم اپنی تہذیب و تمدن کی روشنی میں پھلیں پھولیں اور جہاں اسلامی معاشرتی انصاف کے اصولوں کو آزادانہ تعمیل میسر ہو"۔[۱۹]

سیکولر طبقہ وطن عزیز کی تاریخ بدلنا چاہتا ہے لیکن قربان جایئے بانیٔ پاکستان پر کہ قیامِ پاکستان کے فوراً بعد وہ پاکستان کی وجہ جواز بیان کر گئے۔ پاک وطن کی مسلّح افواج کے افسروں پر انھوں نے واضح کیا کہ پاکستان کی صورت میں حاصل کیا گیا خطہ زمین بے نتیجہ و بے مقصد نہیں بلکہ ایک بڑے مقصد کا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔ یہ ریاست خود مقصود نہیں بلکہ یہ نشانِ منزل کی طرف آغازِ سفر کی تمہید ہے۔ واضح رہے کہ ہم مملکت چاہتے تھے تاکہ ہمیں حُریت و آزادی نصیب ہو، ہماری تہذیب و ثقافت محفوظ رہے اور اسلامی اصولوں کو پوری طرح پھلنے پھولنے کا موقع مل سکے۔

اگر ماضی کے اوراق اُلٹے جائیں تو بات شروع ہوتی ہے فرنگی راج سے جہاں برصغیر کے مسلمان انگریزوں کی غلامی میں جکڑے ہوئے تھے اور ان کے چلے جانے کے بعد، اقلیت میں ہونے کی بنا پر، وہ یقینی طور پر ہندوؤں کے محکوم بن کر رہتے۔ چونکہ مسلمان فطری طور پر حریت پسند واقع ہوئے ہیں، اس لیے وہ ان دونوں قوموں کی غلامی سے نجات چاہتے تھے۔ **فروری 1940ء** کو اسی نکتہ کی وضاحت میں قائداعظم نے فرمایا تھا: "ہم نہ برطانیہ کو اپنے اُوپر اقتدار قائم کرنے دیں گے اور نہ کانگریس کو۔ ہم دونوں کے اثرات سے آزاد رہنا چاہتے ہیں"۔[۲۰]

نیز مسلمانوں کو اپنی تہذیب و ثقافت پر، جو کہ دنیا میں اعلیٰ و ارفع ہے، اوّل دن سے ناز رہا ہے۔ مگر متحدہ ہندوستان میں کانگریس ہندو راج قائم کرنے کا خواب دیکھ رہی تھی جس سے اسلامی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تہذیب و تمدن مٹ جانے کا خدشہ تھا۔ یہی وجہ تھی کہ مسلمانانِ ہند ایک آزاد اور خود مختار ریاست چاہتے تھے تاکہ اُن کی شناخت، اُن کے حقوق و مفادات، اُن کی تہذیب و ثقافت اور اسلامی اقدار و روایات محفوظ رہ سکیں۔

سب سے بڑھ کر یہ کہ اسلام ایک مکمل نظامِ زندگی اور دینِ فطرت ہے۔ اس میں فرد کے نجی معاملات سے لے کر خاندان، نسل، قوم، معاشرہ اور ریاست تک تمام راہ نُما اصول موجود ہیں۔ اسلام نے جہاں فرد کے حقوق اور ترجیحات کو تحفظ دیا ہے وہیں اجتماعیت کا مفاد بھی ملحوظِ خاطر رکھا ہے۔ اسلام نے اپنے تمام احکام و مسائل اور اخلاقی ہدایات میں فرد اور اجتماع کے درمیان توازن قائم رکھا ہے تاکہ عدل قائم ہو سکے۔ اسلام کے اسی امتیازی وصف کے سبب مسلم رہنماؤں کی یہ شدید خواہش تھی کہ پاکستان کا قیام عمل میں لایا جائے تاکہ انصاف کے اسلامی اصولوں کو آزادئ عمل نصیب ہو اور دکھی انسانیت سکھ کا سانس لے سکے۔ اس طرح پاکستان، برصغیر میں اسلامی معاشرے کے قیام کی طرف پہلا قدم تھا۔ چناچہ قائد ملّت لیاقت علی خان نے کیا خوب فرمایا:

> "پاکستان کو مضبوط سے مضبوط تر بنانے کے لیے آپ کو جدوجہد کرنی چاہیے تاکہ ہم دنیا کو للکارنے کے قابل بن سکیں کہ اسلام ہی، جس کے اعلیٰ و ارفع اُصولوں پر پاکستان کی تعمیر ہو رہی ہے، دنیاوی امن اور خوشحالی کا واحد راستہ ہے"۔[۲۱]

لہٰذا یہ ابہام تو کہیں بھی نہیں کہ پاکستان ایک نظریاتی ریاست ہے اور اسلام اس کے خمیر میں شامل ہے۔ سو تحریکِ پاکستان کی جدوجہد کا یہ پس منظر اس امر کو واضح کرنے کے لیے کافی ہونا چاہیے کہ پاکستان کی صورت میں حاصل کی گئی یہ ریاست بذاتِ خود مقصود نہ تھی بلکہ نظریاتی بنیادوں پر ایک اسلامی مملکت کا قیام ہی اسلامیانِ ہند کا اصل مقصود تھا۔ اگر ہم اس نظریے پر کاربند رہتے ہوئے وطنِ عزیز میں اسلام کو عملاً نافذ کرتے تو ہمیں ان بحرانوں کا سامنا نہ کرنا پڑتا جن سے گزشتہ کئی برسوں سے ہمیں سابقہ پڑ رہا ہے۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نواں قول: عہد کیجیے کہ پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنانا ہے!

30 اکتوبر 1947ء کو لاہور میں جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے قائداعظم نے فرمایا:

> اگر ہم قرآنِ کریم سے تحریک و رہنمائی حاصل کریں تو فتح، میں پھر کہتا ہوں، بالآخر ہماری ہو گی..... میں ابھی آپ لوگوں سے فقط یہی مطالبہ کرتا ہوں کہ ہم میں سے ہر وہ شخص جس تک یہ پیغام پہنچے، پاکستان کو اِسلام کا قلعہ بنانے کا عہد کرے اور اس کے لیے، اگر ضرورت پڑے تو، اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو جائے"۔[۲۲]

قائداعظم نے یہ الفاظ قیامِ پاکستان کے ٹھیک ڈھائی ماہ بعد لاہور میں جلسۂ عام سے خطاب کرتے ہوئے کہے تھے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب پاکستان قائم ہو چکا، برصغیر کے مسلمان انگریزوں اور ہندوؤں کے جبر و تسلط سے نجات پا چکے، تو آخر وہ کون سی فتح ہے جسے پانے کے لیے بابائے قوم، قوم سے پُرزور مطالبہ کر رہے ہیں کہ وہ اس کے لیے اپنا سب کچھ قُربان کر دیں.....؟ حقیقت یہ ہے سب سے بدھو اور بے وقوف انسان بھی یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ "سیکولر ریاست" جناح کی منزل نہ تھی۔ اگر سیکولر ریاست ان کی منزل ہوتی یا ان کا مقصد فقط حُریت و آزادی ہوتا، تو تشکیلِ پاکستان کے بعد وہ قرآنِ کریم سے تحریک حاصل کرنے کی بات کرتے نہ لوگوں سے پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنانے کا عہد لیتے!

تاریخی حقیقت یہ ہے کہ قیامِ پاکستان کے ابتدائی ایّام وطنِ عزیز کے لیے انتہائی نازک اور کٹھن ثابت ہوئے؛ تقسیم پُرامن نہ ہوئی بلکہ خونریز کر دی گئی۔ پاکستان کے کئی علاقے؛ گورداس پور، فیروز پور اور زیرہ، ہندوستان کے حوالے کر دیئے گئے۔ حیدر آباد دکن، جونا گڑھ اور جموں و کشمیر پر انڈیا نے غاصبانہ قبضہ کر لیا۔ پاکستانی اثاثے؛ تقریباً ایک ارب روپے، بھارت نے ضبط کر لیے اور عسکری سازوسامان جو اسے ملنا تھا، ہتھیا لیا گیا۔ نیز 65 لاکھ مسلمانوں کی پاکستان ہجرت نے انتظامیہ اور ملکی معیشت پر ایک بھونچال کی سی کیفیت طاری کر دی جس سے نمٹنا کوئی سہل کام نہ تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ایسے گمبھیر ملکی عوامی مسائل اور تشویشناک اقتصادی بحرانی حالات میں قائد اعظم نے مسلمانوں کو حوصلہ دیتے ہوئے ان سے فقط دو باتوں کا مطالبہ کیا تھا؛ پاکستان کو استحکام بخشنا اور اسے اسلام کا قلعہ بنانے کی عملی جِدُّ و جُہد کرنا۔ انھوں نے فرمایا:

"ہم ایک ایسی گہری اور منظم سازش کا شکار رہے ہیں جسے دیانت، شُجاعت اور شرف و عزّت کے بنیادی اُصولوں کو پامال کرتے ہوئے بروئے کار لایا گیا ہے۔ ہم اپنے رب کے شُکر گزار ہیں کہ اُس نے ہمیں بدی کی ان قوتوں کے خلاف لڑنے کا عزم و یقین عطا فرمایا۔ اگر ہم قرآنِ کریم سے تحریک و رہنمائی حاصل کریں تو فتح، میں پھر کہتا ہوں، بالآخر ہماری ہو گی..... میں ابھی آپ لوگوں سے فقط یہی مطالبہ کرتا ہوں کہ ہم میں سے ہر وہ شخص جس تک یہ پیغام پہنچے، پاکستان کو اِسلام کا قلعہ بنانے کا عہد کرے اور اس کے لیے، اگر ضرورت پڑے تو، اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو جائے"۔ [۲۳]

اور یہ ارشاد فرمایا تھا:

"اس کے ساتھ ہی اپنا حوصلہ بھی بلند رکھیے۔ موت سے مت گھبرائیے۔ ہمارا دین ہمیں موت کے لیے ہر وقت تیار رہنے کی تعلیم دیتا ہے۔ ہمیں پاکستان اور اِسلام کے وقار و عزّت کی خاطر اس کا سامنا بہادری سے کرنا چاہیے۔ مسلمان کے لیے کسی نیک مقصد کی خاطر شہادت کی موت سے بڑھ کر کوئی نجات نہیں"۔ [۲۴]

قابلِ غور بات یہ ہے کہ ایک ایسے وقت میں کہ جب پاکستان اپنی تعمیر کے ابتدائی مراحل طے کر رہا تھا، قائد اعظم نے سیکولر اِزم کا پرچار نہیں کیا بلکہ تمام پاکستانیوں سے یہ پختہ عہد لیا کہ وہ مملکتِ خداداد پاکستان کو اِسلام کا قلعہ بنانے کی سعی کریں خواہ اس کی خاطر انھیں اپنی جان سے گزر جانا پڑے! خدارا سوچیے کہ اگر جناح سیکولر ہوتے تو کیا وہ مسلمانوں سے پاکستان کو اسلام کا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قلعہ بنانے کا عہد لیتے.....؟ کیا وہ عظمتِ اسلام کی خاطر باطل سے ٹکرا کر مسلمانوں کو جامِ شہادت پینے کا درس دیتے.....؟ کیا وہ داخلی اور خارجی ملکی مسائل کے حل کے لیے کتابُ اللہ سے تحریک پانے پر زور دیتے.....؟ کیا یہی سیکولر ازم ہے.....؟

﴿فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ﴾
(الحج ۲۲:۴۶)

"حقیقت یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں جو سینوں میں ہیں"۔

دسواں قول (جناح کی واحد خواہش):

قائداعظم محمد علی جناح کی زندگی کی واحد خواہش کیا تھی؟ اب یہ بھی انہی کی زبانی سن لیجیے:

"مسلمانو! میں نے دنیا کو بہت دیکھا۔ دولت، شُہرت اور عیش و عشرت کے بہت لطف اٹھائے ہیں۔ اب میری زندگی کی واحِد تمنا یہ ہے کہ مسلمانوں کو آزاد اور سربلند دیکھوں۔ میں چاہتا ہوں کہ جب مروں تو یہ یقین اور اطمینان لے کر مروں کہ میرا ضمیر اور میرا خدا گواہی دے رہا ہو کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غداری نہیں کی اور مسلمانوں کی آزادی، تنظیم اور مدافعت میں اپنا فرض ادا کر دیا۔ میں آپ سے اس کی داد اور شہادت کا طلبگار نہیں ہوں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ مرتے دم میرا اپنا دل، ایمان اور ضمیر گواہی دے کہ جناح تم نے واقعی مدافعت اسلام کا حق ادا کر دیا۔ جناح تم مسلمانوں کی تنظیم، اتحاد اور حمایت کا فرض بجالائے۔ میرا خدا یہ کہے کہ بے شک تم مسلمان پیدا ہوئے اور کفر کی طاقتوں کے غلبے میں عَلَمِ اِسلام کو سربلند رکھتے ہوئے مسلمان مرے"۔[۲۵]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جناح سیکولر تھے، لبرل تھے، بے دین جمہوریت کے علمبردار تھے یا پھر دفاعِ اسلام کی خاطر ایک اسلامی مملکت کے قیام کے لیے کوشاں تھے، اسے سمجھنے کے لیے ان کا مذکورہ قول تابوت میں آخری کیل کے مترادف ہے۔ اپنے اس قول میں وہ کہتے ہیں کہ میری یہ آرزو اور تمنا ہے کہ جب میں مروں، تو اس یقین پر مروں کہ میرا خدا بذاتِ خود گواہی دے رہا ہو کہ جناح نے اسلام سے خیانت اور غداری نہیں کی۔ میرا اپنا ضمیر اور دل اس اَمر پر شاہد ہو کہ جناح نے اسلام کے دفاع کا حق ادا کر دیا۔

پہلی بات جو یہاں سمجھ لینی ضروری ہے وہ یہ کہ اسلام کا دفاع ہے کس چیز کا نام۔ خیال رہے اسلام کا دفاع یہ نہیں کہ سیکولر نظامِ حکومت مسلمانوں پر تھونپ دیا جائے، بلکہ دفاعِ اسلام یہ ہے کہ اسلام کا اپنا طرزِ حکومت اور شرعی نظام ملک میں رائج کیا جائے۔ اگر ہندو راج اور سرمایہ دارانہ نظام کے بالمقابل جناح بھی سیکولرازم کا پرچم تھام لیتے تو کون کہتا کہ انھوں نے اسلام کے دفاع کا حق ادا کیا.....!!

اب ذرا آگے بڑھ کر اس مسئلہ کا جائزہ لیجیے کہ برصغیر پاک و ہند کے مسلمان چاہتے کیا تھے اور انھوں نے جناح کو اپنا رہنما منتخب کیا تو کس بنیاد پر کیا؟ اس حوالے سے "اقبال کے خطوط جناح کے نام" ہماری واضح رہنمائی کرتے ہیں۔ اقبال اپنے ایک خط میں جناح کو حالات کی سنگینی سے آگاہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ مصائب و آلام کا ایک طوفان ہے جو ہند کے مسلمانوں پر آیا چاہتا ہے۔ ایسے میں انھیں ایک عبقری قائد کی ضرورت ہے جو ان کے دین دنیا کا دفاع کرتے ہوئے ان کا بیڑہ پار لگا سکے۔ اور ان حالات میں مسلم قوم صرف آپ کی ذاتِ گرامی سے محفوظ رہنمائی کی توقع کا حق رکھتی ہے۔

اب خطوط کا ایک تسلسل ہے جو اقبال اور جناح کے مابین جاری رہتا ہے۔ ایک موقع پر وہ جناح کو لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے مسائل کا واحد حل شریعت کا نفاذ ہے۔ لیکن متحدہ ہندوستان میں اسلامی قوانین کا نفاذ چونکہ ممکن نہیں، اس لیے ضرورت اس بات کی ہے کہ ملک کو ایک یا زیادہ مسلم

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ریاستوں میں تقسیم کیا جائے جہاں مسلمانوں کی واضح اکثریت ہو۔ پھر وہ معنیٰ خیز انداز میں جناح سے پوچھتے ہیں کہ آپ کے خیال میں کیا اس مطالبے کا وقت اب نہیں آن پہنچا؟

اس پورے معاملے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ جناح نے بذاتِ خود علامہ کے خطوط کو کتابی شکل دی اور ساتھ ہی پیش لفظ لکھ کر ان کے خیالات سے مکمل اتفاق فرمایا[۲۶]۔ یہ امر اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ جناح بھی شریعت کے نفاذ کی خاطر ایک اسلامی مملکت کا قیام چاہتے تھے۔ اس بات کا ثبوت یہ بھی ہے کہ قرار دادِ پاکستان کے تاریخی اجتماع کے موقع پر انھوں نے دو قومی نظریے کی بنیاد پر مسلمانانِ ہند کے لیے ایک الگ وطن کا مطالبہ کیا۔

اب آپ بتلائیے کہ اگر جناح قیامِ پاکستان کے بعد اپنے دعوؤں سے مکر جائیں اور وطن عزیز کے سیکولر ریاست ہونے کا اعلان کر دیں، تو کون کہے گا کہ انھوں نے اسلام کے دفاع کا حق ادا کیا..... ؟ کیا ان کا اپنا ضمیر گواہی دے گا کہ انھوں نے مسلم قوم سے غداری نہیں کی .....؟ کیا بارگاہِ ربُّ العزت میں انھیں یہ شرف و اعزاز ملنے کی اُمید ہو گی کہ کفر کی طاقتوں کے غلبے میں وہ اسلامی پرچم سربلند رکھنے کا حق ادا کرتے ہوئے مرے.....؟

لہٰذا بے دین جمہوریت کے علمبرداروں کا یہ کہنا کہ جناح پاکستان کو ایک سیکولر ریاست بنانے کے خواہاں تھے، قائد کی شخصیت پر ایک بہتانِ عظیم ہے اور انھیں دین و ملّت سے خائن قرار دے دینے کے مترادف ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ قائداعظم ایک سچے اور راست گو انسان تھے۔ وہ اپنے رب کے سامنے جواب دہی کا احساس رکھتے تھے اور ان کی یہ دیرینہ خواہش تھی کہ مسلمان ایک آزاد قوم کی مانند سرخرو اور سربلند رہیں۔ ان کے اقوال اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں کہ وہ ایک اسلامی مملکت کا قیام اور شریعت کا نفاذ چاہتے تھے۔ انھوں نے کہا کہ "مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کلمۂ توحید ہے"[۲۷] اور کھلے عام اس بات کا اعلان کیا کہ "اسلام کے خلاف کوئی قانون پاکستان میں نافذ نہیں کیا جائے گا"۔[۲۸]

پس وہ تمام لوگ جو اس ملک کو قائد کا پاکستان بنانے کے دعویدار ہیں، انھیں چاہیے کہ اب

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

وہ سیکولر اِزم سے برأت کا اظہار کریں، شراب نوشی پر پابندی عائد کر کے پورے ملک سے اس خباثت کا خاتمہ کریں۔ عدالتوں میں قاضی مقرر کر کے شرع کی رُو سے لوگوں کے تنازعات نمٹائیں۔ اسلام کی جاری کردہ "حدود" کے مطابق سزائیں نافذ کریں اور ملکی سطح پر تمام شعبوں میں شرعی احکامات نافذ کریں تاکہ قائد کا تصوّرِ پاکستان اپنا حقیقی روپ دھار لے۔

لیکن ہم دعویٰ سے یہ بات کہتے ہیں کہ یہ مغرب پرست غلامانِ فرنگ ان میں سے کسی ایک بات پر بھی راضی نہ ہوں گے کہ یہ اپنے نفس کی خواہشات کے پجاری ہیں۔ انھیں دین اسلام سے سروکار ہے نہ نظریہ پاکستان سے کوئی غرض وغایت۔ ان کا مقصد آزادئ اظہار کے نام پر فحاشی وعُریانی کو عام کرنا، دہشت گردی کے نام پر اسلام اور جہاد کو بدنام کرنا اور روشن خیالی کے نام پر لادینیت کا پرچار کرنا ہے۔

سیکولر حضرات کا بوداپن!

جب دعویٰ یہ کیا گیا تھا کہ ہمیں اس ملک کو قائد کا پاکستان بنانا ہے، تو اُصول یہ تھا کہ جناح کی وہ تمام تقاریر جن میں انھوں نے پاکستان کو ایک اسلامی ریاست بنانے کا پُرعزم اظہار کیا تھا، سامنے رکھتے ہوئے وطن عزیز میں شریعت کے نفاذ کی عملی کوششیں کی جاتیں۔ مگر افسوس کہ سیکولر حضرات ان تمام تقاریر سے صرفِ نظر کرتے ہوئے جناح کی 11 اگست کی تقریر کا حوالہ دے کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ مذہب کو سیاست سے الگ سمجھتے تھے اور پاکستان میں سیکولرازم کے نفاذ کے خواہاں تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ قائداعظم کی 11 اگست کی تقریر کو بنیاد بنا کر ان پر سیکولرازم کا الزام عائد کرنا سیکولر حضرات کے بودے پن کی صریح دلیل ہے۔ اس لیے کہ 11 اگست کی تقریر سے نہ تو یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ جناح سیکولر تھے اور نہ اس بات کا اثبات ہی کیا جا سکتا ہے کہ وہ سیکولر طرزِ حکومت کے خواہاں تھے۔ پھر آخر انھوں نے 11 اگست کی تقریر میں ایسا کیا کہا جو ان نام نہاد روشن خیالوں کے لیے آسمانی صحیفہ کی صورت اختیار کر گیا؟ آیئے ایک نظر ان کی اس دلیل کا جائزہ بھی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لیتے چلیں۔

جناح کی 11 اگست کی تقریر؛

قائدِ اعظم نے 11 اگست 1947ء کو پاکستان کی دستور ساز اسمبلی کا پہلا صدر منتخب ہونے پر تقریر کرتے ہوئے فرمایا:

> "پاکستان میں آپ اپنے مندروں میں جانے کے لیے آزاد ہیں، آپ اپنی مساجد یا کسی اور عبادت گاہ میں جانے کے لیے آزاد ہیں۔ آپ کا تعلق کسی بھی مذہب یا رنگ و نسل سے ہو، اس سے ریاست کے امور کا کچھ لینا دینا نہیں ۔ میرے خیال میں ہمیں یہ بات مطمح نظر کے طور پر سامنے رکھنی چاہیے اور آپ دیکھیں گے کہ گزرتے وقت کے ساتھ ساتھ ہندو ہندو رہے گا نہ مسلمان مسلمان، مذہب کے اعتبار سے نہیں، کیونکہ یہ شہری کا ذاتی عقیدہ ہے، بلکہ سیاسی اعتبار سے سبھی ایک ریاست کے شہری ہونگے"۔[۲۹]

اس تقریر میں چونکہ غیر مسلموں کے متعلق جناح نے یہ صراحت کی تھی کہ پاکستان میں وہ اپنی عبادت گاہوں میں جانے کے لیے آزاد ہیں۔ نیز یہ کہ "آپ کا تعلق کسی بھی مذہب یا رنگ و نسل سے ہو، اس سے ریاست کے امور کا کچھ لینا دینا نہیں"۔ اس لیے سیکولر حضرات انہی لفظوں کی جُگالی کرتے ہوئے اس بات پر بضد ہیں کہ قائد اعظم مذہب اور اُمورِ ریاست کو علیحدہ علیحدہ رکھتے تھے، اس لیے ثابت ہو گیا کہ جناح کا پاکستان سیکولر پاکستان ہی ہے

مجمل اور مفصل جوابات؛

سیکولر حضرات کی پیش کردہ اس توجیہ کے رد میں ہم یہ کہتے ہیں:

(الف): برصغیر پاک و ہند کی تاریخ کا ایک ادنیٰ طالب علم بھی یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ تقسیمِ ہند کے وقت کانگریس جہاں شر پسند ہندوؤں اور سکھوں کے ذریعے مسلمانوں کا قتلِ عام کروا

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

رہی تھی، وہیں ساتھ ساتھ یہ راگ بھی الاپ رہی تھی کہ پاکستان چونکہ مذہب کے نام پر بنایا جارہا ہے، اس لیے وہاں اقلیتوں کے ساتھ نہایت وحشیانہ سلوک روا رکھا جائے گا۔ اس زبردست پروپیگنڈے سے عالمی سطح پر ایک نئی اسلامی مملکت کا نہایت خراب تاثر اُبھر رہا تھا۔ یوں ناانصافی بھی مسلمانوں کے ساتھ ہو رہی تھی، مال واِملاک بھی ان کا لوٹا جارہا تھا اور مورودِ الزام بھی انہی کو ٹھہرایا جارہا تھا۔ ظُلم و جبر کے ان تاریک ایام میں بانیٔ پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے پاکستان قائم ہونے سے تین روز قبل، 11 اگست 1947ء کو، ایک نہایت پُر مغز تقریر کی جو ان کی سیاسی بصیرت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ ان کی اس تقریر کا مرکزی نکتہ یہ تھا کہ پاکستان میں آپ سب اپنی اپنی عبادت گاہوں میں جانے کے لیے آزاد ہیں، قانون کی نظر میں سب برابر ہیں، انسانی جان کی حُرمت اور اموال کے تحفظ کی ہر ایک کو ضمانت ہے کیونکہ سیاسی اعتبار سے سبھی ایک ریاست کے شہری ہیں۔

اگر تقسیمِ ہند کے وقت کے اس تاریخی پس منظر کو سامنے رکھتے ہوئے جناح کی تقریر کے مافی الضمیر کو سمجھا جاتا تو کسی بھی صورت سیکولرازم کا خیال جنم نہ لیتا۔ مصیبت مگر یہ ہے کہ سیکولرز یہ بات سمجھنا نہیں چاہتے!!

(ب) : اس کے بعد، **14 اگست 1947ء** کو، وائسرائے ہند لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے پاکستان کی دستور ساز اسمبلی سے خطاب کیا اور اقلیتوں کے تحفظ کے حوالے سے انھوں نے اکبر بادشاہ کی فراخدلی کا ذکر کیا۔ یعنی وہ بھی کانگریس کے پراپیگنڈے سے متاثر ہو کر یہ کہنا چاہتے تھے کہ جس طرح متحدہ ہندوستان میں مغل بادشاہ اکبر نے غیر مسلموں کی جان ومال اور عبادت گاہوں کو تحفظ فراہم کیا تھا، ہمیں امید ہے کہ اس نئی اسلامی مملکت میں بھی اقلیتوں کو ویسا ہی تحفظ فراہم کیا جائے گا۔ اس پر قائداعظم نے وائسرائے ہند کو یہ جواب دے کر مطمئن کیا:

> "اکبر بادشاہ نے غیر مسلموں کے ساتھ جس تحمل اور خلوص کا مظاہرہ کیا وہ ہمارے لیے کوئی نئی بات نہیں۔ اس کی ابتدا تو تیرہ صدیاں قبل اسی وقت

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

ہو چکی تھی جب ہمارے نبی ﷺ نے فقط زبانی کلامی ہی نہیں بلکہ عملی طور پر مفتوح یہود و نصاریٰ کے ساتھ فراخ دلانہ سلوک فرمایا اور ان کے مذہب و مفادات کا احترام بھی ملحوظ خاطر رکھا۔ مسلمانوں کی تمام تر تاریخ، جہاں کہیں بھی انھوں نے حکومت کی، ایسے ہمدردانہ اور عظیم اصولوں سے پُر ہے جن کی پیروی اور تعمیل ہونی چاہیے"۔[۳۰]

دیکھیے، یہاں بھی قائداعظم وہی بات دہرا رہے ہیں کہ اسلام میں اقلیتوں کو تحفظ فراہم کرنا ایک تاریخی حقیقت ہے، لہٰذا کسی کو بھی گھبرانے یا خوف زدہ ہونے کی ضرورت نہیں!

(ج): قائداعظم نے اپنی تقریر میں یہ کہا کہ "آپ کا تعلق کسی بھی مذہب یا رنگ و نسل سے ہو، اس سے ریاست کے اُمور کا کچھ لینا دینا نہیں"۔ سوال یہ ہے کہ ریاست کے امور ہیں کیا؟ ریاستی اُمور میں یہ بات شامل ہے کہ ریاست کا اپنے تمام شہریوں کی — بِلا تفریق رنگ و نسل، ذات پات اور مذہب — جان، مال اور املاک کا تحفظ کرنا؛ غذا، تعلیم، صحت اور علاج کی سہولیات فراہم کرنا؛ امن عامہ اور قانون کی عملداری کو یقینی بنانا؛ مذہب کی بنیاد پر کسی پر ظُلم نہ کرنا؛ اور یہ کہ مذہبی آزادی میں مسلم و غیر مسلم کے درمیان فرق روا نہ رکھنا۔ خیال رہے کہ یہ اُمور کسی سیکولر ریاست میں تسلیم ہوں یا نہ ہوں، ایک اسلامی ریاست میں بنیادی حیثیت بہر حال رکھتے ہیں، جس کی دلیل عنقریب آ جائے گی، انشاءاللہ!

(د): اسلامی ریاست کا خاصہ یہ رہا ہے کہ جہاں کہیں بھی وہ قائم ہو، اقلیتوں (ذِمّیوں) کو جبراً مسلمان کرتی ہے نہ انھیں بنیادی انسانی حقوق سے محروم رکھتی ہے، بلکہ تمام شہریوں کی جان کی حُرمت اور ان کے اموال کے تحفظ کی ضمانت دیتی ہے۔ چنانچہ خلیفۂ دوم، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا اہلیانِ بیت المقدس کو دیا گیا امان نامہ آج بھی تاریخی صفحات پر ثبت ہے جس کی ابتدا ان سنہرے الفاظ سے ہو رہی ہے:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

"یہ وہ امان ہے جو اللہ کے بندے امیر المومنین عمر (رضی اللہ عنہ) نے ایلیا والوں کو دی ہے! یہ امان ان کی جان، مال، عبادت گاہوں اور صلیب کے تحفظ کے لیے ہے؛ یعنی ان کی عبادت گاہیں، صلیبیں، بیمار، تندرست اور ایلیا کے تمام باشندے امان میں رہیں گے۔ ان کے عبادت خانوں پر قبضہ نہیں کیا جائے گا اور نہ انھیں مسمار کیا جائے گا، نہ ان کی زمینوں اور ان کے اموال میں سے کمی کی جائے گی۔ ان پر ان کے دین کے متعلق جبر نہیں کیا جائے گا اور نہ ان کے کسی فرد کو کوئی نقصان پہنچایا جائے گا"۔[۳۱]

یہاں امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المقدس کے عیسائیوں کو یہ امان دے رہے ہیں کہ اسلامی ریاست کے شہری ہونے کے ناتے انھیں مذہبی آزادی حاصل ہو گی اور ان کا مال و اِملاک، عزت و آبرو اور عبادت خانے محفوظ رہیں گے۔ ان کے چھوٹے بڑے، بیمار اور تندرست، سب کا تحفظ یقینی ہو گا اور کوئی بھی مسلمان ان کے کسی فرد کو مذہب کی بنیاد پر نشانہ نہیں بنائے گا۔ کیا اب کہا جائے کہ امیر المومنین، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی سیکولر تھے؟ یہ سوال یہیں چھوڑ کر آگے بڑھتے ہیں۔ **24 نومبر 1945ء** کو مسلم لیگ کے جلسے سے خطاب کرتے ہوئے جناح فرماتے ہیں:

> "مسلمان پاکستان چاہتے ہیں؛ جس کا مطلب ہے مسلم اکثریتی صوبوں میں مسلمانوں کی ایسی حکومت جہاں اقلیتوں کو مناسب اور کارگر تحفظ میسر ہو۔ ہمارا دین، ہماری تاریخ اور ہماری روایات ہی غیر مسلموں کے سیاسی، مذہبی اور ثقافتی حقوق کے تحفظ کی موثر ترین ضمانت دیتی ہے۔ ان کے ساتھ انصاف سے بھی بڑھ کر معاملہ ہو گا"۔[۳۲]

قائد اعظم کے اس بیان سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ وہ سیکولر حضرات کی طرح جاہل نہیں بلکہ اسلامی تاریخ و روایات کی گہری سوجھ بوجھ رکھتے تھے۔ دوسری یہ بات ثابت ہوئی کہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

قیامِ پاکستان کے بعد وہ اپنے دعوے سے مکرے نہیں، بلکہ انھوں نے ایفائے عہد کا ثبوت دیتے ہوئے نوزائیدہ پاکستان میں سب سے پہلا اُصول یہی واضح کیا کہ ہماری حکومت میں انسانی زندگی کی حُرمت قائم ہوگی اور اموال کے تحفظ کی ضمانت ہوگی۔ اقلیتوں کے سیاسی، مذہبی اور ثقافتی حقوق محفوظ ہوں گے کہ ہمارا دین ہمیں اسی بات کی تعلیم دیتا ہے۔

چلیے اب پہلے سوال کی طرف لوٹتے ہیں! امیر المومنین، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایلیا کے باشندوں کو ان کی جان و مال کے تحفظ کا یقین دلایا، اُن کی عبادت گاہوں اور صلیب کے نشانات کو مسمار نہ کرنے کا حکم دیا، اور مذہب کی بنیاد پر اُن پر جبر نہ کرنے کا عہد کر کے گویا اُن سے ایک (social contract) کر لیا کہ اسلامی ریاست میں اُن کے سیاسی، مذہبی اور ثقافتی حقوق کی مکمل ضمانت ہوگی۔ اب اگر یہ تمام اُمور بجالانے کے بعد بھی وہ سیکولر نہیں تو پھر مان لیجیے کہ قائداعظم بھی سیکولر نہیں۔

ان حقائق سے واضح ہوتا ہے کہ قائداعظم کی 11 اگست کی تقریر سے کسی طور سیکولر ریاست کا اثبات نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کی اس تقریر سے تو اسلامی طرزِ حکومت کا تصور اُبھر کر سامنے آتا ہے کہ وطنِ عزیز میں انھوں نے اقلیتوں کے ساتھ وہی معاملہ فرمایا کہ جو معاملہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے عہدِ خلافت میں ایلیا کے باشندوں کے ساتھ فرما چکے تھے۔

(و): یہاں، جناح کی 11 اگست کی تقریر کے ضمن میں، قائدِ ملت لیاقت علی خان کی ان تقاریر کا حوالہ بھی برمحل ہوگا جو قیامِ پاکستان کے متعلق نہ صرف اسلامیانِ ہند کے افکار و خیالات کی عکاسی کرتی ہیں بلکہ قائداعظم کی حقیقی فکر کی بھی ترجمان ہیں۔ واضح رہے کہ قائدِ ملت لیاقت علی خان وہ ہستی ہیں جنھوں نے اپنی زندگی کی 25 بہاریں تحریکِ پاکستان کو پروان چڑھانے میں وقف کیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد انھیں پاکستان کا پہلا وزیر اعظم نامزد کیا گیا اور وطنِ عزیز پر انھوں نے اپنا سب کچھ تج دیا۔ جس وقت بانیٔ پاکستان نے 11 اگست 1947ء کو تقریر فرمائی تو انھوں نے بھی وہ

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

تقریر سنی تھی۔ سوال یہ ہے کہ کیا انھوں نے بھی جناح کی 11 اگست کی تقریر کا وہی مطلب سمجھا جو آج کے سیکولر حضرات سمجھ رہے ہیں.....؟ یہ سوال بے انتہا اہمیت کا حامل ہے کیونکہ ان سے بڑھ کر جناح کی فکر، ان کی سوچ اور ان کے تصوّرِ پاکستان کو سمجھنے والا کوئی اور نہیں۔ وہ قائداعظم کے شب و روز کے ساتھی تھے اور بخوبی جانتے تھے کہ مسلم لیگ، مسلمانوں کی نمائندہ جماعت بن کر، کس مقصد کو پانے کے لیے جِدّ و جُہد کر رہی تھی۔

چنانچہ **20 فروری 1949ء** کو انھوں نے کراچی میں منعقدہ مسلم لیگ کونسل کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

"جنابِ صدر اور مسلم لیگ کونسل پاکستان کے اراکین!

میری پہلی ذِمے داری آپ سب کو مسلم لیگ کونسل پاکستان کے پہلے اجلاس میں خوش آمدید کہنا ہے۔ یہ محض ایک رسمی خیر مقدم نہیں، کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ میں پچیس سال سے آل انڈیا مسلم لیگ کا رکن رہا ہوں اور بارہ سال سے اس کا جنرل سیکریٹری ہوں۔ میرا اس سے تعلق روح اور جسد کے تعلق جیسا ہے۔

آپ کو یاد ہو گا کہ جب آل انڈیا مسلم لیگ اس سے پہلے اسی ہال میں اِکھٹی ہوئی تھی تو کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ مسلمانانِ پاکستان کے لیے ایک علیحدہ مسلم لیگ کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی۔ میں ان لوگوں میں سے ایک تھا جنھوں نے واضح کیا کہ آج مسلم لیگ کی ضرورت اُس وقت سے بھی زیادہ ہے جس وقت ہم پاکستان کے لیے جِدّ و جُہد کر رہے تھے۔ اس کا سبب تلاش کرنا کوئی مشکل نہیں۔

ہمارے اور قائداعظم کے مطالبۂ پاکستان کی واحِد وجہ برصغیر میں ایک ایسے وطن کا حصول تھا جہاں مسلمان اپنے طور طریقوں کے مطابق زندگی گذار

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

سکیں ۔ ہم چاہتے تھے کہ پاکستان ایک ایسی تجربہ گاہ ہو جہاں ہم اسلامی اُصولوں ــــ جو کہ دنیا میں اعلیٰ ترین ہیں ــــ پر عمل کر سکیں اور اس طرح دنیا کو عملاً دکھا سکیں کہ اسلام نے تیرہ صدیاں قبل جو تعلیم دی تھی، وہ آج بھی اُسی طرح مطلوب ہے جیسے اُس وقت تھی۔ ہمیں ہر گز یہ فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ یہی وہ جذبہ تھا اور اسی کی پُکار پر لبیک کہتے ہوئے ہزار ہا مسلمانوں نے اپنی جانیں دیں اور قریباً 70 لاکھ مسلمان اپنے آبائی گھروں سے ہاتھ دھو بیٹھے اور انتہائی خستہ حالت اور غربت کے عالم میں انھوں نے ہندوستان سے پاکستان ہجرت کی۔

ہم، یعنی مسلم لیگ، اس بات کے پابند ہیں کہ ہم پاکستان کو ایک مسلم ریاست بنائیں اور اسے اِسلامی اُصولوں کے تحت چلائیں۔ جب تک ہم سب یا ہم میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہے، ہمیں اس عہد کو ہر گز فراموش نہیں کرنا جس کے لیے مسلمانوں نے اتنی شاندار قربانی دی"۔[۳۳]

قارئین کرام! ذرا غور کیجیے کہ اگر محمد علی جناح وطن عزیز پاکستان کو سیکولر ریاست بنانے کے خواہاں ہوتے اور ان کی 11 اگست کی تقریر کا منشا پاکستان میں سیکولر اِزم کا نفاذ ہوتا، تو قائدِ ملّت لیاقت علی خان جو مسلم لیگ کے جنرل سیکریٹری تھے اور قیامِ پاکستان کے بعد جنھیں پہلا پاکستانی وزیرِ اعظم منتخب کیا گیا، مسلم لیگ کونسل کے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے ڈنکے کی چوٹ پر یہ اعلان نہ کرتے کہ پاکستان ایک اسلامی ریاست ہے اس لیے ہمیں اسے اسلامی اصولوں کے تحت چلانا ہو گا۔ نیز یہ کہ یہی قائد اعظم کا نصب العین تھا اور اسی عظیم مقصد کی خاطر برصغیر کے مسلمانوں نے بے مثال قربانیاں دیں۔ بالفرض اگر وہ جناح کے منشا کے برخلاف بات کر رہے تھے، تو کم از کم ایک فرد ہی سہی، کوئی تو ایسا ہوتا جو انھیں ٹوکتا کہ خان صاحب! آپ جناح کے تصورِ پاکستان کی مخالفت کر رہے ہیں..... ! جناح تو پاکستان کو سیکولر ریاست بنانا چاہتے تھے مگر آپ ہیں کہ وطن عزیز میں اسلامی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

اُصولوں کے نفاذ کا عزم کیے بیٹھے ہیں..... ؟ لیکن ایسا نہیں ہوا، اور یہ اس بات کا منہ بولتا ثبوت ہے کہ پاکستان کا قیام ایک اسلامی نظریاتی ریاست کا قیام تھا اور جناح کی 11 اگست کی تقریر کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ پاکستان میں سیکولر نظامِ حکومت رائج ہو۔

یہاں محترم لیاقت علی خان کی اس تقریر کا ذکر بھی فائدہ سے خالی نہ ہوگا جو انھوں نے **مارچ 1949ء** کو پاکستان کی پہلی دستور ساز اسمبلی میں قراردادِ مقاصد کے حوالے سے خطاب کرتے ہوئے کی۔ انھوں نے جناح کے پاکستان اور قیامِ پاکستان کے مقصد کی وضاحت ان نُمایاں الفاظ میں کی:

> "جناب! میں سمجھتا ہوں کہ حصولِ آزادی کے بعد اس ریاست کی زندگی کا یہ سب سے اہم موقع ہے۔ کیونکہ آزادی حاصل کرنے کے بعد ہم نے محض اپنے نظریات کے مطابق ایک ملک اور اس کے طرزِ حکومت کی تعمیر کرنے کا موقع پایا ہے۔
>
> میں ایوان کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ بابائے قوم — قائداعظم — نے بارہا اس مسئلہ پر اپنے جذبات کا اظہار کیا تھا اور قوم نے ان کے خیالات کی واضح طور پر تائید کی تھی۔ پاکستان اس لیے قائم کیا گیا کہ اس برصغیر کے مسلمان اسلامی تعلیمات و روایات کے مطابق اپنی زندگی اُستوار کرنا چاہتے تھے۔ اس لیے کہ وہ عملاً دنیا پر واضح کر دینا چاہتے تھے کہ حیاتِ انسانی کو آج جو مختلف اَمراض لاحق ہو چکے ہیں، اسلام ان کا شافی علاج مہیا کرتا ہے.....
>
> آپ کو یاد ہوگا کہ قائداعظم اور دیگر قائدینِ مسلم لیگ نے ہمیشہ غیر مبہم بیانات دیئے کہ مسلمانوں کا مطالبۂ پاکستان اس حقیقت پر مبنی تھا کہ مسلمانوں کا اپنا ایک طریقہ حیات اور ضابطہ عمل ہے۔ انھوں نے اس بات کا بھی اِعادہ کیا تھا کہ اسلام محض فرد اور معبود کے مابین ایسے تعلق کا نام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

نہیں جو کارہائے ریاست پر کسی طرح اثر انداز ہی نہ ہوتا ہو۔ یقیناً اسلام معاشرتی رویہ سے متعلق خصوصی احکامات نافذ کرتا ہے اور معاشرہ کو درپیش روز مرّہ مسائل کے متعلق سماجی طرزِ عمل میں اس کی رہنمائی کرنا چاہتا ہے۔ اسلام محض ذاتی عقائد اور طرزِ عمل کا نام نہیں۔ اسلام اپنے پیروکاروں سے یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ (اس کے احکامات کے مطابق) ایک ایسا معاشرہ تعمیر کریں گے جس سے اچھی زندگی کے حصول کا مقصد پورا ہوتا ہو—ایسا ہی خیال یونانیوں کا بھی ہے، لیکن فرق یہ ہے کہ اسلامی اچھی زندگی بنیادی طور پر مذہبی اقدار پر مبنی ہوتی ہے"۔[۳۴]

قائد ملت لیاقت علی خان کے ان خطابات نے پاکستان کی نظریاتی حیثیت کو اُجاگر کر دیا اور اُن اصولوں کی نشاندہی کر دی جن کی بنیادوں پر وطنِ عزیز کا نظامِ سیاست اور طرزِ حکومت استوار ہونا تھا۔ یعنی قرآن و سُنّت کی روشنی میں کارہائے ریاست کے امور سر انجام دینا کہ جو مسلمانانِ ہند کا خواب اور قائداعظم محمد علی جناح کا حقیقی نصب العین تھا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حاصلِ کلام

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

آج سیکولر حضرات پاکستان کی نظریاتی اساس میں شگاف ڈال کر ہمیں اُسی راہ پر چلانا چاہتے ہیں جس پر یورپ گزشتہ تین صدیوں سے گامزن ہے۔ سیاست میں انکارِ مذہب کے نام پر یورپ کا شروع ہونے والا سفر آج کفر و الحاد کی تمام حدود پھلانگ چکا ہے؛ عقائد سے نفرت، خدا سے بغاوت؛ ہم جنس پرستی، بے حیا معاشرہ، تذکرۂ آخرت سے بیزاری، تباہ حال خاندانی نظام، رقص و سرود کی محفلیں، نائٹ کلب اور چھلکتے جام، عزتوں پر حملے، انبیاء کی شان میں گستاخانہ خاکے، اور دن بدن بڑھتی ہوئی خودکشیوں کے رجحان نے مغرب کو تباہی کے اس دہانے لا کھڑا کیا ہے جسے اقبال نے انھیں، اپنی ایمانی فراست کی بنا پر، ایک صدی قبل ہی دیکھ کر کہہ دیا تھا:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپائیدار ہو گا

آج پیامِ اقبال کو بھلا کر، نصاب سے نکال کر، مغرب کی ظاہری چکاچوند سے مرعوب فرنگی غلام طبقہ یہ چاہتا ہے کہ ہم بھی اُسی بدبودار مغربی طرزِ معاشرت کو اپنائیں جس کی ہولناکی کا مصوّرِ پاکستان نے بہت پہلے پردہ چاک کر دیا تھا! مقامِ افسوس ہے کہ آج یہ نام نہاد "روشن خیال" کبھی فکرِ اقبال پر تنقید کرتے ہیں تو کبھی جناح کو سیکولر باور کراتے ہیں.....! کبھی تاریخِ پاکستان میں اشکالات پیدا کرتے ہیں تو کبھی تحریکِ پاکستان کے عُروج میں لگنے والے نعرے، پاکستان کا مطلب کیا؟ لا اِلٰہ الا اللہ، پر نقب زنی کرتے ہیں.....! کبھی نظریۂ پاکستان میں رخنہ ڈالتے ہیں تو کبھی دو قومی نظریہ کو لایعنی قرار دیتے ہیں.....!

تاریخی صفحات پر یہ بات انمٹ نقوش کی طرح ثبت ہے کہ مصوّرِ پاکستان نے اسلامیانِ ہند کو ان کی منزل دکھائی، چوہدری رحمت علی نے مسلم قومیت کی بنیاد پر اس منزل کو "پاکستان" کے لفظ سے تعبیر کیا، سیالکوٹ کے معلم و شاعر اصغر سودائی نے "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا اِلٰہ الا اللہ!" کے نعرے سے تحریکِ پاکستان کو قوت بخشی اور پھر قائداعظم محمد علی جناح نے دلیل کی طاقت اور کمال وکالت کا مظاہر کرتے ہوئے اقبال کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کیا۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

لہٰذا اصولی اعتبار سے بانی پاکستان، قائد اعظم محمد علی جناح کے تصورِ پاکستان کو جاننے کے لیے ضروری تھا کہ پہلے مصورِ پاکستان کے تصور پاکستان کو سمجھا جاتا اور پھر قدم آگے بڑھایا جاتا۔ نیز تحریکِ پاکستان کے دوران مسلم لیگ کے راہنماؤں نے مسلمانانِ ہند کے سامنے جو دعوے اور وعدے کیے تھے، انھیں پرکھا جاتا اور اُس کے بعد کوئی فیصلہ کیا جاتا۔ اسی طرح قائد اعظم کے تمام بیانات، ارشادات اور خطابات کا جائزہ لیا جاتا اور پھر کسی حتمی نتیجے تک پہنچا جاتا۔ تحقیق کا تقاضا تو یہی تھا مگر افسوس کہ سیکولر حضرات کبھی تھیوکریسی کی نفی اور کبھی 11 اگست کی تقریر کے دو جملوں کی کھینچا تانی کے ذریعے گزشتہ 70 سالوں سے ہمارے اربابِ اقتدار اور سادہ لوح عوام کو بے وقوف بناتے چلے آرہے ہیں۔ لُطف یہ ہے کہ ان جملوں سے کچھ ثابت نہیں ہوتا سوائے اس کے کہ پاکستان میں تمام شہری؛ ذات پات، رنگ و نسل اور مذہب و عقیدے سے بالا تر ہو کر، یکساں بنیادی انسانی حقوق کے حامل ہوں گے۔ قانون کی نظر میں سب برابر ہوں گے اور ہر ایک کو اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے اور عبادت کرنے کی آزادی ہو گی۔ مطلب یہ کہ پاکستان نظامِ پاپائیت کی طرز پر مبنی کوئی ایسی مذہبی ریاست نہیں ہو گی جس میں اقلیتوں کی جان و مال، عزت و آبرو اور حریت و آزادی کا گلا گھونٹ کر رکھ دیا جائے۔ یہ ہے وہ مرکزی نکتہ جو 11 اگست کی تقریر اور امریکی میڈیا کے نام دیئے گئے پیغام میں پنہاں تھا اور یہ کوئی سیکولر پاکستان ہونے کی دلیل ہرگز نہیں۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سیکولر حضرات دانستہ طور پر ان کا غلط مفہوم اخذ کر کے عوام الناس کو اُلجھانا چاہتے ہیں۔

سچی بات یہ ہے کہ اب ہم ان سے یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ خدارا یہ منافقت چھوڑیئے اور اپنا اصل مدعا بیان کیجیے؛ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہو اور محمد رسول اللہ ﷺ کی شریعت بارے عناد رکھتے ہو.....! قائد کے تصورِ پاکستان کا نعرہ لگاتے ہو اور ان کی حقیقی فکر کا خون کرتے ہو.....! حُبِ وطن کے جذبے کا اظہار کرتے ہو اور نظریہ پاکستان پر شب خون مارتے ہو.....! آخر یہ منافقت کب تک.....!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حقیقت یہ ہے کہ پاکستان میں موجود سیکولر لابی نے خوف کا ایک ایسا موحول بنا رکھا ہے جیسے شریعت کے نفاذ کی بات کوئی جُرم ہے۔ بالفرض اگر شریعت کے نفاذ کی بات اور اس کی تگ و دو جُرم ہے تو اس کے سب سے بڑے مجرم مصورِ پاکستان ڈاکٹر علامہ محمد اقبال ٹھہرتے ہیں جنھوں نے نہ صرف مسلمانانِ ہند کے لیے ایک علیحدہ اسلامی ریاست کا تصور پیش کیا بلکہ دو ٹوک لفظوں میں شریعت کے نفاذ کی بات بھی کی۔ اگر شریعت کے نفاذ کی بات جُرم ہے تو پھر بہادر یار جنگ، تحریکِ پاکستان کے ایک عظیم رہنما، بھی مجرم ہیں۔ انھوں نے کراچی میں جناح کی موجودگی میں مسلمانوں کے ایک جمِ غفیر کے سامنے وعدہ کیا کہ پاکستان میں اسلامی نظام ہو گا اور قرآن ہمارا دستور ہو گا۔ اگر شریعت کے نفاذ کی بات جُرم ہے تو پھر بانی پاکستان قائداعظم محمد علی جناح بھی مجرم ہیں کہ انھوں نے برصغیر میں بقائے اسلام کی خاطر مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع کیا اور شریعت کے نفاذ کی انھیں یقین دہانی کرائی..... تو کیا یہ کہا جائے کہ مصورِ پاکستان اور بانیانِ پاکستان مجرم تھے؟؟

آج ہماری سیاسی اور عسکری قیادت کو یہ بات سمجھنا ہو گی کہ نفاذِ شریعت کا پرچار اور اس کی جدوجہد کوئی جُرم نہیں۔ آج ہمارے اربابِ اختیار کو یہ حقیقت تسلیم کرنا ہو گی کہ پاکستان کے غدار وہ لوگ نہیں جو وطنِ عزیز میں اسلامی نظام لانے اور شریعت کے نفاذ کی تگ و دو کر رہے ہیں۔ یہ لوگ تو ہمارے محسن اور ہمارے خیر خواہ ہیں۔ ہمارے ملک کا اثاثہ ہیں۔ ہمارے بزرگوں کے نظریے کے حقیقی امین ہیں اور ہمارے سَروں کے تاج ہیں۔ پاکستان کے حقیقی غدار وہ لوگ ہیں جو نظریہ پاکستان کو پامال کر رہے ہیں۔ جو قرآن کو دستور بننے نہیں دیتے اور جو مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے سیکولرازم کے نفاذ کی سِر توڑ کوششیں کر رہے ہیں۔

تاریخی حقیقت یہ ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں نے اپنے خون کی ندیاں بہا کر پاکستان قائم کیا؛ ہزاروں نہیں لاکھوں مسلمان بے گھر ہوئے، لاکھوں مسلمان گاجر مولی کی طرح کاٹ دیئے گئے، ہزاروں مسلم خواتین کی عزتیں پامال ہوئیں اور لاکھوں بچے یتیم ہوئے..... کیوں؟ کیا اس وجہ سے کہ مشترکہ ہندوستان میں سیکولرازم مٹ جانے کا خدشہ تھا؟ یا اس بنا پر کہ پاکستان میں انھیں بڑی بڑی

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

جاگیریں اور محلات ملنے والے تھے؟ ایسا کچھ نہیں تھا۔ مسلمانانِ ہند کو یہ باور کرایا جا رہا تھا کہ متحدہ ہندوستان میں اسلام کے وجود کو بقا کا چیلنج درپیش ہے۔ لہٰذا پاکستان قائم کیا جائے تاکہ اسلامی اخوت وحریت و مساوات کے بنیادی اصولوں کو عملی جامہ پہنا کر دنیا پر یہ ثابت کیا جاسکے کہ اسلام ہی مظلوم انسانیت کے دکھوں کا مداوا ہے۔ اسلام ہی دنیا کے مہلک امراض کا شافی علاج ہے اور اسلامی تعلیمات آج بھی اسی طرح تر و تازہ ہیں جیسا کہ تیرہ صدیاں قبل تھیں۔

مسلمانانِ ہند کے لیے ایک الگ مملکت کا خواب علامہ اقبال نے دیکھا۔ ان کی فکر یہ تھی کہ مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ ریاست قائم کی جائے تاکہ اللہ کے دین کا نفاذ ممکن ہو سکے۔ یہاں کہنے کی ایک اور بات یہ ہے کہ اقبال نے اپنے مشہور خطبہ الٰہ آباد میں سیکولرازم کا رد پہلے کیا اور اسلامی ریاست کا تصور بعد میں پیش کیا۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا:

> ”کیا مذہب ایک ذاتی معاملہ ہے؟ کیا آپ اخلاقی اور سیاسی نظریے کی حیثیت سے اسلام کا وہی مقدر دیکھنا چاہتے ہیں جس سے عیسائیت آج یورپ میں دوچار ہو چکی؟ کیا یہ ممکن ہے کہ اسلام کو اخلاقی نظریے کے طور پر تو برقرار رکھا جائے لیکن اسے ایک طرزِ حکومت کے طور پر قومی حکومتوں کی خاطر ترک کر دیا جائے؟ یہ سوالات آج ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے جہاں وہ اقلیت میں ہیں، خصوصی اہمیت اختیار کر گئے ہیں۔ لہٰذا یہ خیال کہ مذہب (فرد اور رب کے درمیان) ایک نجی اور ذاتی تجربہ ہے، اگر کسی یورپی کے لبوں سے ادا ہو تو حیران کن نہیں۔ البتہ پیغمبرِ اسلام علیہ السلام کے مذہبی تجربے کی نوعیت جسے قرآن ظاہر کرتا ہے، (یورپ کے پیش کردہ اس نظریے سے) یکسر مختلف ہے۔ چنانچہ قومی خطوط پر ایک ایسے طرزِ حکومت کی تعمیر کرنا جس میں اسلام کے یکجہتی کے اُصولوں سے انحراف ہو، ایک

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

مسلمان کے لیے ناقابلِ غور امر ہے۔ یہ ہے وہ مسئلہ جو فی الوقت مسلمانانِ ہند سے براہِ راست تعلق رکھتا ہے"۔[۳۵]

اس طرح علامہ نے مغرب کے عطا کردہ سیکولر تصورِ حکومت پر سخت تنقید کی، اسے مسلمانوں کے لیے ناقابلِ قبول قرار دیا اور پھر اسلام کا عیسائیت سے موازنہ کرتے ہوئے واضح کیا کہ اسلام میں سیاست کا ایک اہم مقام ہے کہ اس کے بغیر دین نامکمل ہے۔ پس لازم ہے کہ سیاست کو مذہب کے تابع رکھا جائے۔ یوں سیکولرازم کا بُت توڑ دینے کے بعد انھوں نے اسلامیانِ ہند کی منزل کی نشاندہی ان الفاظ میں کی:

"میں پنجاب، شمال مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان کو ایک ریاست میں یکجا دیکھنا چاہتا ہوں کہ جس کی اپنی ایک حکومت ہو، خواہ وہ برطانوی سلطنت میں داخل ہو یا نہ ہو، مجھے ایک یکجا شمال مغربی ہندوستانی مسلم ریاست کا قیام مسلمانوں کا مقدر نظر آرہا ہے"۔[۳۶]

اب اپنے خطبے کے اختتام پر مسلمانوں کو اپنا کھویا ہوا عُروج اور وقار دوبارہ سے حاصل کرنے کا نسخہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"ایک سبق جو میں نے مسلمانوں کی تاریخ سے حاصل کیا ہے۔ ان کی تاریخ کے گمبھیر لمحات میں یہ اسلام ہی ہے جس نے مسلمانوں کا تحفظ کیا نہ کہ اس کے برعکس! آج اگر آپ اپنی نظریں اسلام پر مرتکز کر دیں اور اس میں پنہاں سدا حیات بخش نظریے سے تحریک چاہیں، تو آپ اپنی منتشر قوتوں کو یکجا اور اپنی کھوئی ہوئی سالمیت کو ہی بحال کریں گے اور یوں خود کو مکمل تباہی سے محفوظ رکھ سکیں گے"۔[۳۷]

علامہ کے یہ الفاظ نہ صرف قیامِ پاکستان سے قبل مسلمانانِ ہند کے لیے مشعلِ راہ ثابت ہوئے بلکہ آج بھی ہمارے لیے دعوتِ راہِ نجات ہیں۔ پس یہ بات بالکل واضح ہے کہ اقبال نے

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

برصغیر کے مسلمانوں کے لیے جس آزاد اور خود مختار ریاست کا تصور پیش کیا وہ کوئی سیکولر نہیں بلکہ خالصتاً اسلامی ریاست تھی۔ خیال رہے کہ قائد اعظم بھی اقبال کی اس فکر سے بالکل متفق تھے اور چاہتے تھے کہ ان کے نظریات کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ چنانچہ "یومِ اقبال" کے موقع پر انھوں نے نہ صرف علامہ کو سراہا بلکہ اپنے عزم کا اظہار بایں الفاظ کیا:

> "اگرچہ (اقبال) ایک شاعر اور فلسفی تھے لیکن ایک سرگرم سیاست دان سے کم تر بھی نہ تھے۔ اسلامی نظریات پر پختہ یقین و ایمان کی بدولت وہ ان چند شخصیات میں سے ایک تھے جنھوں نے ابتداً ہندوستان کو تراش کر اس کے شمال مغربی اور مشرقی خطوں میں ایک ایسی اسلامی ریاست کے ممکنہ قیام پر سوچا جو مسلمانوں کے تاریخی وطن ہیں۔
>
> میں دل و جان سے اپنے آپ کو "یومِ اقبال" منانے سے منسلک کرتا ہوں اور دُعا کرتا ہوں کہ ہم اُن نظریات کے مطابق جی کر دکھا سکیں جن کی تبلیغ ہمارے قومی شاعر نے کی۔ تاکہ ہم اس قابل بن سکیں کہ جب ہماری خود مختار ریاست "پاکستان" قائم ہو تو ہم ان نظریات کو انجام دے سکیں اور انھیں عملی جامہ بھی پہنا سکیں"۔[۳۸]

اب اگر بحث کو سمیٹا جائے تو اس پورے معاملے کا سب سے اہم پہلو یہ ہے کہ قائد اعظم 11 ستمبر 1948ء تک زندہ رہے، اس دوران، قیامِ پاکستان سے قبل اور بعد میں، وہ ملک کے ہر حصے اور عوام کے ہر طبقے سے خطاب کرتے رہے۔ ملکی اور غیر ملکی میڈیا کو بیانات دیتے رہے مگر اپنی کسی تقریر میں انھوں نے کبھی سیکولر کا لفظ استعمال کیا اور نہ سیکولر ریاست کے قیام کا اظہار کیا۔ تاہم وہ بارہا یہی بات اُجاگر کرتے رہے کہ قرآن ہمارا دستور ہے، شریعت ہمیں مطلوب ہے اور مملکت خداداد پاکستان کو اسلام کا قلعہ بنانا ہمارا نصب العین ہے! اس کی ایک دلیل یہ ہے کہ نومبر 1939ء میں قائد اعظم نے مسلم لیگ کا پروگرام پیش کرتے ہوئے فرمایا:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

"مسلمانو! ہمارا پروگرام قرآن پاک میں موجود ہے۔ ہم مسلمانوں کو لازم ہے کہ قرآن پاک کو غور سے پڑھیں۔ قرآنی پروگرام کے ہوتے ہوئے مسلم لیگ، مسلمانوں کے سامنے کوئی دوسرا پروگرام پیش نہیں کر سکتی"۔[۳۹]

پھر پاکستان قائم ہو جانے کے بعد، **30 اکتوبر 1947ء** کو، لاہور میں ہزاروں لوگوں کے اجتماع سے تاریخی خطاب کیا، جس میں پاکستان کے مقصدِ وجود کی نشاندہی کر دی گئی۔ اس خطاب کا ایک ایک جملہ تاریخی حوالہ بن گیا۔ آپ نے فرمایا:

"اگر ہم قرآنِ کریم سے تحریک و رہنمائی حاصل کریں تو فتح، میں پھر کہتا ہوں، بالآخر ہماری ہی ہو گی۔ میں آپ لوگوں سے ابھی فقط یہی مطالبہ کرتا ہوں کہ ہم میں سے ہر وہ شخص جس تک یہ پیغام پہنچے، پاکستان کو اِسلام کا قلعہ بنانے کا عہد کرے اور اس کے لیے، اگر ضرورت پڑے تو، اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہو جائے"۔[۴۰]

بانی پاکستان کے اس خطاب نے نہ صرف وجودِ پاکستان کے مقصد کو اُجاگر کر دیا بلکہ مسلمانوں کو باوَر کرایا کہ اِس ملک کو اسلام کا قلعہ بنانا آپ کا نصب العین ہے، اور اگر ایسا کرنے میں آپ کو اپنا سب کچھ قربان کرنا پڑ جائے تو بھی دریغ نہ کرنا! لہٰذا یہ امر واضح ہے کہ پاکستان قائم ہی اس لیے کیا گیا کہ اس کے طرزِ حکومت کو اسلامی اُصولوں پر استوار کر کے، اس کے دستور کو کتاب و سُنّت کے مطابق مرتب کر کے، ریاستی اور حکومتی سطح پر شریعت کا نفاذ کر کے اسے اسلام کا ایک عظیم قلعہ بنایا جائے تاکہ خلافتِ راشدہ کے سنہری دور کی یاد تازہ کی جا سکے۔ یہی حصولِ پاکستان کا مقصد تھا اور یہی اقبال کا خواب۔ یہی قائد کا عزم تھا اور یہی نظریہ پاکستان کی بنیاد۔ یہی اسلام کو مطلوب ہے اور یہی ہمارا مقصدِ حیات!

ہم تو جیتے ہیں کہ دنیا میں تیرا نام رہے کہیں ممکن ہے کہ ساقی نہ رہے جام رہے!

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

خلاصہ یہ کہ اس ساری رُوداد، تقاریر، بیانات و حقائق کی روشنی میں اب ہمیں کسی سے معلوم کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ جناح سمیت عمائدینِ پاکستان کیسا پاکستان چاہتے تھے اور یہ کہ پاکستان کیوں حاصل کیا گیا اور پاکستان کی اساس کیا تھی؟ میں آخر میں یہ فیصلہ قارئین کرام پر چھوڑتا ہوں کہ ان تمام سوالات کے جوابات خود تلاش کریں اور میڈیائی فلسفیوں، بناوٹی مفکروں اور کرایہ کے دانشوروں کی پیروی کے بجائے اپنی منزل کو خود پہچانیں اور اس کے حصول کی جدوجہد میں تن من دھن وار دیں۔

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

حواشی (باب دوم؛ فصل سوم)

۱۔ قائداعظم محمد علی جناح کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"You have asked me in your welcome address what would be the law (constition) in Pakistan. It is an absurd question. Muslims have faith in one God, one Holy Prophet (Peace Be Upon Him) and one Book. This is the only law for the Muslims. Islam will be the basic law of Pakistan and no law repugnant to Islam will be enforced in Pakistan."

As quoted [Dr. Safdar Mahmood, *Jinnah's Vision of Pakistan, Pakistan Journal of History & Culture, Vol. XXIII/I, 2002, P.54.*]

۲۔ قائد کے اصل الفاظ یہ ہیں؛

"Muslims worship one God, they believe in one Book and are the followers of one Prophet. The Muslim League has been striving to organize them politically on one platform and under the green flag of Islam (cheers).

We have got no friends here. Neither the the British, nor the Hindus are our friends. We are clear in our own minds that we have to fight against both of them (prolonged cheers). If both (being Banias) are combined against us, we shall not be afraid of them. We shall fight their united might and, Inshaallah, win the end. (Allah-o-Akbar.)"

[Jamil-ul-Din Ahmed, *Speeches and Writings of Mr. Jinnah*, (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1947 reprinted 3rd edition May 1976), vol. II, p. 239.]

۳۔ محمد علی جناح کے اصل الفاظ یہ ہیں؛

"Do you want Pakistan or not? (shouts of Allah-o-Akbar). Well, if you want Pakistan vote for the League candidates."

[Ibid. Vol-II, p. 240]

۴۔ قائداعظم کے اصل الفاظ یہ ہیں؛

"We are not fighting these elections to form Ministries. We are fighting these elections to get a verdict from Muslims on the Pakistan issue. If we fail to realise our duty today, you will be reduced to the status of sudras and Islam will be

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

vanquished from India."
[Ibid. Vol-II, p. 241.]

۵۔ جناح کے اصل الفاظ یہ ہیں؛
"Every vote in favour of Muslim League candidate means Pakistan. Every vote against Muslim League candidate means Hindu raj. That is the only choice and only issue before us."
[Ibid. Vol-II, p. 247]

۶۔ قائدِ اعظم کے اصل الفاظ یہ ہیں؛
"We have to fight a double-edged battle, one against the Hindu Congress and the other against British Imperialist, both of them being capitalists. The Muslims demand Pakistan, where they could rule according to their own code of life and according to their own cultural growth, traditions and Islamic laws."
[Ibid, Vol. II, p. 237.]

۷۔ کتاب میں درج شُدہ جناح کے قول کی اصل عبارت یہ ہے؛
"Mr. Jinnah also warned the Communist party to keep their hands off the Muslims. They did not want any flag other than the League flag, and Islam was their guide and complete code for their life. They did not want any *isms*."
[Ibid., vol. II, p. 24.]

۸۔ [اسلام اور قائدِ اعظم؛ محمد حنیف شاہد (مکتبہ زرّیں لاہور، دسمبر ۱۹۷۶ء)، صفحہ نمبر-۹۶]

۹۔ [تحریکِ پاکستان اور اس کا پس منظر، سید اصغر علی شاہ، (لاہور؛ نیو بک پیلس، ۱۹۸۳ء)، صفحہ نمبر-۲۹]

۱۰۔ بانیٔ پاکستان کے اصل الفاظ یہ ہیں:
"Everyone, except those who are ignorant, knows that the Quran is the general code of the Muslims—a religious, social, civil, commercial, military, judicial, criminal, penal code; it regulates everything from the ceremonies of religion to those of daily life; from the salvation of the soul to the health of the body; from the rights of all to those of each individual; from morality to crime, from punishment here to that in the life to come …… Therefore, Islam is not merely confined to the spiritual tenets and doctrines or rituals and ceremonies. It is a complete code regulating the whole Muslim society, every department of life, collectively and individually."
[Rizwan Ahmed, *Teachings of Quaid-i-Azam*, (Islamabad:

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

National Institute of Historical and Cultural Research 1968 reprinted 1989), pp. 6-7]

۱۱۔ محمد علی جناح کے اصل الفاظ یہ ہیں :

"What is it that keeps the Muslims united as one man, and what is the bedrock and sheet-anchor of the community? It is Islam. It is the Great Book, Quran, that is the sheet-anchor of Muslim India. I am sure that as we go on and on, there will be more and more of oneness – one God, one Book, one Prophet and one Nation."

[Ibid. pp. 5-6]

۱۲۔ قائدِ اعظم کے اصل الفاظ یہ ہیں؛

"Two years ago, at Shimla I said that the democratic parliamentary system of government was unsuited to India. I was condemned everywhere in the Congress press. I was told that I was guilty of disservice to Islam because Islam believes in democracy. So far as I have understood Islam, it does not advocate a democracy which would allow the majority of non-Muslims to decide the fate of the Muslims. We cannot accept a system of government in which the non-Muslims merely by numerical majority would rule and dominate us."

[Jamil-ul-Din Ahmed, *Speeches and Writings of Mr. Jinnah*, (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, January 1942 reprinted 7th edition July 1968), vol-I, pp. 147-148.]

۱۳۔ جناح کے اصل الفاظ یہ ہیں؛

"Democracy means, to begin with, majority rule. Majority rule in a single nation, in a single society is understandable… Representative government in a single nation, harmonious, homogenous and one is understandable. But you have only got to apply your mind for a few minutes to see the truth. Can such a system ever work or succeed when you have two different nations—indeed more than two different nations—in this subcontinent, when you have two tatally different societies, the Muslim society and the Hindu society."

[Rizwan Ahmed, *Teachings of Quaid-i-Azam*, (Islamabad: National Institute of Historical and Cultural Research 1968 reprinted 1989), p. 9.]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۱۴ قائد کے اصل الفاظ یہ ہیں؛

"When you talk of democracy, you are thoroughly dishonest. When you talk of democracy you mean Hindu Raj to dominate over the Muslims, a totally different nation, different in culture, different in everything. You yourself are working for Hindu Nationalism and Hindu Raj."
[Ibid. p. 10.]

۱۵ محمد علی جناح کے اصل الفاظ یہ ہیں؛

"We learned democracy 1300 years ago. It is in our blood and it is as far away from the Hindu society as are the Arctic regions."
[Ibid. p. 10.]

۱۶ [قائد اعظم کا پیغام؛ سید قاسم محمود، (پاکستان اکادمی، لاہور 1967ء گیارہواں ایڈیشن 1976ء)، صفحہ نمبر—۱۰۰]

۱۷ قائد اعظم محمد علی جناح کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"Muslim India will not rest content till we have fully realised, achieved and established Pakistan in the north-western and eastern zones of this sub-continent. It is, as you know, a struggle of life and death for Muslim India.
In Pakistan lies our deliverance, defence and honour. If we fail, we perish and there will be no sign or syptom of Muslims or Islam left in this sub-continent. This is the stupendous task that you have in front of you. Therefore, I appeal again on this our national day to organise yourselves in every department of life and rally round the banner of the All-India Muslim League."
[Jamil-ud-Din Ahmed, *Speeches and Writings of Mr. Jinnah*, (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1947 reprinted 3rd edition May 1976), Vol. II, p. 168.]

۱۸ قائد ملّت لیاقت علی خان کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"The only reason why we and the Quaid-i-A'zam demanded Pakistan was to secure, in this subcontinent, a homeland where the Muslims could live in their own way. We wished Pakistan to be a laboratory where we could practise the Islamic principles —the best in the world— and thus demonstrate to the world that what Islam had taught thirteen centuries ago was needed as much now as it was then. We must not forget that it was for that sentiment and in obedience

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

to that call that hundreds of thousands of Muslims gave their lives and nearly seven millions lost their ancestral homes and migrated from India to Pakistan in utter misery and destitution. We, that is to say, the Muslim League, are pledged to make Pakistan a Muslim State and run it on Islamic principles. So long as we or any one of us is alive, we must not forget the pledge for which the Muslims made a sacrifice so colossal."
[M. Rafique Afzal, *Speeches and Statements of Quaid-i-Millat Liaquat Ali Khan* 1941-51, (Lahore: Research Society of Pakistan, 1967), pp. 207-8.]

۱۹ بابائے قوم کے اصل الفاظ یہ ہیں:
"The establishment of Pakistan, for which, we have been striving for the last ten years is, by the grace of God, an established fact today, but the creation of a State of our own was a means to an end and not the end in itself. The idea was that we should have a State, in which we could live and breathe as free men and which we could develop according to our own lights and culture, and where principals of Islamic social justice could find freeplay."
[Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jihhah, *Speeches as Governor-General of Pakistan*, 1947-1948, p. 22.]

۲۰ [Jamil-ul-Din Ahmed, *Speeches and Writings of Mr. Jinnah*, (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, January 1942 reprinted 7th edition July 1968), vol. I, p.145.]

۲۱ قائدِ ملّت کے اصل الفاظ یہ ہیں:
"You should strive to strengthen Paksistan more and more so that we may be able to challenge the world that Islam—upon the lofty principles of which Pakistan is being built—is the only way to world peace and prosperity."
[M. Rafique Afzal, *Speeches and Statements of Quaid-i-Millat Liaquat Ali Khan* 1941-51, (Lahore: Research Society of Pakistan, 1967), p. 263.]

۲۲ قائدِ اعظم کے اصل الفاظ یہ ہیں:
"If we take our inspiration and guidance from the Holy Quran, the final victory, I once again say, will be ours …… All I require of you now is that every one of us to whom this message reaches

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

must vow to himself and be prepared to sacrifice his all, if necessary, in building up Pakistan as a bulwark of Islam."
[M. Rafique Afzal, *Selected Speeches and Statements of the Quaid-i- Azam Mohammad Ali Jinnah*, 1911- 34 and 1947-48, (Lahore: Research Society of Pakistan, 1966 fourth impression 1980), pp. 447-448.]

۲۳ محمد علی جناح کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"We have been the victims of a deeply-laid and well-planned conspiracy executed with utter disregard of the elementary principles of honesty, chivalry and honour. We thank Providence for giving us courage and faith to fight these forces of evil. If we take our inspiration and guidance from the Holy Quran, the final victory, I once again say, will be ours……All I require of you now is that every one of us to whom this message reaches must vow to himself and be prepared to sacrifice his all, if necessary, in building up Pakistan as a bulwark of Islam..."
[Ibid. pp. 447- 448]

۲۴ قائد کے اصل الفاظ یہ ہیں؛

"Along with this, keep up your morale. Do not be afraid of death. Our religion teaches us to be always prepared for death. We should face it bravely to save the honour of Pakistan and Islam. There is no better salvation for a Muslim than the death of a martyr for a righteous cause."
[Ibid. p- 448]

۲۵ [روز نامہ انقلاب، لاہور ۲۲ اکتوبر ۱۹۳۹، جلد-۱۴، شمار ۱۹۸]، [قائد اعظم کا مذہب اور عقیدہ؛ ان کے اپنے قول و کردار کی روشنی میں، منشی عبدالرحمٰن خان، (کاروانِ ادب، ملتان، اپریل ۱۹۸۶ء) صفحات؛ ۱۹۶ تا ۱۹۷]، [قائدِ اعظمؒ کے اسلامی افکار (ان کے اپنے بیانات کی روشنی میں)، محمد شریف بقا، (نظریہ پاکستان فاؤنڈیشن، لاہور، ۲۰۰۵ء، اشاعت دوم ۲۰۰۸)]

۲۶ [نوٹ؛ ہم نے اقبال کے خطوط کا مفہوم نقل کیا ہے۔ ان کے اصل الفاظ جاننے کے لیے دیکھیے باب اوّل کی حواشی کے حوالہ نمبر-۹، ۱۰، ۱۲]

۲۷ [قائد اعظم کا پیغام، سید قاسم محمود، (پاکستان اکیڈمی، ۴-شارع فاطمہ جناح، لاہور، 1967ء، گیارہواں ایڈیشن 1976)، صفحہ نمبر-۵۱]

۲۸ See refrence 1.

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

۲۹ قائداعظم کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"You are free; You are free to go to your temples; you are free to go to your mosques or to any other place of worship in this State of Pakistan. You may belong to any religion or caste or creed—that has nothing to do with the business of the State. …… Now, I think we should keep that in front of us as our ideal and you will find that in course of time Hindus would cease to be Hindus and Muslims would cease to be Muslims, not in the religious sense, because that is the personal faith of each individual, but in the political sense as citizens of the State."
[Quaid-i-Azam Mohammad Ali Jihhah, *Speeches as Governor-General of Pakistan*, 1947-1948, p.9.]

۳۰ جناح کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"The tolerance and goodwill that great Emperor Akbar showed to all the non-Muslims is not of recent origin. It dates back thirteen centuries ago when our Prophet (PBUH) not only by words but by deeds treated the Jews and Christians, after he had conquered them, with the utmost tolerance and regard and respect for their faith and beliefs. The whole history of Muslims, wherever they ruled, is replete with those humane and great principles which should be followed and practised."
[S.M Burke, Jinnah: *Speeches and Statements*, 1947-1948(Karachi: Oxford University Press, 2000 third impression 2004), pp. 33-34.]

۳۱ معاہدہ کے اصل الفاظ یہ ہیں؛

"بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم هذا ما أعطى عبد اللّٰہ عمر أمیر المؤمنین أهل إیلیاء من الأمان، أعطاهم أمانا لأنفسهم وأموالهم، ولكنائسهم وصلبانهم، وسقیمها وبریئها وسائر ملتها، أنه لا تسكن كنائسهم ولا تهدم، ولا ینتقص منها ولا من حیزها، ولا من صلیبهم، ولا من شيء من أموالهم، ولا یكرهون على دینهم، ولا یضار أحد منهم..."

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

[تاريخ الطبري، الجزء الثالث، سنة خمس عشرة، ذكر فتح بيت المقدس، (الناشر: دار التراث – بيروت، الطبعة: الثانية –1387 هـ)، 3/609]

۳۲؎ اصل الفاظ یہ ہیں:

"Muslims want Pakistan, which means Muslim majority rule in Muslim majority provinces with adequate and effective safeguards for the minorities. Our religion, our history and our traditions are the strongest and most effective guarantees for the effective protection of the political, religious and cultural rights of non-Muslims. They shall be more than justly treated (cheers)."

[Jamil-ud-Din Ahmed, *Speeches and Writings of Mr. Jinnah*, (Lahore: Sh. Muhammad Ashraf, 1947 reprinted 3rd edition May 1976), Vol. II, p. 241.]

۳۳؎ قائدِ ملّت لیاقت علی خان کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"Mr. President and Members of the Pakistan Muslim League Council:

My first duty is to welcome you all to this, the first Session of the Pakistan Muslim League Council. It is not a mere formal welcome; for, as you are aware, I have been a member of the All-India Muslim League for twenty-five years, and, during the twelve years I was its General Secretary, my relation to it has been like that of the body to the soul.

You will recollect that when the All-India Muslim League last met in this Hall, some people thought that a separate Muslim League for the Muslims of Pakistan was no longer necessary. I was one of those who declared that the need for the Muslim League was even greater now than it was when we were struggling for Pakistan. The reason is not far to seek.

The only reason why we and the Quaid-i-A'zam demanded Pakistan was to secure, in this subcontinent, a homeland where the Muslims could live in their own way. We wished Pakistan to be a laboratory where we could practise the Islamic principles — the best in the world— and thus demonstrate to the world that what Islam had taught thirteen centuries ago was needed as much now as it was then. We must not forget that it was for that

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

sentiment and in obedience to that call that hundreds of thousands of Muslims gave their lives and nearly seven millions lost their ancestral homes and migrated from India to Pakistan in utter misery and destitution. We, that is to say, the Muslim League, are pledged to make Pakistan a Muslim State and run it on Islamic principles. So long as we or any one of us is alive, we must not forget the pledge for which the Muslims made a sacrifice so colossal."

[M. Rafique Afzal, *Speeches and Statements of Quaid-i-Millat Liaquat Ali Khan* 1941-51, (Lahore: Research Society of Pakistan, 1967), pp. 207-8.]

۳۴ قائدِ ملّت لیاقت علی خان کے اصل الفاظ یہ ہیں:

"Sir, I consider this to be a most important occasion in the life of this country, next in importance only to the achievement of independence, because by achieving independence we only won an opportunity of building up a country and its polity in accordance with our ideals. I would like to remind the House that the Father of the Nation, Quaid-i-A'zam, gave expression to his feelings on this matter on many an occasion, and his views were endorsed by the nation in unmistakable terms. Pakistan was founded because the Muslim of this subcontinent wanted to build up their lives in accordance with the teachings and traditions of Islam, because they wanted to demonstrate to the world that Islam provides a panacea to the many diseases which have crept into the life of humanity today…..

You would remember, Sir, that the Quaid-i-A'zam and other leaders of the Muslim League always made unequivocal decelarations that the Muslim demand for Pakistan was based upon the fact that the Muslims had a way of life and a code of conduct. They also reiterated the fact that Islam is not merely a relationship between the individual and his God, which should not, in any way, affect the working of the State. Indeed, Islam lays down specific directions for social behaviour, and seeks to guide society in its attitude towards the problems which confront it from day to day. Islam is not just a matter of private beliefs and conduct. It expects its followers to build up a society for the purpose of good life —

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

as the Greeks would have called it, with this difference, that Islamic 'good life' is essentially based upon spiritual values."
[Ibid. pp. 229 and 232-233.]

۳۵۔ مصور پاکستان ڈاکٹر علامہ محمد اقبال کے اصل الفاظ یہ ہیں:
"Is religion a private affair? Would you like to see Islam, as a moral and political ideal, meeting the same fate in the world of Islam as Christianity has already met in Europe? Is it possible to retain Islam as an ethical ideal and to reject it as a polity in favour of national polities, in which religious attitude is not permitted to play any part? This question becomes of special importance in India where the Muslims happen to be in a minority. The proposition that religion is a private individual experience is not surprising on the lips of a European…The nature of the Prophet's religious experience, as disclosed in the Quran, however, is wholly different…Therefore, the construction of a polity on national lines, if it means a displacement of the Islamic principle of solidarity, is simply unthinkable to a Muslim. This is a matter which at the present moment directly concerns the Muslims of India."
[Latif Ahmed Sherwani, *Speeches, Writings and Statements of Iqbal*, (Lahore: Iqbal Academy, 1944 reprinted 3rd edition 1977), p. 6-7.]

۳۶۔ مصورِ پاکستان کے اصل الفاظ یہ ہیں:
"I would like to see the Panjab, North-West Frontier Province, Sind and Baluchistan amalgamated into a single State. Self-Government within the British Empire, or without the British Empire, the formation of a consolidated North-West Indian Muslim state appears to me to be the final destiny of the Muslims, at least of North-West India."

[Ibid. p. 10.]

۳۷۔ اقبال کے اصل الفاظ یہ ہیں:
"One lesson I have learnt from the history of Muslims. At critical moments in their history it is Islam that has saved Muslims and not *vice-versa*. If to-day you focus your vision on Islam and seek inspiration from the ever-vitalising idea embodied in it, you will be only reassembling your scattered

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

forces, regaining your lost integrity, and thereby saving yourself from total destruction."
[Ibid., P. 26.]

۳۸ "یومِ اقبال" کے موقع پر اقبال کی شان میں کہے گئے قائداعظم کے اصل اور مکمل الفاظ درج ذیل ہیں۔ ہم نے اپنے متن میں صرف آخری دو پیراگراف کا ترجمہ نقل کیا ہے؛

"To the cherished memory of our National Poet Iqbal, I pay my homage on this day, which is being celebrated in commemoration of that great poet, sage, philosopher and thinker, and I pray to God Almighty that his soul may rest in eternal peace. Amen!

Though he is not amongst us, his verse, immortal as it is, is always there to guide us and to inspire us. His poetry, besides being beautiful in form and sweet in language, presents to us a picture of the mind and heart of this great poet, and we find how deeply he was devoted to the teachings of Islam. He was a true and faithful follower of the Holy Prophet (peace be upon him) ___a Muslim first and a Muslim last. He was the interpreter and voice of Islam.

Iqbal was not merely a preacher and a philosopher. He stood for courage and action, perseverance and self-reliance, and above all faith in God and devotion to Islam. In his person were combined the idealism of the poet and the realism of the man who takes a practical view of things. Faith in God and unceasing and untiring action is the essence of his message. And in this he emerges truly Islamic. He has an unflinching faith in Islamic principles, and success in life meant to him the realisation of one's 'self', and to achieve this end the only means was to follow the teachings of Islam. His message to humanity is action and realisation of one's self.

Although a great poet and philosopher, he was no less a practical politician. With his firm conviction of and faith in the ideals of Islam, he was one of the few who originally thought over the feasibility of carving out of India such an Islamic state in the North-West and North-East Zones which are historical homelands of Muslims.

I whole-heartedly associate myself with the celebration of this "Iqbal Day", and pray that we may live up to the ideals

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

www.KitaboSunnat.com

preached by our national poet so that we may be able to achieve and give a practical shape to these ideals in our sovereign state of Pakistan when established."
[G. Allana, *Pakistan Movement: Historic Documents*, (Karachi: Paradise Subscription Agency 1967, reprint second edition 1968), p. 380.]

۳۹ [قائدِ اعظم کا مذہب اور عقیدہ؛ ان کے اپنے قول و کردار کی روشنی میں، منشی عبدالرحمٰن خان، (ملتان؛ کاروانِ ادب، اپریل ۱۹۸۶ء) صفحہ نمبر - ۱۹۳]

۴۰ اصل الفاظ یہ ہیں:
"If we take our inspiration and guidance from the Holy Quran, the final victory, I once again say, will be ours …… All I require of you now is that everyone of us to whom this message reaches must vow to himself and be prepared to sacrifice his all, if necessary, in building up Pakistan as a bulwark of Islam."
[M. Rafique Afzal, *Selected Speeches and Statements of the Quaid-i- Azam Mohammad Ali Jinnah*, 1911- 34 and 1947-48, (Lahore: Research Society of Pakistan, 1966 fourth impression 1980), pp. 447- 448.]

" محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ "

دو قومی نظریے کی طویل تاریخ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے، مگر اس کے باوجود سیکولر اور لبرل عناصر نے پاکستان میں دو قومی نظریے اور پاکستان کی نظریاتی اساس کو داغ دار بنانے میں کوئی کسر اُٹھا نہیں رکھی۔ ان عناصر نے اس جھوٹ کو عام کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہوا ہے کہ قائد اعظم ایک سیکولر پاکستان کے لیے جدوجہد کر رہے تھے، اور قیامِ پاکستان کا اصل سبب دو قومی نظریہ نہیں بلکہ برصغیر کے سیاسی اور معاشی مفادات کا تحفظ تھا۔ اس سلسلے میں سیکولر اور لبرل لوگوں کی دانش ورانہ اور علمی عُسرت کا حال یہ ہے کہ ان کے پاس 11 اگست 1947ء کی ایک تقریر کے سوا کچھ نہیں ہے۔ مگر چونکہ سیکولر اور لبرل لوگوں کے پاس ذرائع ابلاغ کی طاقت ہے، اس لیے وہ ایک تقریر کو بھی ایک ہزار تقریروں کی طرح پیش کر رہے ہیں۔

اس تناظر میں دیکھا جائے تو عمر حیات صاحب کی تصنیف کا کمال یہ ہے کہ انھوں نے پاکستان کے اسلامی تشخص کو ثابت کرنے لیے ٹھوس اور ناقابلِ تردید حقائق کا دریا بہا دیا ہے۔ انھوں نے اپنی تصنیف میں جو بات کہی ہے اُسے تاریخی شہادتوں سے آراستہ کیا ہے۔ عمر حیات پیشے کے اعتبار سے استاد ہیں، مگر انھوں نے اپنی تصنیف میں ایک اعلیٰ پائے کے محقق کی طرح دادِ تحقیق دی ہے۔ لیکن یہ عمر حیات صاحب کی تصنیف کی واحد خوبی نہیں۔ عام طور پر محققانہ طریقہ کار متن کو بے رُوح بنا دیتا ہے، تاہم عمر حیات نے علم اور جذبے کو اس طرح باہم آمیز کر دیا ہے کہ ان کی تحریر میں ایک دلکشی پیدا ہو گئی ہے۔ ایسی دلکشی جو قاری کو پہلے صفحے سے آخری صفحے تک کتاب سے وابستہ رکھتی ہے۔ یہ عمر حیات صاحب کی پہلی کتاب ہے، مگر اس کتاب میں اتنی پختگی ہے جیسے عمر حیات مدتوں سے تصنیف و تالیف کے کام سے وابستہ ہوں۔ عمر حیات نوجوان ہیں مگر ایسے نوجوان، اقبال نے جن کو پیروں کا استاد ہونے کی دعا دی ہے۔

شاہنواز فاروقی

(معروف صحافی، شاعر، ادیب، دانشور اور کالم نگار)